شمس الہدایہ

فی اثبات

حیاتِ المسیح علیہ السلام

زندہ نے تا ہمدم عیسےٰ بود   مُردہ نے تا دگر عیسےٰ بود
عیسیٰ روح تو با تو حاضر است   نصرت از وَے خواہ کہ او خوش ناصر است
(رومیؒ)

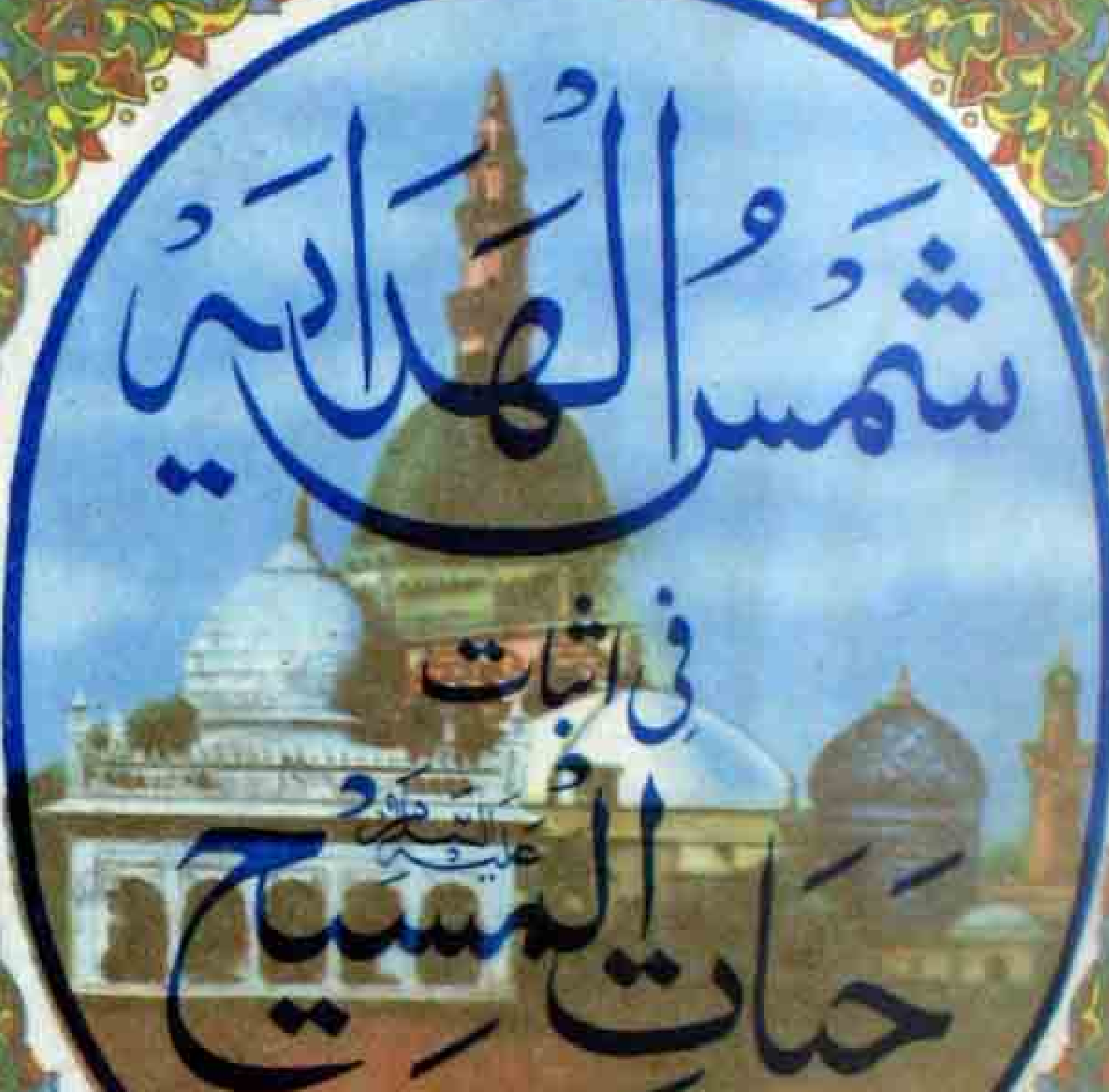

شمس الہدایہ
فی اثبات
حیاتِ المسیح علیہ السلام

شمس الہدایہ فی اثبات حیاتِ المسیح علیہ السلام

تصنیف لطیف

حضرت سید پیر مہر علی شاہ صاحب، گولڑہ شریف

زِندہ نے تا ہمدمِ عیسیٰؑ بُود
مُردہ نے تا دمگہِ عیسیٰؑ بُود

عیسیٔ رُوحِ تو با تو حاضر است
نُصرت اَز وَے خواہ کہ اُو خُوش ناصر است

(رُومیؒ)

شمس الہدایۃ فی اثبات حیاتِ المسیح علیہ السلام

تصنیفِ لطیف

حضرت سید پیر مہر علی شاہ صاحبؒ، گولڑا شریف

قَالَ اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی۔ وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ○

ترجمہ۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے اور یقیناً انہوں نے مسیح علیہ السلام کو قتل نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی طرف اٹھا لیا اور اللہ تعالیٰ غالب حکمت والا ہے

شمس الہدایہ

فی اثبات

حیاتِ المسیح علیہ السلام

تصنیفِ لطیف

زبدۃ المحققین رئیس العارفین مولانا حضرت خواجہ سید پیر مہر علی شاہ صاحب گیلانی قدس سرہ

حسبِ ایماء

معدنِ صدق و صفا مخزنِ حلم و حیا سیدنا حضرت پیر غلام محی الدین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

○

باہتمام

حضرت سید پیر غلام معین الدین شاہ صاحب و حضرت شاہ عبد الحق شاہ صاحب سلمہما اللہ تعالیٰ

○

marfat.com

جملہ حقوق بحق مؤلف محفوظ ہیں

بارِ سوم

مقامِ اشاعت ـــــــــ گولڑا شریف، ضلع راولپنڈی

تاریخِ اشاعت ـــــــــ صفر المظفر ۱۴۰۶ھ، اکتوبر ۱۹۸۵ء

خطاطی ـــــــــ خوشی محمد ناصر قادری خوش نویس خوش رقم جالندھری
ـــــــــ تلمیذ پروین رقم، ۳۰۔ایس ۱۵۔ بنک کالونی سمن آباد لاہور ۲۵

مطبوعہ ـــــــــ پاکستان انٹرنیشنل پرنٹرز جی۔ٹی روڈ، باغبانپورہ لاہور

ہدیہ ـــــــــ

marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تقدیم

اللہ تعالیٰ جل شانہ نے بنی نوعِ انسان کی دینی ہدایت کا جو سلسلہ حضراتِ انبیاء علیہم السلام کے ذریعہ حضرت ابوالبشر آدم علیہ السلام سے شروع فرمایا۔ وُہ سید الاولین والآخرین خاتم النبیین سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ گرامی کی بعثت کے ساتھ تکمیل کے انتہائی مراتب پر پہنچ گیا جس کے بعد کسی نئی آسمانی کتاب کی ضرورت نہ رہی نہ کسی نئے رسولِ دینی کی بعثت کا انتظار۔ خلافتِ راشدہ کے مبارک دَور سے لے کر آج تک اسلامی تاریخ کے اَوراق اس پر گواہ ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کے بعد بنی نوعِ انسان میں سے جس کسی نے بھی کسی دَور میں ان حدود کو توڑنے کی کوشش کی حق تعالیٰ کی قدرتِ قاہرہ نے ایسے اسباب پیدا فرما دیئے جن سے باطل کی تمام ابلہ فریبیاں نیست و نابود ہو کر رہ گئیں۔ شاید اسی وجہ سے مرزا غلام احمد قادیانی نے پہلے پہل دعویٔ نبوت کرنے سے گریز کیا اَور اس دعوے سے قبل ۱۸۹۰ء سے ۱۹۰۰ء کے عشرہ میں اپنی جماعت تیار کرنے کے لیے اپنے آپ کو پہلے تدریجاً مجدد، پھر مثیلِ مسیح اَور پھر مسیحِ موعود ثابت کرنے پر پُورا زورِ قلم صرف کر دیا جس سے بعض سادہ لوح اُردو خوان لوگ اَور عوام متاثر ہونے لگے۔ اِس پر مجددِ ملت، رہبرِ شریعت و طریقت حضرت مولانا سید پیر مہر علی شاہ صاحب گیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۸۹۹ء و ۱۹۰۰ء میں مطابق شعبان۔ رمضان ۱۳۱۷ھ اپنی دیگر دینی مصروفیات سے کچھ وقت نکال کر زیرِ نظر کتاب "شمس الہدایہ" تحریر فرمائی جس میں متعدد قرآنی آیات اَور احادیثِ صحیحہ سے ثابت کیا گیا کہ حضرت مسیح بن مریم علیہ السلام نہ قتل ہوئے اَور نہ سُولی پر چڑھائے گئے بلکہ جسمانی طور پر زندہ آسمان پر اُٹھا لیے گئے اَور قیامت سے پہلے جب دجال ظاہر ہوگا جو یہودیوں سے ایک شخص ہوگا اَور امام مہدی علیہ السلام اُس سے جہاد میں مصروف ہوں گے اُس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام دمشق میں آسمان سے نزول فرما کر حضرت امام مہدی علیہ السلام سے مل کر جہاد کریں گے اَور دجال کو فلسطین کے ایک مقام "بابِ لُد" پر قتل کریں گے۔ اُس کے کچھ عرصہ بعد یاجوج ماجوج زمین پر پھیل جائیں گے جو بالآخر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دُعا سے ہلاک ہو جائیں گے جس کے بعد مسلمان پُورے امن و سکون سے رہیں گے اَور حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پا کر حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے روضۂ عالیہ میں مدفون ہوں گے۔

حضرت مؤلف رحمۃ اللہ علیہ کی یہ کتاب برِصغیر کے علمی طبقہ میں نہایت مقبول ہُوئی حتّٰی کہ اختلافِ مسلک کے باوجود اہلِ حدیث کے مشہور عالم مولوی عبد الجبار صاحب غزنوی نے امرتسر سے آپؒ کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہُوئے لکھا کہ شمس الہدایۃ کے مطالعہ سے نہایت محظوظ و مستفید ہوا۔ امرتسر ہی کے ایک مولوی حبیب اللہ صاحب نے لکھا کہ شمس الہدایۃ کے مطالعہ سے بعض مرزائی تائب ہو کر سیدھی راہ پر آگئے وُہ خُود بھی پہلے مرزائی تحریروں سے کچھ متاثر تھے۔ مگر حضرت مؤلفؒ کی کتاب نے انھیں صراطِ مستقیم پر قائم رہنے میں مدد دی۔ اَور پھر وُہ اپنے شکوک کے ازالہ کے لیے حضرت مؤلف سے رجوع کرتے رہے، جس کی تفصیل حضرتؒ کے فتاویٰ مہریہ میں موجود ہے۔ خُدا کی شان کہ پھر انہی مولوی حبیب اللہ صاحب نے ردِ مرزائیت میں ایسی مفید کتابیں لکھیں کہ دیوبندی مکتبِ فکر کے مشہور علامہ شبیر احمد عثمانی نے بھی انھیں اپنے حواشیٔ قرآن میں سُورۃ "المؤمنون" آیت ۵۰ کی تشریح کرتے ہُوئے خراجِ تحسین پیش کیا ہے۔ چنانچہ اس چیز کا قادیانی حلقہ میں سخت ردِ عمل ہوا۔ اَور اس رُسوائی کا داغ مٹانے کے لیے ۲۲ جولائی ۱۹۰۰ء کو مرزا صاحب کی طرف سے ایک اشتہار تمام ہندوستان میں تقسیم کیا گیا جس میں برِصغیر کے تمام مشائخ و علماء کرام کو عموماً اَور حضرت مؤلف "شمس الہدایۃ" کے ساتھ چھیاسی جید علماء حضرات کو خصوصاً لاہور میں ۲۵ اگست ۱۹۰۰ء کو مناظرہ کی دعوت

marfat.com

دی گئی۔ اِس کھُلے چیلنج کو سب سے پہلے حضرت مؤلفؒ نے قبول کرتے ہُوئے اپنی طرف سے ۲۵ جولائی ۱۹۰۰ء کو اِشتہار شائع کر دیا اور حسبِ وعدہ ۲۵ اگست ۱۹۰۰ء کو لاہور تشریف لے گئے۔ لیکن مرزا صاحب میدانِ مناظرہ میں آنے کی جرأت نہ کر سکے جس سے مرزائیوں کو نہایت خفّت اُٹھانی پڑی۔

مناظرۂ لاہور میں شکستِ فاش کھانے کے بعد بھی مرزا صاحب نے اپنی ساکھ قائم رکھنے کے لیے بہتیرے جتن کیے۔ پہلے سُورۃ فاتحہ کی عربی تفسیر کو "اعجاز المسیح" کے نام سے شائع کروایا۔ پھر سال بھر بعد نومبر ۱۹۰۱ء میں اپنے نبی ہونے کا اعلان کیا۔ اور مزید ایک سال بعد اپنے ایک تنخواہ دار محمد حسن امروہی سے "شمس بازغہ" کے نام سے ایک کتاب لکھوائی جو بظاہر تو "شمس الہدایہ" کی تردید میں تھی لیکن درحقیقت بے سروپا مضامین اور مؤلف "شمس الہدایہ" کے خلاف بیہودہ گوئی کا مجموعہ تھا چنانچہ ۱۹۰۲ء میں حضرت مؤلفؒ نے اِس موضوع پر اپنی مشہور کتاب "سیفِ چشتیائی" شائع کرائی جس پر برصغیر کی علمی دُنیا نے آپ کو زبردست خراجِ تحسین پیش کیا۔ اِس کتاب میں مرزا صاحب کی کتاب "شمس بازغہ" کا مُنہ توڑ جواب دیا گیا تھا۔ اور اُن کی اعجازی تفسیر پر ایک سو کے قریب اِتنے زوردار اعتراضات کیے گئے کہ نیم خواندہ عربی دانوں نے بھی اِس اعجازی تفسیر پر آوازے کسے۔ اِن سب چیزوں کی تفصیل تو حضرت کی مذکورہ تصانیف اور آپ کے حالاتِ زندگی راقم الحروف کی مؤلفہ کتاب "مہرِ مُنیر" سے ہی معلوم ہو سکتی ہے۔ ذیل میں مؤلف "شمس بازغہ" کے بعض ناشائستہ عربی اشعار کے جواب میں راقم اپنے چند عربی اشعار ہدیۂ ناظرین کرتا ہے۔ جن میں اس تفصیل کا اجمالی خاکہ پیش کیا گیا ہے۔

حضرت مؤلفؒ کے وصال کے بعد آپ کے عظیم فرزند حضرت سیّد غلام محی الدین شاہ صاحبؒ المعروف حضور بابوجیؒ اپنی تمام زندگی ہمیشہ تحریکِ ختمِ نبوت میں سرگرم حصّہ لیتے رہے۔ ۱۹۵۳ء میں مُسلم لیگی حکومت کے اس رویّہ سے سخت شاکی رہے جو اُس نے تحریک کے کُچلنے کے لیے اِختیار کیا۔ فرمایا کرتے تھے کہ جو مُلک محض حضور خاتم النبیینؐ کی نظرِ کرم کے صدقے میں معرضِ وجُود میں آیا اُس کے قائدین حضورؐ کی ختمِ نبوت کے شیدائیوں سے کیسا بے دردانہ سلوک کر رہے ہیں۔ لاہور ختمِ نبوت کانفرنس میں آپؒ نے تمام مکاتبِ فکر کے راہنماؤں کو متحد کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ اور جلسے جلوس میں اصولاً احتراز کے باوجود اس کانفرنس کے کئی اجلاس میں شریک ہُوئے۔ علاوہ ازیں اُس وقت کے گورنر جنرل غلام محمد، وزیرِ اعظم خواجہ ناظم الدین اور دُوسرے زُعمائے حکومت سے اس مسئلہ کے مُناسب اور مُستقل حل کے سلسلہ میں مُلاقاتیں کیں۔

جن دنوں رابطۂ عالمِ اسلام کی کانفرنس مکّہ شریف میں ۱۹۷۴ء میں مُنعقد ہُوئی۔ اُن دنوں حضرت بابوجیؒ بوجہ علالت ہسپتال میں تھے، رابطۂ عالمِ اسلام کانفرنس نے ایک قرارداد پاس کی تھی جس میں تمام اِسلامی ممالک سے مطالبہ کیا گیا تھا کہ مرزائیوں کو غیر مُسلم اقلیت قرار دیا جائے۔ جب حضور بابوجیؒ نے یہ خبر سُنی تو آبدیدہ ہو کر فرمایا خُدا کرے پاکستان میں تو اس پر جلد عمل ہو۔ بیماری کی شدّت کے باوجود روزانہ تحریکِ ختمِ نبوت کے متعلق اِستفسار فرماتے تھے اور یہی آرزُو لے کر ۲۲ جُون ۱۹۷۴ء کو واصل بحق ہُوئے۔ جولائی ۱۹۷۴ء میں راولپنڈی میں ایک عظیم مشائخ کانفرنس ہُوئی۔ جس میں دربارِ عالیہ گولڑا شریف کی نمائندگی راقم الحرُوف نے کی۔ اِس کانفرنس میں بھی مرزائیوں کو غیر مُسلم اقلیت قرار دینے کی قرارداد پاس کی گئی۔ دُوسرے ہی دن اُس وقت کے وزیرِ اعظم مسٹر بھٹو، سپیکر قومی اسمبلی اور حکومت کی طرف سے اِس سلسلہ میں مقرر کردہ رہبر کمیٹی کے ممبران کو علیحدہ علیحدہ "مہرِ مُنیر" کے نسخے بمعہ خطوط ارسال کیے گئے جن میں اِس مطالبہ کی پُرزور حمایت کی گئی۔ اِتفاق دیکھئے کہ ۱۹۷۴ء کے اگست ہی کے مہینہ میں عوامی مطالبہ کے پیشِ نظر پاکستان کی قومی اسمبلی نے اُس مسودۂ قانون کو پاس کرنے کی سفارش کر دی۔ جس کی رُو سے مرزائی خواہ قادیانی ہوں یا لاہوری، اپنے مخصوص غیر اِسلامی عقائد کی بنا پر دائرۂ اِسلام سے خارج ہیں۔ اور پھر دس سال بعد ۱۹۸۴ء کے اگست کے مہینہ ہی میں حکومتِ پاکستان کی مقرر کردہ شرعی عدالت نے لاہور میں مرزائیوں کی اپیل مسترد کر دی جو اُنھوں نے صدارتی آرڈیننس کے خلاف کی تھی جس میں مرزائیوں کو اپنے آپ کو کسی طرح سے بھی مسلمان ظاہر کرنے اور اپنے عبادت خانوں کو مساجد کا نام دینے سے منع کیا گیا تھا اِس طرح

marfat.com

سے مُنکرینِ ختمِ نبوت کے خلاف حضرتِ مؤلفؒ نے جو خاص مہم اگست ۱۹۰۰ء میں شروع فرمائی تھی وُہ اگست ۱۹۸۴ء میں اپنے منطقی نتیجہ پر پہنچ گئی اَور اِسلام کا لبادہ اوڑھ کر مُسلمانوں کے خلاف کام کرنے والوں کا پردہ پُوری طرح سے چاک ہو گیا۔

اللہ تعالیٰ حضرت مؤلف رحمۃ اللہ علیہ کی اِس گراں بہا اَور مُخلصانہ دینی خدمت کے صدقے میں راقم الحرُوف اَور دیگر تعاون کرنے والے حضرات خصُوصاً حضرتؒ کے نیازمندان محمد حیات خان اَور مُحمد فاضل خان جنھوں نے اِس کتاب کے موجُودہ ایڈیشن کو دیدہ زیب بنانے میں بڑی کاوش کی اَور سب قارئین کرام کو نیک جزا عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

راقم الحرُوف
فیض احمد فیضؔ عفی عنہ
متوطن بستی بختاور، ضلع بھکر
حال مُقیم دربارِ عالیہ گولڑا شریف

اگست ۱۹۸۵ء
ذی الحجہ ۱۴۰۵ھ

marfat.com

اَلتَّقْدِيْمُ الْمَنْظُوْم

بِحَمْدِ اللهِ بُشْرٰی لِلْاِمَامِ
مُجَدِّدِ مِلَّةٍ قُطْبِ الْاَنَامِ

بحمد اللہ کہ امام اور مجددِ ملّت قطب انام کے لیے خوشخبری اور بشارت ہے

اَرٰی شَمْسَ الْهِدَايَةِ طَالِبِيْهَا
وَاَذْهَبَ نُوْرُهَا كُلَّ الظَّلَامِ

اِس کتاب کے ذریعہ سے امام موصوف نے ہدایت کے طلبگاروں کو ہدایت کا سُورج دِکھادیا جس کے نُور نے سب تاریکی کو زائل کردیا

بِهَا خَجِلَ الْكَذُوْبُ الْقَادِيَانِيْ
وَاَيْنَ الْكِذْبُ مِنْ صِدْقِ الْكَلَامِ

اس شمس ہدایت سے جھوٹا قادیانی شرمندہ ہوگیا۔ بھلا سچ کے مقابلہ میں جھوٹ کی کیا مجال

فَلَمَّا اَنْ رَاٰی ذُلًّا صَرِيْحًا
تَفَاخَرَ بِالدَّعَاوِيْ فِي الْعَوَامِ

پھر جب قادیانی نے واضح ذِلت دیکھ لی۔ تو جمہور عوام میں مختلف قسم کے بلند بانگ دعووں پر اترانے لگا

فَفِيْ لَاهُوْرَ بَارَزَهٗ وَلِيٌّ
نَجِيْبٌ سَيِّدٌ فَخْرُ الْكِرَامِ

جس کے فوراً بعد ایک خدا کے ولی نجیب الطرفین فخرِ کرام سیّد نے اُسے لاہور میں مباحثہ کے لیے للکارا

شَهِيْرٌ بِاسْمِ مِهْرِ عَلِيٍّ شَرِيْفٍ
فَلَوْ يَاْتِ الْكَذُوْبُ اِلَی الْمَقَامِ

جو مہر علی کے نام گرامی سے مشہور ہیں لیکن جھوٹا مدّعی مقامِ مباحثہ تک آنے کی جرأت بھی نہ کرسکا

بِهَا اُمِرَ الْمُجَدِّدُ مِنْ رَسُوْلٍ
عَلَيْهِ صَلٰوةُ رَبِّيْ بِالسَّلَامِ

اس مبارزہ اور مباحثہ کے لیے مجدد موصوف حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مامور کیے گئے تھے

وَبُشِّرَ مِنْهُ بِالتَّائِيْدِ غَيْبًا
وَمِنْ شَيْخٍ لَدَا الْبَيْتِ الْحَرَامِ[1]

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اور بیت الحرام میں ایک معتکف بزرگ کی جانب سے آپ کو غیبی تائید کی بشارت ملی

وَصَنَّفَ سَيْفَ جِشْتِيَّةٍ كِتَابًا
لِقَطْعِ مَتِيْنِ مُتَنَبِّي اللِّئَامِ

اور آپ نے (شمس الہدایہ کے بعد) مشہور کتاب سیفِ چشتیائی تالیف فرمائی۔ تاکہ جھوٹے نبی کی شہ رگ کاٹی جائے

فَمَا اسْتَطَاعُوْا الرَّدَّ الْحَقَّ لٰكِنْ
اَتَوْا اَسَفَهًا بِسَبٍّ وَاتِّهَامٍ

مرزائی حق بات کی تردید کی طاقت تو نہیں رکھتے تھے۔ ہاں حماقت سے دُشنام طرازی اور الزام تراشی کرتے رہے

وَذَا مِنْ عَادَةِ الْجُهَّالِ طُرًّا
اِذَا بُهِتُوْا هَذَوْا عِنْدَ الْكَلَامِ

اور جاہلوں کی عام عادت ہے کہ جب حیران اور لاجواب ہو جاتے ہیں تو بے ہُودہ گوئی پر اُتر آتے ہیں

فَمَنْ شَاءَ اطِّلَاعَ عَلٰی مَزِيْدٍ
فَمِهْرٌ مُنِيْرٌ كَشَّافُ الْمَرَامِ

جو شخص اِس سے مزید تفصیل کا خواہش مند ہو تو راقم کی مؤلفہ کتاب "مہرِ منیر" اِس مقصد کے لیے کافی ہے

---

[1] یعنی حضرت الحاج حضرت امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ

marfat.com

شمس الہدایہ فی اثبات حیات المسیح علیہ السلام

فہرست مطالب

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱	وجہ تصنیف کتاب، مرزا قادیانی کے ابلہ فریب دلائل کا خلاصہ، حضرت مؤلف کا مرزا قادیانی سے کلمہ طیبہ کے بارے میں سوال، حیات مسیح علیہ السلام کے متعلق اہل اسلام کے اجماعی عقیدہ کا بیان اور مرزا قادیانی کے دلائل کا جواب ــــــــ	۱
۲	فائدہ جلیلہ، آیت وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ کی توضیح میں نحو اور علم کلام کی دقیق بحث	۵
۳	آیت بالا اور متعلقہ آیات کے بارے میں مرزا قادیانی اور بعض دیگر لوگوں کے غلط مؤقف کی تردید ــــــــ	۹
۴	وجوہات بطلان مذہب مرزائیہ دربارہ رفع عیسیٰ علیہ السلام بحوالہ آیات قرآنی واحادیث مبارکہ ــــ	۱۱
۵	آیت قرآنی وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ کی توضیح ــــــــ	۱۳
۶	عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان سے زمین پر نزول قبل از یوم القیامۃ کے متعلق ذکر الاحادیث ــــ	۱۶
۷	حضرت ابن عباسؓ کی تفسیر در معنی مُتَوَفِّيْكَ کی توجیہ ــــــــ	۲۵
۸	قرآن کریم اور لغت سے لفظ توفی کا موت کے علاوہ دیگر معانی میں استعمال ــــــــ	۳۰
۹	تفسیر ابن عباسؓ کے بارے میں مرزا قادیانی اور ان کے مریدوں سے ایک دلچسپ واجبی مطالبہ۔	۳۲
۱۰	حدیث شیخ اکبرؒ دربارہ زریب بن برتملا وصی عیسیٰ علیہ السلام ــــــــ	۳۷
۱۱	حضرت حسن بصریؒ کی حضرت علیؓ سے روایت اور ملاقات اور حضرت حسنؒ بصری کی ایک روایت کی تفصیل ــــــــ	۴۰
۱۲	آیت قرآنی وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ..... پر مرزا قادیانی کی تقریر کا جواب اور امروہی قادیانی کے رسالہ اعلام الناس میں ایک غلط توجیہ اور اس کا رد	۴۲
۱۳	احادیث میں حضرت عیسیٰؑ کے حلیہ کے بارے میں روایات کی تطبیق ــــــــ	۴۳
۱۴	حدیث رَجُلٌ مِّنْ اَبْنَاءِ فَارِس کے مصداق کا بیان	۴۳
۱۵	آیت قرآنی قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا سے مرزا قادیانی کے مغالطہ کا جواب	۴۴
۱۶	زمین پر نزول ملائکہ کا ثبوت اور ملائکہ کو ارواح کواکب ماننے کی تردید ــــــــ	۴۶
۱۷	تسبیح و تقدیس بھی اکل و شرب کی طرح باعث حیات ہو سکتی ہے ــــــــ	۴۸
۱۸	قادیانی کا ازالہ اوہام میں احیائے موتی کو مسمریزم قرار دینے کا رد ــــــــ	۴۸

marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱۹	آیتِ قرآنی اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ سے قادیانی استدلال کا جواب	۴۹
۲۰	آیتِ قرآنی وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْئًا سے قادیانی کی وفاتِ مسیح پر دلیل اور اُس کا جواب	۴۹
۲۱	آیتِ قرآنی قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ سے استدلال کا جواب	۴۹
۲۲	آیتِ قرآنی فِيْهَا تَحْيَوْنَ وَفِيْهَا تَمُوْتُوْنَ سے استدلال کا جواب	۵۱
۲۳	قصہ عودِ ایلیا سے استدلال کا جواب	۵۱
۲۴	سُورہ ہائے "قدر"، "بینہ" اور "زلزال" کی مشہور تفسیر اور قادیانی شبہات کا تفصیلی رَد	۵۴
۲۵	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض مشہور پیشگوئیوں کی تفصیل	۵۷
۲۶	قادیانی کے ایک فلسفی اشکال کا جواب	۵۹
۲۷	احادیثِ خروجِ دجال	۶۱
۲۸	لَا مَهْدِيَّ اِلَّا عِيْسٰى کی روایت کی تشریح اور جواب	۶۴
۲۹	قادیانی تاویلات اہلِ اسلام کے لیے نہایت مُضر اور مُہلک ہیں	۶۶

marfat.com

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی حَبِیْبِہِ الْکَرِیْمِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَعِتْرَتِہٖ وَصَحْبِہٖ

اَمَّا بَعْدُ۔ حضراتِ ناظرین پر پوشیدہ نہ رہے کہ آج کل ہوادِ فطرتِ انسانی تعصب کی ہواؤں اور جہالت کے بُخارات سے متعفن اور گندے ہو رہے ہیں اور ایسا ہی ہونا تھا کیونکہ ہدایت اور استقامت کا سُورج قریب ڈُوبنے کے آگیا۔ استواء کا زمانہ جس سے خَیْرُ الْقُرُوْنِ قَرْنِیْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ حکایت ہے۔ دُور رہ گیا بسبب فقدانِ تقویٰ کے نہ تو اشراقِ نوری اور انشراحِ صدری ہے تاکہ وعدہ اِنْ تَتَّقُوا اللّٰہَ یَجْعَلْ لَّکُمْ فُرْقَانًا کا متحقق ہو کر فارق بین الحق والباطل نصیب ہو اور نہ لیاقتِ علمی جس کے ذریعہ سے مُرادِ شارع کو سمجھ کر عمل نہ سہی اعتقاد کو تو مُطابق مَا اَنَا عَلَیْہِ وَاَصْحَابِیْ کے دُرست رکھیں۔ بغیر ظاہر پرستی اور سخن سازی۔ ہوس بازی اور فتنہ پردازی کے اور کچھ نہیں۔ سادہ پنی اور راستی سے جو منجملہ شعائرِ اسلام و اوضاعِ صحابہ کرام ہیں، نفرت۔ تصنّع اور ناراستی و ہوس بازی سے جو از کمالاتِ تعلیمِ لندن ہیں محبت۔ معہذا ابنائے زمان ہر دو فن مذکورۃ الصدر۔ یعنی اشراقِ نوری اور لیاقتِ علمی میں اپنے زعم میں خود ہی یکتاءِ زمانہ اور متفرد ہیں۔ گو کہ مکاشفاتِ انبیاءِ عظام صلوات اللہ وسلامہٗ علیہم اجمعین میں بزعم ان کے غلطی فی الکشف یا فی التعبیر بھی واقع ہو۔ مگر ان حضرات کے معاینات میں تاویل تک بھی ناممکن ہے۔ ایسا ہی عُلماءِ سلف شَکَرَ اللّٰہُ سَعْیَھُمْ کے اجتہادات اور اُمّتِ مرحُومہ کا اجماع گو کہ لَنْ تَجْتَمِعَ اُمَّتِیْ عَلَی الضَّلَالَۃِ بھی اُس کی شان میں وارد ہو۔ تاہم یہ سب ان کے نزدیک نادانوں کے خیالات اور کورانہ اجماع جن کو سوائے عرب اُونٹ چرانے والوں کے اَلْعِیَاذُ بِاللّٰہِ کوئی فرقہ مہذبین یعنی تعلیم یافتگانِ لندن سے تسلیم نہ کرے۔ (صفحہ ۲۶۸۔ ازالہ اوہام)۔ کوئی وجہ ان کی صحت کے لیے نہیں۔ اِلّا در صُورتے کہ ان حضرات کی رائے اور استنباط پر منطبق کیے جائیں دیکھو ازالہ اوہام و ایامِ الصُّلح۔ اَللّٰھُمَّ اَصْلِحْ اُمَّۃَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَارْحَمْ اُمَّۃَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔

عُلماءِ زمان عرصہ سے اِس ہیچمدان خوشہ چین عُلماءِ کرام کو بھی ایسے حقائق و معارف سے جو تالیفاتِ مرزا صاحب ازالہ اوھام و دافع الوساوس و ایامِ صُلح میں مندرج ہیں مطلع فرماتے تھے راقم الحرُوف ان کو بعن طعن سے بخیال اس کے کہ خلافِ شعائرِ اسلام ہے اور عکسِ ارشادِ مشائخ بھی رضی اللہ عنہم اجمعین روکتا رہا۔ آخر الامر جب نوبت یہاں تک پہنچی کہ ہر محفل میں اظہارِ حقیّت عقیدہ مرزائیہ اور تکذیب و تجہیل بلکہ تکفیر عُلماءِ کرام کی جن کا اعتقاد مُطابق سلف کے تھا ہونے لگی۔ تو اِس اثناء میں چند احباب نے مجھے کچھ مضامین مرزا صاحب کی تالیفات کے سُناتے۔ گو کہ میں بھی ابناءِ زمان کی طرح بسبب کم علمی اور محرُوم ہونے اشراقِ نوری سے قابل اِس امر کے نہ تھا کہ ناظرین کو آج کل کے دھوکوں سے بچاؤں۔ مگر تحقیر اور تجہیل سلف و مشائخِ زمان رضوان اللہ علیہم اجمعین کے سُننے کی برداشت مجھ سے نہ ہو سکی۔ اور عقیدہ حقہ کا یوماً فیوماً اضمحلال گوارا نہ کر سکا۔ لہٰذا یہ چند مضامین متعلق آیاتِ رفع و احادیثِ نزُول محض حسبۃً للہ بغیر اس کے کہ محرک اِس کا عناد یا حسد یا بُغض کسی مُسلمان بھائی سے ہو حسبِ رائے ناقص کے لکھے گئے تاکہ ابناءِ زمان اتنی جرأت سے باز آئیں اور معانی جو مُراد ہیں آیات اور احادیث سے اُن کو واضح ہو جائیں اور چند اعتراضات ابلہ فریب سے جو استشہاد آیات و احادیث ازالہ اوہام وغیرہ وغیرہ میں مذکور ہیں خوف تھا

marfat.com

کر عقیدۂ اجماعیہ اہلِ اسلام سے انحراف کیا بلکہ آیت اور احادیث کو کچھ اور ہی نہ سمجھ لیویں کیونکہ اصول اُن کے ایسے ہیں جو عنقریب بلحاظ تعلیم یافتگانِ لندن باقی آیاتِ قرآنیہ اور احادیثِ صحیحہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کو بھی ہاتھ ڈالیں گے۔

آج کل کے اُردو خوانوں اور زعمی مولویوں فاضلوں کا قصور نہیں۔ اُن بے چاروں کو جب مثلاً کہا جائے کہ بتاؤ میاں آیۃ یٰعِیْسٰی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْكَ وَرَافِعُكَ اِلَیَّ اور ایسے ہی فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِیْبَ عَلَیْهِمْ جس قرآن کے ساتھ تمہارا ایمان ہے اس میں موجود ہے یا نہیں۔ اور لفظ توفّی کا تیئس ۲۳ جگہ قرآن کریم میں معنے موت ہی میں مستعمل ہے۔ اور افقہ النّاس عبد اللہ ابن عباسؓ نے بھی یہی معنی لیا۔ بخاری اور عباسی تفسیر ابن کثیر وغیرہ وغیرہ تو حسب قولہ تعالیٰ یٰعِیْسٰی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْكَ وَرَافِعُكَ اِلَیَّ کے وعدہ وفات اور بمقتضائے فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ الخ تحقیق موت عیسیٰ بن مریم اور رفع روحانی کا ہو چکا۔ اور آیۃ قِیْلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ، اور ایسے فَادْخُلِیْ فِیْ عِبٰدِیْ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ اور ایسے ہی احادیثِ صحیحہ سب شہادت دے رہی ہیں کہ ارواحِ مقربین بعد الوفات جنت میں داخل ہو جاتے ہیں۔ اور بعد دخولِ جنت کے پھر نکلنا اس سے بحکم آیۃ وَمَا هُمْ مِّنْهَا بِمُخْرَجِیْنَ کے ناممکن اور مستلزم ہے وقوعِ کذب کو آیۃ مذکورہ میں۔ ایک فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ کیا بلکہ آیت قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اور اِنَّكَ مَیِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّیِّتُوْنَ اور اَمْوَاتٌ غَیْرُ اَحْیَآءٍ بتمامہا اور وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ اور وَمَنْ نُّعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِی الْخَلْقِ اور اَلْیَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِیْنَكُمْ اور فِیْهَا تَحْیَوْنَ وَفِیْهَا تَمُوْتُوْنَ اور وَلَكُمْ فِی الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰی حِیْنٍ اور كَانَا یَاْكُلٰنِ الطَّعَامَ اور وَاَوْصٰنِیْ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ مَا دُمْتُ حَیًّا اور قُلْ سُبْحَانَ رَبِّیْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا اور هَلْ یَنْظُرُوْنَ اِلَّاۤ اَنْ یَّاْتِیَهُمُ اللّٰهُ فِیْ ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَقُضِیَ الْاَمْرُ اور هَلْ یَنْظُرُوْنَ اِلَّاۤ اَنْ تَاْتِیَهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ یَاْتِیَ رَبُّكَ اَوْ یَاْتِیَ بَعْضُ اٰیٰتِ رَبِّكَ یَوْمَ یَاْتِیْ بَعْضُ اٰیٰتِ رَبِّكَ لَا یَنْفَعُ نَفْسًا اِیْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ اَوْ كَسَبَتْ فِیْۤ اِیْمَانِهَا خَیْرًا۔ وَقَالُوْا لَوْلَاۤ اُنْزِلَ عَلَیْهِ مَلَكٌ وَلَوْ اَنْزَلْنَا مَلَكًا لَّقُضِیَ الْاَمْرُ ثُمَّ لَا یُنْظَرُوْنَ ۝ وَلَوْ جَعَلْنٰهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنٰهُ رَجُلًا وَّلَلَبَسْنَا عَلَیْهِمْ مَّا یَلْبِسُوْنَ اور حدیث صحیح كما قال العبد الصالح اور حدیث صحیح لَا یَاْتِیْ مِائَةُ سَنَةٍ عَلَی الْاَرْضِ نَفْسٌ مَّنْفُوْسَةٌ اَلْیَوْمَ۔ یہ سب آیات اور احادیثِ صحیحہ باوازِ بلند موت ابنِ مریم علیٰ نبیّنا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی خبر دے رہی ہیں۔ علاوہ اس کے عقلِ انسانی اور قصۂ عودِ ایلیا بھی جو انجیل میں مذکور ہے صعود اور نزولِ مسیح سے بعینہٖ بجسدہ العنصری منکر ہیں۔ احادیثِ نزولِ ابنِ مریم اور خروجِ دجال وغیرہ من جملہ مکاشفاتِ نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے ہیں۔ اور کشفِ اجمالی مثل دیکھنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عورت پراگندہ بالوں والی کو کہ گرداگرد مدینہ طیبہ کے گھوم رہی تھی وغیرہ وغیرہ تعبیر طلب ہوتا ہے۔ بحالتِ خواب دیکھنے میں کچھ اور آتا ہے اور ظہور میں کچھ اور ہوتا ہے جیسا کہ خواب میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس عورت کو دیکھا اور تعبیر اس کی وبا۔ مدینہ طیبہ سے (زادہا اللہ شرفاً) فرمائی معہذا تعبیر میں وقوعِ خطا بھی ممکن ہے جیسا کہ خواب میں آپ نے یہی سمجھا کہ امسال مکہ معظمہ زادہا اللہ تکریماً جانا ہوگا۔ اور بعد مراجعت فرمانے کے حدیبیہ سے معلوم ہوا کہ تعبیر میں تخصیص امسال کی غلطی ہوئی۔ الغرض آیات اور احادیثِ صحیحہ متذکرہ بالا باعث شدید ہیں ماؤل ٹھہرانے پر احادیثِ نزولِ مسیح و خروجِ دجال وغیرہ کے کیا معنے۔ احادیثِ نزول سے مراد ظہور اس شخص کا ہے جو مماثل ہو ابنِ مریم کا جیسا کہ مراد ایلیا کے دوبارہ آنے سے مثیلِ ایلیا یعنی ظہورِ یحییٰ کا بشہادت مسیح ابنِ مریم کے تھا۔ وہ شخص مثیلِ ابنِ مریم کا کون ہے میں ہوں یعنی مرزا صاحب۔ کیونکہ الہام منجملہ براہینِ قاطعہ اور حججِ ساطعہ کے ہے اور فتوحاتِ مکیہ اور میزان عبد الوہاب شعرانی وغیرہ۔"

بعد استماع اس کے بالضرور اُردو خوان اور نام کا مولوی تقریر مذکور کو جس کی بناء کی تشیید اور ترصیص کتاب اللہ اور سنت اور انجیل اور عقل سے ہو چکی ہے لامحالہ طوعاً و کرہاً مسلّم اور قبول کرے گا۔ نہ کرے تو کیا کرے۔ قرآن اور حدیث سے کیسے منکر ہو۔ لہٰذا یہ خزف ریزہ چند ہدیہ ناظرین کرتا ہوں تاکہ اس تقریر کے دھوکے میں نہ آجائیں۔ اور اُسی پہلے پاٹے راستہ پر چلیں جو مراد اس حدیث سے۔ لَنْ تَضِلُّوْا بَعْدِیْ مَا

marfat.com

تَمَسَّکْتُمْ بِاَمْرَیْنِ کِتَابَ اللّٰہِ وَسُنَّۃِ نَبِیِّہٖ (موطا امام مالک) اور قسمیہ کہتا ہوں کہ جناب مرزا صاحب سے کسی قسم کا حسد یا عناد باعث تحریر اس رسالہ کا نہیں ہوا۔ بالتخصیص اگرچہ مرزا صاحب عرصہ سے اُن مشائخ عظام کو جن کے ساتھ یہ بے ہیچ بھی اَلْحُبُّ فِی اللّٰہِ کا تعلق رکھتا ہے باآواز بلند اپنی تالیفات میں القابِ مکروہہ سے پکار رہے تھے۔ اِس وجہ سے جناب موصوف کو کچھ اگر لکھا بھی جاتا تو بمقابلہ آپ کی اُس جرأت کے محلِ شکایت اور مُوجب گستاخی میں شمار نہ ہوتا۔ مگر تاہم بخیال اس کے کہ الحمد للہ کوئی شخص اہلِ اسلام میں سے بمقابلہ اعداء دین ہنود اور نصاریٰ کے کھڑا ہوا ہے۔ گو کہ ہم کو بُرا ہی کہے۔ ہم نے کچھ نہیں کہا۔ بلکہ لعن وطعن والوں کو بھی کسی نہ کسی وجہ سے روکنا ہی چاہا۔ ہم تو خود قائل ہیں۔ بیت:۔

بطوافِ کعبہ رفتم بحرم رہم ندادند
تو بُرونِ در چہ کردی کہ دُرونِ خانہ آئی

اور خاموشی بمقابلہ ہتک مشائخ کرام رضوان علیہم اجمعین کے اِس وجہ سے نہ تھی کہ اُس کے سُننے کو ہم مکروہ اور مُوذی نہ سمجھتے تھے بلکہ مُوجب اس کا اتباعِ مشائخ عظام ہی تھا جو فی الحقیقت اتباع ہے سیدالاوّلین والآخرین صلی اللہ علیہ وسلم کا۔ سُلطان المشائخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعن سائر المشائخ کا مقولہ ہے۔ بیت:۔

آنہا کہ بجائے من بدی ہا کردند
گر دست رسد بجُز نکوئی نکنم

مرزا صاحب ایامُ الصُّلح کے صفحہ ۱۳۲ میں لکھتے ہیں۔ "اِس وقت زیرِ سقفِ نیلگوں ہیچ متنفس قدرت ندارد دلاف برابری من زند من آشکارمی گویم وہرگز باک ندارم۔ اے اہالی اسلام درمیان شما جماعتے مے باشند کہ گردن بدعوئ محدثیت ومفسریت برمے فرازند وطائفہ اند کہ از نازش ادب پا برزمین نگذارند وگروہے اند کہ دم بلند از خدا شناسی زنند وخود را چشتی وقادری ونقشبندی وسہروردی وچہا چہا گویند ایں جملہ طوائف را نزد من بیارید" الخ

آپ نے بجا فرمایا۔ وُہ لوگ جو کہ مفسر اور محدث اور خدا شناس ہیں تو پھر کیسی لاف زنی اور گردن فرازی اُن سے ظاہر ہو۔ بلکہ وُہ لوگ تو چاہتے ہیں کہ آپ کو بھی اللہ تعالیٰ ایسی لافوں سے بچا دے اور فَوْقَ کُلِّ ذِیْ عِلْمٍ عَلِیْمٌ۔ اور بلیٰ عبدنا خضر کی طرف توجہ دلائے۔ بیت:۔

خاکسارانِ جہاں را بحقارت منگر
تو چہ دانی کہ دریں گرد سوارے باشد

بخُدائے لایزال ولم یزل اپنی چشم دید عرض کرتا ہوں کہ مشاہیر اور مستورین کو بھی گروہ اہل اللہ سے دیکھا کہ کمالاتِ باطنیہ از قسم مکاشفات وغیرہ اُن کے نفوسِ مطہرہ سے صِبْغَۃَ اللّٰہِ کی رنگت اور کُنْتُ سَمْعَہُ الَّذِیْ یَسْمَعُ وَبَصَرَہُ الَّذِیْ یُبْصِرُ کا تماشا دکھلا رہے تھے مگر کیا ممکن کہ نظر بر قدم اور ہوش در دم سے گردن اُٹھا کر کسی طرح کا دعویٰ یا لاف زنی کریں۔

اِس گستاخی کے بعد معروض خدمت ہے کہ طالبِ عرفان کو خصوصیتِ چہا وچہا سے کیا غرض حصُولِ مطلب چاہئیے۔ جس سے ہو۔ آپ ہی معنے کلمہ طیبہ کا جو اصل ایمان اور عرفان کا ہے۔ فقط ظاہری طور پر فرما دیویں۔ محاورہ قرآن کریم میں لفظ اِلٰہ کا درحالتِ اتصاف بالوحدۃ مثل اِلٰہٗ وَّاحِدٌ کے۔ اور ایسا ہی وقت اضافت موحدین کی طرف مثل اِلٰھُکُمْ وَاِلٰہُ اٰبَائِکُمْ مراد اس سے معبودِ حقیقی ہوتا ہے اور وقت استغراق کے مثل وَمَا لَکُمْ مِّنْ اِلٰہٍ غَیْرُہٗ اور جمعیت کی مثل لَوْ کَانَ ھٰٓؤُلَآءِ اٰلِھَۃً مَّا وَرَدُوْھَا اور ایسا ہی وقت اضافت کے

marfat.com

مُشرکین کی طرف مُراد اس سے معبُودات ممکنہ مثل اصنام وغیرہ کے ہوتے ہیں۔ بنائً علیہ لفظ اِلٰہ جو لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ میں واقع ہے مُراد اس سے اٰلِھَہ ممکنہ ہوں گے۔ اَور نیز تقریب بھی اسی صُورت میں تام ہوتی ہے کیونکہ براہینِ خمسہ میں مُراد اٰلِھَہ سے اصنام ہی ہیں مثلاً لَوْ کَانَ فِیْھِمَا اٰلِھَۃٌ اِلَّا اللّٰہُ لَفَسَدَتَا بعد تعیین اِرادہ اصنام کے اِلٰہ سے کلمہ طیبہ میں تقدیر امکان یا وجُود کی مستلزم ہے وقوعِ کِذب کو۔ (العیاذ باللّٰہ) اصل اسلام میں جو کلمہ طیبہ ہے۔ کیونکہ اس وقت معنٰے یہ ہوگا کہ کوئی فرد افرادِ معبُوداتِ ممکنہ سے یعنی اصنام و کواکب وغیرہ ممکن نہیں یا موجُود نہیں۔ اَور استیلاءِ صفاتی بعضہا علیٰ بعضٍ جیسا کہ منافی للوجُوب بر تقدیرِ وحدت وجُوب نہیں۔ ایسا ہی بر تقدیر تعدد بھی نہ ہوگا۔ بنائً علیہ اگر ارادہ استحقاق للعبادۃ کا حقیقی طور پر جو مساوق للوجُوب ہے عنوان موضوعی یا محمولی سے بھی کیا جائے تو مستلزم لَمَا کَانَتَا یا لَفَسَدَتَا کو نہیں ہو سکتا۔ اَور ازلیت امکان چونکہ مستلزم ہے امکانِ ازلیت کو مادۂ وجُوب میں۔ لہٰذا ممکنہ عامہ موجبہ جزئیہ جو نقیض ہے ضروریہ سالبہ کلیہ کی یعنی لَا اِلٰہَ مَوْجُوْدٌ بالضرورۃ کی۔ (العیاذ باللّٰہ) صادق ہوگا۔ الغرض تقدیر ممکن یا موجُود یا مستحق زعمی کی مستلزم ہے وقوعِ کِذب کو مدعیٰ میں۔ اَور ارادہ اِستحقاقِ واقعی کا مقتضی ہے بطلانِ براہین کو۔"

اِس تقریر سے ناظرین پر ظاہر ہوگیا ہوگا کہ جواب تفتازانیؒ اَور شیخ اکبرؒ وغیرہ علماء کا دفع اشکال مذکور میں مفید نہیں۔ جواب اِس کا حسب محاورۂ قرآنیہ چاہیئے۔ اَور یہ بھی معلوم ہو کہ فرق کرنا تعاوق فیما بین الذوات اَور تعاوق فیما بین الصفات میں بعد اشتراک فی الوجُوب کے مُفید نہ ہوگا۔ جیسا کہ وجُوب بالذات اَور بالغیر میں۔ کیونکہ یہ مجوّز ہے سلب صفات کو ذاتِ واجبیہ سے فی مرتبۃ من المراتب ایسی گفتگو کہ جس سے خود نمائی کی بُو آتے۔ شانِ عیسویت اَور وضع مہدویت کو ہرگز شایان نہیں۔

حضرات ناظرین پر مخفی نہ رہے کہ دوبارہ متوجہ ہونا اِس بے ہیچ کا اس امر غیر معتاد کی طرف جس کو آج کل بڑا کمال سمجھا جاتا ہے مشروط ہے بایں شرط کہ اگر کوئی صاحب برخلاف مضامین مسطورہ رسالہ ہٰذا کے اپنے مسلک کو یا تو تفاسیرِ معتبرہ سے مثل ابن جریر و ابن کثیر کے جن میں روایات صحابہ کرامؓ بالاسناد مذکور ہوں اَور احادیثِ صحیحہ سے ثابت کرے اَور یا فقط قرآن کریم سے حسب استنباط اپنے کے مدعیٰ کو مدلل کرے جس کو علماء ثقات، فصحا و بلغا قبول فرمائیں۔ نہ کہ مثل ازالہ اَور ایامِ صُلح وغیرہ کے جن کی نقل اَور استنباط دونوں میں غلطی اَور سُقم ہے۔ وَمَا اُبَرِّئُ نَفْسِیْ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَۃٌ بِالسُّوْٓءِ۔ اَللّٰھُمَّ اَصْلِحْ اُمَّۃَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَللّٰھُمَّ اَفْرِجْ عَنْ اُمَّۃِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاغْفِرْ اُمَّۃَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِیْنَا اَوْ اَخْطَاْنَا وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ وَصَلِّ وَسَلِّمْ عَلَی الْمَظْھَرِ الْاَتَمِّ لِاِسْمِکَ الْاَعْظَمِ سَیِّدِ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ سَیِّدِنَا اَبِی الْقَاسِمِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰٓی اٰلِہٖ وَعِتْرَتِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ ط

---

marfat.com

سوال ۔کیا ہے عقیدہ اجماعیہ اہلِ اسلام کا دربارہ مرفوع ہونے یعنی اُٹھائے جانے مسیح بن مریم کے آسمان پر۔

جواب ۔کافۂ اہلِ اسلام مسیح بن مریم کو مرفوع الی السماء بجسدہ العنصری مانتے ہیں اِلّا بعض اہلِ تحقیق کہ جسمِ برزخی کے قائل ہیں۔ مگر نزولِ مسیح پر سب ہی اتفاق رکھتے ہیں۔

سوال ۔یہ عقیدہ محض اجماع کو رانہ اور لا اَصْلَ لَہٗ ہے جیسا کہ مرزا صاحب نے ازالہ اوہام میں لکھا ہے یا کوئی دستاویز قرآن اور حدیث سے بھی رکھتا ہے۔

جواب ۔آیۃ کریمہ مَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ نص صریح ہے رفع جسمی میں۔

سوال ۔بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ سے رفع روحانی مراد ہے بشہادۃ محاورۂ قرآنیہ يٰٓاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِيْٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً۔

جواب ۔کلمہ بَلْ آیۃ مذکورہ میں جس کا ترجمہ "بلکہ" ہوتا ہے ابطال ماقبل کے لئے ہے یعنی اللہ تعالیٰ زعم یہود کو جو عیسٰے بن مریم کی مقتولیت اور مصلوبیت کے قائل تھے باطل کرتا ہے اور ماقبل اور مابعد بل اضرابیہ ابطالیہ کے متضاد ہوتے ہیں یعنی دونوں معاً متحقق نہیں ہوتے۔

فائدہ جلیلہ

قولہ تعالیٰ وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ من جملہ اقسام قصر الموصوف علی الصفۃ کی ایک قسم ہے یعنی قصر قلب کلمہ بَلْ کا مفرد میں اضراب یعنی اعراض کے لیے ہوتا ہے۔ اگر بعد امر یا اثبات کے واقع ہو تو اثبات حکم کا مابعد کے لیے کرے گا اور معطوف علیہ کو کالمسکوت عنہ کر دے گا اور بعد نفی یا نہی کے حکم اول یعنی منفی یا منہی کو برحال خود رکھے گا اور ضد اُس حکم کی مابعد کے لیے ثابت کرے گا۔ جیسے قَامَ زَيْدٌ بَلْ عمرو اور لِيَقُوْمَ بَكْرٌ بَلْ خَالِدٌ پہلی مثال میں قیام کا اثبات عمرو کے لیے ہوگا نہ زید کے لیے کیونکہ عمرو بَلْ کے مابعد واقع ہوا ہے اور ماقبل اس کے قَامَ زَيْدٌ مقولہ غلطی پر مبنی ہے۔ اور دوسری مثال لِيَقُوْمَ بَكْرٌ میں طلب قیام خالد سے ہے نہ بکر سے وغیرہ۔ اور نفی نہی کی صورت میں ماقبل کے لیے حکم نفی کا بحال رہے گا اور مابعد کے لیے اثبات کا جیسا کہ:۔

لو اکن فی مربع بل یتهما لا تضرب زیدًا بل عمروا

اور جس صورت میں مابعد بَلْ کے جملہ ہو تو ابطال جملہ اُولیٰ اور اثبات جملہ ثانیہ کے لیے ہوگا۔ قولہ تعالیٰ بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ یا انتقال من غرض الی غرض آخر پر دال ہوگا۔ قولہ تعالیٰ بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا۔ یہ بھی معلوم ہو کہ بَلْ دونوں صورتوں یعنی مفرد و جملہ میں عطف کے لیے ہوتا ہے۔ بنا بر تحقیق اور مشہور عند النحاۃ عاطفہ ہونا اس کا مختص بالمفرد ہی ہے یعنی جس صورت میں کہ بعد اُس کے مفرد واقع ہو اور جملہ میں حرف ابتدا کا ہوگا۔ بنا بر مشہور بل مشترک ٹھہرا عطف اور ابتدا میں۔ اور ظاہر ہے ذکی ماہر پر کہ عدم اشتراک صحیح ہے بہ نسبت اشتراک کے۔ فقط بودے لوگ سرسری جو امتیاز درمیان معنے وضعی اور اُس کے افراد میں نہیں کر سکتے جب استعمال لفظ کا افراد میں بھی معنی وضعی مطلق کی طرح پاتے ہیں تو اُن کو دھوکا اشتراک اللفظ بین المطلق والافراد کا لگ جاتا ہے بلکہ فرد معین ہی کو بلحاظ کثرت استعمال کے موضوع سمجھ لیتے ہیں جیسا کہ آج کل اردو خوانوں کو لفظ توفّی میں دھوکا لگا ہوا ہے۔ بیان اس کا عنقریب آئے گا۔ کلمہ بَلْ کا موضوع لہٗ فقط اعراض ہے۔ پہلے کالمسکوت عنہ کرنا یا تقریر اُس کی۔ علی ہذا القیاس انتقال ذات پہلے کی یا انتقال غرض سے۔ یہ سب انواع ہیں اعراض کے لیے جو معنے وضعی ہے

marfat.com

(بحر العلوم مُسلّم الثبوت) الغرض کلمہ بَلْ کا بنا بر تحقیق ہذا آیۃ مذکورہ میں حرفِ عطف ٹھہرا ابطال جملہ اُولیٰ یعنی قَتَلُوْہُ کے لیے۔ اور منجملہ طرقِ قصر کے قصر بالعطف بھی ہے جس میں متکلم پر واجب ہے کہ نص علی المثبت والمنفی کرے کیونکہ مطلق کلام قصری کو متکلم تمیز بین الخطاء والصواب کے لیے بولتا ہے تاکہ مخاطب کے اعتقاد میں جو خلط بین الصواب والخطاء ہے نکل جاوے اور بالخصوص قصر بالعطف میں کسی طرح ترک کرنا تصریح کا جائز نہیں۔

مَانَحْنُ فِیْہِ میں یہود کا افتراء دو وجہ سے تھا۔ ایک مسیح کا بذریعہ صلیب کے مقتول کہنا۔ دُوسرا اُس کی مقتولیت کو محقق بولنا۔ یعنے اِنَّا قَتَلْنَا سے تعبیر تاکیدی کرنی۔ وجہ اول کو متکلم بلیغ نے وَمَا قَتَلُوْہُ وَمَا صَلَبُوْہُ سے رَدّ کیا۔ دُوسرے کو وَمَا قَتَلُوْہُ یَقِیْنًا بَلْ رَّفَعَہُ اللّٰہُ اِلَیْہِ سے۔ اَب اگر بَلْ رَّفَعَہُ اللّٰہُ اِلَیْہِ کو کنایہ اعزاز و اکرام سے کہا جاوے جیسا کہ مرزا صاحب وَرَافِعُكَ اِلَیَّ میں فرماتے ہیں تو مقتضائے قصرِ قلب کے چاہیئے کہ مابعد بَلْ یعنی اعزاز اور ماقبل اُس کا یعنی مقتولیت مجتمع نہ ہوں مع آنکہ مقتول مومنین میں سے اعلیٰ درجہ کا معزز و مکرم عند اللہ ہوتا ہے۔ قصر قلب میں اگرچہ تنافی بین الوصفین بنا بر تحقیق ضروری نہیں مگر احد الوصفین کا ملزوم نہ ہونا دُوسری وصف کے لیے نہایت ضروری ہے تاکہ مخاطب کا اعتقاد برعکس ما یذکرہ المتکلم کے متصوّر ہو۔ اور اگر رفع سے مُراد موت طبعی بعد واقعہ صلیب بعرصہ دراز مثل مزعوم مرزا صاحب کے لی جاوے تو بحسب مضمونِ بالا کے تصریح بہ بل بقی حیا ثم توفّٰہ اللّٰہ و رفعہ الیہ کی ضروری ہے ورنہ فصاحت اور بلاغتِ قرآنِ کریم میں جو اعلیٰ وجوہ اعجاز اُس کے سے ہیں خلل واقع ہوگا متکلم بلیغ کی شان سے بالکل بعید ہے کہ مقتضائے مقام یعنی تمیز ضروری کو چھوڑ کر مزید براں ایسی کلام بولے جس کا معنے بحسب التبادر مخالف ہو معنے مُراد سے کیونکہ بَلْ رَّفَعَہُ اللّٰہُ اِلَیْہِ سے تحقیق رفع دروقتِ واقعہ صلیب یا قبل اُس کے بحسب محاورۂ قرآنیہ وغیرہ مفہوم ہوتا ہے۔ دیکھو بَلْ جَآءَ هُوَ بِالْحَقِّ جو بعد اَمْ یَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىہُ کے واقع ہے اور ارادہ موت طبعی کا رَفَعَہُ اللّٰہُ اِلَیْہِ سے مع زعم تحقق اُس کے قبل از واقعہ صلیب مستلزم ہے وقوعِ کذب کو کلام الٰہی میں (العیاذ باللہ لانتفاء المحکی عنہ) بعد از قطعِ احتمالاتِ مذکورہ آیۃ بَلْ رَّفَعَہُ اللّٰہُ اِلَیْہِ کی محکم ٹھہری رفعِ جسمی مسیح میں۔ لہٰذا اہلِ لسان اور محاورہ دان صحابہ اور سلف سے (رضوان اللہ علیہم اجمعین) رفعِ جسمی کو آیۃ ہذا سے ایسے سمجھے ہوئے تھے کہ کسی سے اِس آیت کے معنے میں اختلاف مروی نہیں۔ اور اِسی وجہ سے چونکہ محکم ہے رفعِ جسمی میں تو مختص ہوگی واسطے اُن آیات اور احادیث کے جو باعتبار عموم اپنے کے دال ہیں وفاتِ مسیح پر مثل قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اور مَا مِنْ نَفْسٍ مَّنْفُوْسَةٍ الخ وغیرہ وغیرہ۔ اور یہی قرینہ صارفہ ہے ارادہ کرنے معنے موت کے تَوَفَّیْتَنِیْ سے اور مُتَوَفِّیْكَ سے بر تقدیر عدم تقدیم و تاخیر کے۔ اور یہی آیت باآواز بلند کہہ رہی ہے کہ شَهِیْدًا مَّا دُمْتُ فِیْهِمْ میں حیًّا ملحوظ نہیں ہے۔ اور یہی آیۃ قرینہ ہے حدیث فَاَقُوْلُ كَمَا قَالَ الْعَبْدُ الصَّالِحُ الخ میں فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ سے معنے غیر موت کا لینے کے۔ اور یہی آیۃ قرینہ ہے حدیث لَوْ كَانَ مُوْسٰى وَعِیْسٰى حَیَّیْنِ الخ میں بر تقدیر صحت کے حیات سے حیات فی الارض مُراد لینے کی۔ اور یہی آیۃ بعد از قطعِ احتمالاتِ مذکورہ کے اِستبعادِ عقلِ انسانی کو جو دربارہ مرفوع ہونے جسمِ مسیح کے بجسدہ العنصری آسمان پر تھا زائل کر رہی ہے۔

ھٰذہ الآیۃ تکفی جوابا لجمیع السوالات وان اجبنا لکل سوال تبرعًا۔ محاورۂ قرآنِ کریم اور عرف بغیر تخصیص بلغۃٍ دون لغۃٍ اِس پر شاہد ہیں۔ وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ ۝ ولدیت اور عبودیت تنافی ہیں تحقق میں۔ اَمْ یَقُوْلُوْنَ بِهٖ جِنَّةٌ بَلْ جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ مجنونیت اور اتیان بالحق یعنی منجانب اللہ حق کو عباد کی طرف لانا متضاد نہیں۔ مثلاً زید کو میں نے مارا نہیں بلکہ اُس کو عزت دی۔ "عمر کو میں نے بھوکا نہیں چھوڑا بلکہ پیٹ بھر کے کھلایا۔" مارنا اور عزت دینی۔ ایسا ہی بھوک اور سیری باہم متضاد ہیں۔

بعد تمہید ہذا آیت وَمَا قَتَلُوْہُ یَقِیْنًا بَلْ رَّفَعَہُ اللّٰہُ اِلَیْہِ میں بھی حسب مقتضٰی کلمہ بَلْ مقتولیت اور مرفوعیت یعنی مسیح کے مارے

marfat.com

جانے اَور اُٹھائے جانے میں منافات اَور عدم اجتماع فی التحقیق چاہیئے۔ اَور ظاہر ہے کہ مابین[1] مارے جانے اَور اُٹھائے جانے رُوح کے آسمان کی طرف کچھ منافات نہیں۔ دونوں امر معاً پائے جاتے ہیں۔ مقربین میں سے جو قتل کیا جاتا ہے اُن کی اَرواح بھی عالمِ علوی کو اُٹھائی جاتی ہیں۔ اب بالضرور رفع جسمانی لینا پڑے گا کیونکہ مسیح کے قتل جسمی اَور رفع جسمی دونوں میں تضاد اَور تنافی ہے۔ اگر جسمِ مسیح یہُود کے ہاتھ مقتُول ہو تو وہی جسم عالمِ بالا کی طرف مرفوع نہ ہوا۔ اَور اگر مسیح بجسدہ العنصری بحفظ و امان اُٹھائے گئے تو یہُود کے ہاتھ میں مقتول نہیں ہو سکتے۔ اَور یہ بھی خیال رکھنا چاہیئے کہ رَفَعَهُ اللّٰهُ میں رَفَعَ جو صیغہ ماضی ہے اِس کی ماضویت کس کی نسبت ہے۔ اِس کا ماضی ہونا بہ نسبت ماقبل بَلْ کے ہے جس کو باطل کرنا منظور ہے۔ وُہ کیا۔ قَتَلُوْهُ۔ اِس امر کو ہم قرآنی شہادت سے ثابت کرتے ہیں دیکھو بَلْ جَآءَ هُمْ بِالْحَقِّ لانا آیاتِ قُرآنی کا منجانب اللہ پہلے ہوا۔ بعدازاں نسبت جنُون کی کفّار نے آپ کی طرف کی۔ اَب بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ سے ثابت ہوا کہ تحقق رفع قبل از تحقق قتل زعمی یہُود کے ہوا ہے یعنی پہلے جسمِ مسیح بحفظ و امان آسمان کی طرف اُٹھایا گیا۔ بعدازاں یہُود نے اُن کی شبیہ کو قتل کیا۔ اَور بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ کو قیاس يٰۤاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ الخ پر کرنا بے جا ہے۔ کیونکہ اِس میں خطاب نفس کی طرف ہے نہ جسم مع الرُّوح کو بخلاف رَفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ کے۔ کہ مرجع ضمیر منصُوب متصل کا۔ یعنی رفع میں جو ضمیر ہے وُہ ہی مرجع ہے جو ماقبل اس کے مَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ کے لیے ہے یعنی جسم مع الرُّوح۔

یہ بھی سمجھنا ضروری ہے کہ اصل واقعہ میں یا اُس کے علم میں تغیر کا ہونا اِس امر کو نہایت مدخل ہے کلام کے حقیقت یا مجاز ہونے میں۔ ایک ہی کلام کبھی حقیقت ہوتی ہے معنے مُراد میں جب اصل واقعہ اعتقاداً یا بحسب نفس الامر ایک طرح ٹھہرایا جاتے اَور اسی کلام کو بعینہٖ افراد

---

[1] قولہ مابین الخ توضیح مقام آنکہ رَفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ یا تو کنایہ ہوگا اعزاز اَور رفع منزلت سے جیسا کہ مرزا صاحب بشہادت محاورہ اَور حوالہ کتب لغت لیتے ہیں اِس صورت میں ظاہر ہے کہ قتل اَور قربِ الٰہی میں تضاد نہیں بلکہ قتل اَور شہادت موجب مستقل ہے رفع منزلت عند اللہ کے لیے سوائے نبوّت کے۔ اَور یا مُراد اس سے رفع رُوحی بطریق موت طبعی کے ہوگا بقرینہ وعدہ توفّی یعنی يٰعِيْسٰۤى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَىَّ۔ فقط لفظ مُتَوَفِّيْكَ اگرچہ مطلق موت پر دال ہے عام اِس سے کہ اپنے آپ ہو یا بمباشرت قتل کے لیکن حصر جو مستفاد ہے ضمیر متکلم کے مسند الیہ اَور صیغہ مشتق کے مسند بنانے سے مفید ہے موت طبعی کا۔ اِس تقریر پر اگرچہ تضاد متحقق ہے مگر بلحاظ اِس کے کہ ماضویت توفّی اَور رفع کی۔ بَلْ تَوَفَّاهُ اللّٰهُ وَرَفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ میں بہ نسبت ماقبل کلمہ بَلْ کے ہوتی ہے چاہیئے کہ موت طبعی مسیح کی قبل از واقعہ قتل و صلیب زعمی متحقق ہو۔ حالانکہ کوئی مؤرخ نہ اسلامی اَور نہ غیر اسلامی اس کی شہادت نہیں دیتا۔ بلکہ ابنِ عباس اَور سائر اہلِ اسلام قاطبۃً الی یومنا ہذا رفع جسمی مسیح کے قبل از واقعہ صلیب کے قائل ہیں تفسیر نقلی صحابی کی چُونکہ حکم مرفوع میں ہوتی ہے۔ بنا بر مسلمان کے لیے واجب التسلیم اَور ضروری القبول ہوگی۔ کیسے نہ ہو۔ رفع جسمی قبل از واقعہ صلیب کا مضمُون جو اثر ابنِ عباسؓ میں عنقریب آئے گا نہ تو معتقد یہُود اَور نصاریٰ کا تھا تا کہ احتمال روایت ابن عباسؓ کا اہلِ کتاب سے ہو اَور نہ خود ابنِ عباسؓ اِس مضمُون کو اپنے اختراع سے پیدا کر سکتے ہیں۔ لہٰذا یہی ماننا پڑے گا کہ بالضرور ابنِ عباسؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے۔ اَور مؤرخ غیر اسلامی یعنی یہُود و نصاریٰ ——— ——— موت بالقتل والصلیب مسیح کے قائل ہیں۔ اَور مرزا صاحب موت طبعی بعد از واقعہ صلیب کے معتقد ہیں حسب زعم ان کے بَلْ بَقِىَ حَيًّا ثُمَّ تَوَفَّاهُ اللّٰهُ وَرَفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ چاہیئے تھا۔ الحاصل تقدیر مذکور مستلزم ہے فقدان محکی عنہ کی وجہ سے وقوعِ کذب کو۔ العیاذ باللہ آیت مذکور میں بعد بطلان احتمالات مذکورۃ الصدر کے یہی متعین ہوا کہ مُراد رَفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ سے رفع جسمی ہے اَور تَوَفَّاهُ اللّٰهُ سے جو قبل از رَفَعَهُ اللّٰهُ کے بقرینہ وعدہ مقدر ہے معنے قَبَضَهُ اللّٰهُ کا۔ آیۃ مذکور جیسا کہ نص ہے ابطال افترا یہُود اَور رفع جسمی مسیح میں ایسے ہی قرینہ صارفہ ہے ارادہ معنے موت کے لیے مُتَوَفِّيْكَ اَور فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِىْ سے اَور یہی وجہ ہے قول بالتقدیم والتاخیر کی۔ آیۃ يٰعِيْسٰۤى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَىَّ میں بر تقدیر ارادہ معنے موت کے مُتَوَفِّيْكَ سے۔ باقی رہا یہ زعم کہ لفظ توفّی کا قرآن کریم میں فقط معنے موت ہی میں مستعمل ہے یہ صرف سادہ لوحوں اَور بودوں کا خیال ہے۔ اِس کی تحقیق عنقریب آئے گی۔ انشاء اللہ۔ ۱۲

marfat.com

مجاز میں سے شمار کیا جاتا ہے جس حالت میں کہ اصل واقعہ دِگرگوں قرار دیا جائے۔ مثلاً اَنْبَتَتِ الرَّبِیْعُ الْبَقْلَ یعنی موسم ربیع نے ترکاری اُگائی جس حالت میں کہ قائل اس کا مومن ہو۔ مجاز ہوگا کیونکہ وُہ اسناد ہے اِلیٰ غیر ما ہو لہٗ عند المتکلم۔ اَور یہی قول حقیقت کی امثلہ میں شمار کیا جائے گا۔ جب کہ قائل اس کا جاہل ہو یعنی وُہ شخص جس کے اعتقاد میں فی الواقع اُگانے والی موسم ربیع ہے۔ کیونکہ حسب اعتقاد اس کے اسناد فعل کی اِلیٰ ما ہُو لہٗ اِس کلام میں واقع ہے۔ اقسام اِس بحث کے بہت ہیں۔ ناظرین کی ملالت اَور تشویش کے باعث اِسی پر اِکتفا کی جاتی ہے۔

ایسے کشف فلان عن ساقہٖ۔ فلانے نے اپنی پنڈلی سے پردہ اُٹھایا۔ جس حالت میں کہ فلانے نے فی الواقع اپنی ساق کو بروقت گذرنے کے پانی سے یا کسی اَور تقریب سے برہنہ کیا۔ یہ کلام حقیقت ہوگی یعنی لفظ کشف اَور ساق اپنے اپنے معنے حقیقی میں مستعمل ہوں گے۔ اَور درحالیکہ فلانے نے پنڈلی کو برہنہ نہیں کیا بلکہ کسی کام کی تیاری میں مصرُوف ہو رہا ہے۔ اُس وقت یہی کلام کشف فلان عن ساقہٖ کنایہ ہوگی مُستعد ہونے سے اُس کام پر۔

اَب اگر کوئی ظاہر بین[1] اُردُوخوان نام کا مولوی کسی کتاب میں دُوسرے معنے کو جو حسب محاورہ ہے معنے کنائی اَور کلام مذکور کو کنایہ لکھا ہُوا دیکھ کر منحصر ہونا اس کلام کا معنے اِستعداد ہی میں بشہادت محاورہ سمجھ لے تو منشاء اس کا بجُز جہالت کے اَور کیا ہے۔ لفظ رفع کا صِلہ جب اِلیٰ واقع ہو تو بہرحال اُس کو اسی معنے میں یعنی کسی کو کسی کے ساتھ نزدیک کرنا اَور مرتبہ دینا منحصر سمجھنا بشہادتِ محاورہ جس کو اہلِ لُغت نے بھی بیان کیا ہے اِسی قبیل سے ہے جو بیان کر چکا ہُوں یعنی جہالت ہے۔ حدیث شریف میں یہی محاورہ ہے فرفعہٗ اِلیٰ یدہٖ۔ ای دفعہ الیٰ غایۃ طول یدہٖ لیراہ الناس فیفطرون (مجمع البحار) رفع جسمی میں وارد ہے بغیر رفع منزلت کے۔ ایسا ہی یرفع الحدیث الیٰ عثمان اَور یرفعہ الی النبی صلعم۔ اَور ایسا ہی یرفع الیہ عمل اللیل قبل عمل النہار۔ ای الیٰ خزائنہ لیضبط الیٰ یوم الجزاء (مجمع البحار) اِن سب میں یہی محاورہ اُٹھانے چیز میں بعینہٖ جوہر ہو یا عرض مدخُول اِلیٰ کی طرف مستعمل ہے بغیر ارادہ رفع مرتبہ کے۔ ما نحن فیہ میں جب اثر صحیح ابنِ عباسؓ وغیرہ کا دربارہ مرفوع ہونے جسم مسیح کے اَور نص بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ کی جو کئی وجُوہ سے شہادت رفع جسمی مسیح پر دیتی عنقریب بیان ہوں گے۔ پھر اصل واقعہ کو خیال نہ کرنا اَور رفع کو فقط رفع بحسب المرتبہ میں منحصر سمجھ لینا خطا در خطا ہے۔ ایک تو صاحب صراح وغیرہ کی غرض نہ سمجھی اُنہوں نے تو اِستعمال رفع کا درحالتِ صِلہ واقع ہونے اِلیٰ کے معنے رفع منزلت اَور علوِ قدر میں ذکر کیا یعنی لفظ رفع کا اس حالت میں معنے مذکور میں اِستعمال ہوتا ہے یعنی بشرطِ مُطابقت اصل واقعہ اَور ارادہ اس معنے کے نہ یہ کہ جہاں رفع کا صِلہ ہو اِلیٰ ہو بالضرور رفع منزلت بغیر رفع جسمی کے مدلُول لفظ رفع کا ہوگا۔ اگرچہ اِرادہ متکلم کا ادا کرنے معنے رفع جسمی کا بعبارتِ مذکُورہ بھی ہو۔ کشف عن الساق کو جو کنایۃً[2] بحسبِ محاورہ تیار ہونے سے ٹھہراتے ہیں۔ اِس کا یہ مطلب نہیں کہ کسی وقت معنی حقیقی پر دال نہ ہوگا۔

الغرض صِلہ اِلیٰ قرینہ صارفہ اِرادہ معنے رفع جسمی سے نہیں بلکہ مجوّزہ ہے اِرادہ معنے رفع منزلت کے لیے بروقت موجُود ہونے قرینہ

---

[1] حضرت مؤلف قدس سرّہٗ چونکہ حکیم الاُمّت تھے اس لیے آپؒ نے خُداداد نگاہِ بصیرت سے آنے والے دَور میں گمراہی کے دو بڑے سبب بیان فرمائے ایک دینی علُوم اَور اُن کے موقوف علیہ لازمی علُوم سے بے بہرہ ہونا اَور فقط سرسری طور پر اُردُو تراجم پڑھ کر ہمچوں ما دیگرے نیست کا دعویٰ جسے آپ موجودہ اُردوخوان اَور زعمی مولویوں کا کارنامہ قرار دیتے ہیں۔ دُوسرا مروجہ مغربی سائنس اَور فلسفہ کے اصُول کو قطعی سمجھ کر قرآن و احادیثِ متواترہ سے اِنکار، جس کا بانی تعلیم یافتگانِ لندن کو قرار دیا ہے کیونکہ وُہ برطانوی دَور کا عرُوج تھا۔ ورنہ اِسلامی شعائر و احکام اَور دین کے اصُول کے خلاف نظریات رکھنے والے سب اِس میں داخل ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے شر سے محفُوظ رکھے۔
فیض عفی عنہ

[2] معنے کنائی حقیقی کے ساتھ جمع ہو سکتا ہے نہ مجازی۔ ۱۲ مطول

marfat.com

صارفہ کے یعنی لفظ رفع سے مُراد رفع بحسب المرتبہ نہ ہوگا مگر اُسی صُورت میں کہ صلہ اس کا کلمہ الیٰ واقع ہو نہ بالعکس یعنی یہ نہیں کہ جس جگہ صلہ اُس کا الیٰ ہو اُس جگہ بغیر اس رفع منزلت کے رفع جسمی پر دال نہ ہوگا مطلقہ عامہ کو محصُورہ کلیہ سمجھ لیا۔ دُوسری خطایہ ہے کہ رفع جسمی اُور رفع بحسب الدرجہ میں تبایُن کلی اُور منافاۃ فی التحقق سمجھ لی۔ حالانکہ مانحن فیہ میں تو رفع جسمی کی صُورت میں رفع بحسب القدر بالاولیٰ اُور بالاحسن معلوم ہوتا ہے۔

اِس تحقیق سے ناظرین کو اچھی طرح مرزا صاحب اُور اُن کے مُخلصین کا دھوکا کھانا معلوم ہو سکتا ہے۔ القول الجمیل تصدیق المثیل کے صفحہ ۵۹ و ۶۰ کو مُلاحظہ کریں۔ مرزا صاحب اُور اُن کے اتباع فرماتے ہیں کہ قرآن یا حدیث میں لفظ سما جس کا معنے آسمان ہے متعلق رفع اور نزُول مسیح کے نہیں آیا یعنی رفعہ اللہ الی السّماء اُور ینزل من السّماء۔ بھلا صاحب یہ تو فرمائیے کہ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ جس کا مدلُول خدا کی طرف مرفوع ہونا ہے رفع رُوحانی ہی سہی کس طرح متحقق ہوگا۔ اُور ایسا ہی اِرْجِعِیْ اِلٰی رَبِّكِ اپنے رب کی طرف رجُوع نفس کی صُورت کیا ہوگی۔ اُور اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهٗ میں چڑھ جانا کلماتِ طیبہ اُور عملِ صالح کا مرفوع ہونا خُدا کی طرف کیسے ہوگا۔ یہی تو فرماویں گے جیسا احادیث میں وارد ہے کہ خُدا کی طرف مرفوع ہونا یا رجوع ہونا یا چڑھ جانا۔ اس کی یہی صُورت ہے کہ آسمان کو جو محل ہے عبادِ مکرمین کا قرارگاہ ان کی بنائی جائے۔ نہ کہ سوائے آسمان کے زمین میں یا آسمان اُور زمین دونوں سے باہر رکھ دیا جائے۔ ایسا ہی رفع جسمی کی صُورت میں بھی لفظ اِلَيْهِ کا ملاحظہ فرما کر سماء کو مذکور سمجھیں۔ پس رفع الی اللہ اُور رفع الی السّماء۔ ایسا ہی رجوع الی الرّب اُور صعود الی السّماء متساوق فی المعنے ہیں۔ احادیث میں تو صراحۃً بھی آ گیا ہے۔ اُور رسالہ ہذا میں عنقریب ناظرین مُلاحظہ فرما سکتے ہیں۔

آیۃ مذکُورہ یعنی بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ جیسا کہ اثبات رفع جسمی مسیح اُور ابطال افترا یہود کہ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ کہتے تھے۔ اُور تردید عقیدہ نصاریٰ باتباع یہُود فرما رہی ہے۔ ایسا ہی تکذیب عقیدہ فرقہ نیچریہ اُور مرزائیہ کی بشہادت سیاق و آثارِ صحابہ و احادیثِ صحیحہ کر رہی ہے۔ احادیثِ صحیحہ کے نام لینے میں مَیں بھُول گیا ہُوں۔ حضرت سائل تحقیق اُور استفسار سے ہی نہ رہ جائیں۔ کیونکہ ان کے اصُول موضُوعہ میں سے تقابل قرآن اُور حدیث صحیح بھی ہے۔ اِس مغالطہ سے بڑے کام نکلتے ہیں جب عوام کالانعام سے مخاطب ہو کر پُوچھتے ہیں کہ بتاؤ میاں خداوندکریم کی کلام پاک متقدم ہے یا بندہ کی۔ ناچار مخاطبین حسب لیاقت اپنی کے یہی بول اُٹھتے ہیں کہ خُدا کی کلام اُور بندہ کی کلام میں اتنا فرق ہے جس قدر کہ دونوں متکلموں کا آپس میں یعنی خُدائے عزّوجلّ اُور بندہ میں۔ خدا خُدا اُور بندہ بندہ۔ یہ کوئی نہیں کہتا۔ اجی حضرت! آپ سوال تقدیم و تاخیر من حیث العظمۃ والمنزلت سے فرما رہے ہیں یا من حیث التفصیل والبیان سے۔ اگر من حیث العظمۃ ہے تو سب اہل اسلام کلام الٰہی کو زائد العظمۃ[1] مانتے ہیں۔ لہٰذا نماز کا رکن کلام الٰہی ہو سکتی ہے نہ حدیث۔ اُور اگر بجہت التفصیل و تشریح فرماتے ہیں تو حدیث شریف متقدم ہے۔ کیا معنے کہ پہلے مضمُون تفصیلی حدیث شریف ہمارے اذہان میں آئے گا تب اجمال آیت کو ہم سمجھیں گے۔ ہاں صحت میں غور کرنا نہایت ضروری ہے۔ اُس رحمۃ للعالمین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کو حکیم مطلق لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ نے اسی لیے برزخ مابین اپنے اور ہمارے قرار دیا ہے کہ برزخ کی پرلی طرف کی بات برزخ ہی کے مُنہ مبارک سے بعد تشریح سُن لیویں۔ کیونکہ جیسا کہ قولہ تعالیٰ اَنْزَلَ عَلٰی عَبْدِهِ الْكِتٰبَ وَلَمْ يَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا اور اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَآ اَرٰىكَ اللّٰهُ وَلَا تَكُنْ لِّلْخَآئِنِيْنَ خَصِيْمًا اور وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ اِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِي اخْتَلَفُوْا فِيْهِ وَهُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ۔ اور وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ۔ اور حدیث شریف اَلَا اِنِّیْ اُوْتِيْتُ الْقُرْاٰنَ وَمِثْلَهٗ مَعَهٗ یعنی السُّنّۃ اسی برزخ سے

---

[1] یعنی بلحاظ عظمت کلام الٰہی متقدم ہے۔ اسی لیے نماز میں قرآن پڑھنا رکن ہے حدیث پڑھنا نہیں۔ فیض عفی عنہ

marfat.com

مخصُوص ہے۔ ایسا ہی ذمّہ داری اِنَّ عَلَیۡنَا جَمۡعَهٗ وَقُرۡاٰنَهٗ ثُمَّ اِنَّ عَلَیۡنَا بَیَانَهٗ اُسی کو شایاں ہے۔ فَسُبۡحَانَ مَنۡ خَلَقَهٗ وَاَجۡمَلَهٗ وَاَکۡمَلَهٗ وَعَلَّمَهٗ وَاَدَّبَهٗ فَاَحۡسَنَ تَادِیۡبَهٗ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیۡهِ وَسَلَّمَ۔

فرقہ مرزائیہ عیسیٰ بن مریم کے مصلوب ہونے یعنی صلیب پر چڑھانے کے یہُود اور نصاریٰ کی طرح معتقد ہیں۔ فقط صلیب پر مر جانے میں باہم مختلف ہیں۔ یہُود اور نصاریٰ کہتے ہیں کہ مسیح صلیب پر مر گئے۔ اور مرزائیہ صلیب سے زندہ اُتار کر بعد ۸۷ سال کے کشمیر خاص سری نگر میں دفن کرتے ہیں۔ ایّام الصّلح ص۱۱۲۔ اس کا بطلان رَفَعَهُ اللّٰهُ کی ماضویت سے جو بہ نسبت ماقبل بَل یعنی مَا قَتَلُوۡهُ وَمَا صَلَبُوۡهُ کے ثابت کی گئی ہے۔ اصل کتاب سے اور فائدہ جلیلہ سے جو منہیہ میں لکھ چکا ہُوں بخوبی ناظرین معلوم کر چکے ہیں۔ اور یہ بھی خیال رکھنا چاہیے کہ مُراد ماقبل بَل سے نفس قتل اور صلب ہے قطع نظر منفی ہونے اُس کے سے کیونکہ نفی حکایت میں ہے نہ محکی عنہ میں۔ اِس تقریر سے جو صراحۃً نظم قرآنی سے سمجھی جاتی ہے۔ ظاہر ہوگیا کہ سیّد احمد صاحب اور مرزا صاحب اور مصنّف تفسیر حضرت شاہی کو مَا صَلَبُوۡهُ کے معنے میں جو ان صاحبوں نے روایاتِ اناجیل کے مُلاحظہ سے لیا ہے سخت دھوکا ہوا۔ کہتے ہیں مَا صَلَبُوۡهُ یعنی یہُود نے مسیح کی ہڈیوں کو نہ توڑا۔۔۔ ازالہ اوہام ص۳۷۸ سے ص۳۸۲ تک تفسیر حضرت شاہی ص۱۹ فتامل۔ ایسا ہی اِستشہاد میں معنے مذکور پر ساتھ عبارت قامُوس کے وَالۡعِظَامَ اِسۡتَخۡرَجَ وَدَکَهَا۔ اور اس حدیث کے لَمَّا قَدِمَ مَکَّةَ اَتَاهُ اَصۡحَابُ الصُّلُبِ بسکون اللام وضمها وفتحها ای الذین یجمعون العظام ویستخرجون ودکها ویأتدمون به۔ کیونکہ قامُوس کی عبارت کا مفہوم چکنائی کا نکالنا اور شوربا بنانا ہے۔ اور اگر ہڈیوں کا توڑنا بخیال اس کے کہ شوربا بغیر اس کے نہیں بن سکتا صُلب کا معنے قرار دیا جائے تو چاہیے کہ موت طبعی اُس جانور کی یا ذبح اُس کا بھی مدلُول اُس کا ٹھہرایا جائے۔ اور حدیث میں لفظ اصحاب الصّلب سے معنے مذکور سمجھا گیا۔ کیونکہ صُلب کا معنی چکنائی اور اصحاب الصّلب کا معنی چکنائی والے لوگ۔ ہڈیوں کا توڑنا نہ تو لفظ اصحاب کا مدلُول ہے اور نہ صُلب کا۔ دیکھو قامُوس اور مجمع البحار۔ صلیب پر چڑھانے میں تو نظمِ قرآنی اور احادیثِ نزول کو جو استلزاماً رفع جسمی سے خبر دے رہی ہیں اُن سب کو سلام کہہ کر روایاتِ اناجیل سے کام لیا۔ بعد از واقعہ صلیب مسیح کا زندہ رہنا اور عرصہ دراز کے بعد کشمیر[1] میں مدفُون ہونا۔ اس میں اناجیل کو بھی چھوڑا۔

---

[1] سچ ہے "دروغ گو را حافظہ نہ باشد"۔ مرزا جی ازالہ اوہام میں تو لکھتے ہیں کہ مسیح اپنے وطن گلیل میں فوت ہوا مگر ایام الصّلح میں سری نگر یاد آگیا۔ بہرحال اس دروغ کا پردہ عُلمائے اسلام نے اپنی تصانیف میں اچھی طرح چاک کیا۔ اور حضرت مؤلّف نے اس کا سیفِ چشتیائی میں پُوری طرح رد فرمایا ہے۔

فیض عفی عنہ

marfat.com

وجوہاتِ بُطلانِ مذہب مرزائیّہ دربارۂ رفعِ عیسٰی علیہ السّلام

بُطلان اس مذہب خانہ زاد کا آیۃ وَمَا قَتَلُوْہُ یَقِیْنًا بَلْ رَّفَعَہُ اللّٰہُ اِلَیْہِ سے بشہادت کلمہ بَلْ ایک وجہ سے تو ظاہر ہو چکا ہے۔ دُوسری وجہ بُطلان کی اتحادِ مرجع ہے دونوں ضمیروں منصوب متصل کا جو واقع ہیں مَا قَتَلُوْہُ اور بَلْ رَّفَعَہُ اللّٰہُ اِلَیْہِ میں مَا قَتَلُوْہُ میں مرجع ضمیر کا چونکہ جسم مع الرُّوح ہے بَلْ رَّفَعَہُ اللّٰہُ اِلَیْہِ میں بھی نظر بہ اتحاد وُہی مجموع مرجع ہوگا نہ فقط رُوح۔

تیسری وجہ بُطلان کی یہ ہے کہ حق سُبحانہٗ وتعالیٰ سلکِ جرائمِ یہود میں فقط افترا اور بہتان اُن کا ذکر فرماتا ہے یعنی وَقَوْلِھِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِیْحَ عِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ رَسُوْلَ اللّٰہِ فرمایا۔ اور فقط ذکر قتل یا صلیب پر چڑھانے کا بغیر انضمام قول کے نہیں کیا یعنی وَقَتَلْھُمُ الْمَسِیْحَ عِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ رَسُوْلَ اللّٰہِ وصلبھم نہیں فرمایا صلیب پر چڑھانا اور کوچہ بکوچہ رُسوا کرنا اور مار پیٹ سے تکلیف دینا یہ تو بڑا سنگین جرم اور مُوجبِ غضبِ الٰہی ہے بہ نسبت اس کے کہ فقط افترا یا جھوٹ بول دیا ہو۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ فی الواقع مسیح مقتول اور مصلوب نہ تھے بلکہ ایک اور شخص مسیح کے حواریوں میں سے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَکَرُوْا وَمَکَرَ اللّٰہُ وَاللّٰہُ خَیْرُ الْمَاکِرِیْنَ ط یعنی یہود نے مشورہ مسیح کے قتل کرنے کا کیا تھا مگر ہم بڑے اسباب بچاؤ کے جانتے ہیں مسیح کو تو ہم نے اُٹھا لیا اور اس کی شبیہ کو مقتول اور مصلوب کرایا۔ یہود نے حسب زعم اپنے کے یہ کہنا شروع کیا کہ ہم نے مسیح ابن مریم کو جو رسُول منجانب اللہ کہلاتا تھا مصلوب کر کے مار ڈالا۔ مگر یہود اس قتل مسیح کے بارہ میں مشکک تھے اور نصاریٰ بھی باتباع یہود مسیح کی مقتولیت اور مصلوبیت کے قائل ہوتے بغیر ان چند حواریوں کے جو اُس گھر میں جس میں سے مسیح مرفوع الی السماء ہوتے موجود تھے۔ القصہ اللہ جل شانہٗ نے اپنے حبیب پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کو اس واقعے سے خبر دی کہ یہود اس قول میں کہ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِیْحَ عِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ رَسُوْلَ اللّٰہِ مُفتری ہیں اور یقینی طور پر اِنَّا قَتَلْنَا نہیں کہتے بلکہ اس میں بھی مشکک ہیں۔ اور واقعی امر تو یہ ہے کہ مسیح کو اُنہوں نے مقتول اور مصلوب نہیں کیا بلکہ اُس کے شبیہ کو۔ اور مسیح کو تو ہم نے اُن کی ایذا سے بچانے کے لیے آسمان پر اُٹھا لیا۔ اس کے بعد فرمایا وَکَانَ اللّٰہُ عَزِیْزًا ط یعنی یہ خیال مت کرو کہ جسم عنصری آسمان پر کس طرح جا سکتا ہے۔ کیونکہ ہمارا نام عزیز ہے باعزت اور باغلبہ اور ہم اس رفع جسمی پر غالب ہیں۔ ہمارے سامنے کوئی بڑی بات نہیں حَکِیْمًا ط یعنی ہم باحکمت ہیں۔ کوئی کام ہمارا حکمت سے خالی نہیں ہوا کرتا اس مسیح کے اُٹھانے اور بقیہ ایامِ حیوۃ پُورے کرنے میں بھی ایک حکمت ہے۔ وُہ کیا؟ ان کو ہم اپنے حبیبِ اَزلی اور شاہدِ لم یزلی صلی اللہ علیہ وسلم کے خُدّام اور خلفاء سے بنائیں کیونکہ اُس نے یہ منصب ہماری بارگاہ سے بہ نالہائے نیم شبی اور دُعاہائے سحری مانگا ہوا ہے۔ گو کہ ہم زمین میں بھی اُس کے محفوظ رکھنے اور بچانے پر ایذاء یہود سے قادر ہیں۔ مگر ہماری حکمت کا مقتضٰے یہی ہے کہ ہر چیز کے ساتھ معاملہ حسبِ استعداد مادۂ فطرتی اُس کے کیا جاتے۔ نفخ رُوح القدُس مریم کے گریبان میں چونکہ منجملہ اس کے اسبابِ فطرتی کے تھا۔ اور تشبہ بالملائکہ ممتاز طریق پر اُس کو حاصل تھا۔ لہٰذا آسمان پر رہنا اُس کا مُوجبِ تعجب اور خلافِ حکمت نہیں۔ یہاں تک تو حاصل ہے اس آیتِ کریمہ کا۔ وَقَوْلِھِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِیْحَ عِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ رَسُوْلَ اللّٰہِ وَمَا قَتَلُوْہُ وَمَا صَلَبُوْہُ وَلٰکِنْ شُبِّہَ لَھُمْ ط وَاِنَّ الَّذِیْنَ اخْتَلَفُوْا فِیْہِ لَفِیْ شَکٍّ مِّنْہُ ط مَا لَھُمْ بِہٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ وَمَا قَتَلُوْہُ یَقِیْنًا ۙ بَلْ رَّفَعَہُ اللّٰہُ اِلَیْہِ ط وَکَانَ اللّٰہُ عَزِیْزًا حَکِیْمًا ○

---

marfat.com

احادیثِ مُبارکہ

قال ابن ابی حاتم حدثنا احمد بن سنان حدثنا ابو معاویۃ عن الاعمش عن المنهال ابن عمرو عن سعید بن جبیر عن ابن عباس قال لما اراد اللہ ان یرفع عیسٰی الی السماء خرج علی اصحابہ و فی البیت اثنا عشر رجلا من الحواریین - یعنی فخرج علیھم من عین فی البیت و رأسہ یقطر ماء فقال ان منکم من یکفر بی اثنا عشر مرۃ بعد ان اٰمن بی قال ثم قال ایکم یلقی علیہ شبھی فیقتل مکانی و یکون معی فی درجتی فقام شاب من احدثھم سنًّا فقال لہ اجلس ثم اعاد علیھم فقام ذٰلک الشاب فقال اجلس ثم اعاد علیھم فقام ذٰلک الشاب فقال انا فقال ھو انت ذٰک فالقی علیہ شبہ عیسٰی و رفع عیسٰی من روزنۃ فی البیت الی السماء قال و جاء الطلب من الیھود فاخذوا الشبہ فقتلوہ ثم صلبوہ فکفر بہ بعضھم اثنی عشر مرۃ بعد ان اٰمن بہ و افترقوا ثلاث فرق فقالت فرقۃ[۱] کان اللہ فینا ماشاء ثم صعد الی السماء و ھؤلاء الیعقوبیۃ - و قالت فرقۃ[۲] کان فینا ابن اللہ ماشاء ثم رفعہ اللہ الیہ و ھؤلاء النسطوریۃ و قالت فرقۃ[۳] کان فینا عبد اللہ و رسولہ ماشاء اللہ ثم رفعہ اللہ الیہ و ھؤلاء المسلمون - فتظاھرت الکافرتان علی المسلمۃ فقتلوھا فلم یزل الاسلام طامسا حتّٰی بعث اللہ محمدا صلی اللہ علیہ وسلم - و ھذا اسناد صحیح الی ابن عباس و رواہ النسائی عن ابی کریب عن ابی معاویۃ بنحوہ و کذا ذکر غیر واحد من السلف انہ قال لھم ایکم یُلقی علیہ شبھی فیقتل مکانی و ھو رفیقی فی الجنۃ - (اِنتھٰی - تفسیر ابنِ کثیر)

ترجمہ:- فرمایا ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب خُداوندکریم نے عیسٰے علیہ السلام کے آسمان پر اُٹھانے کا ارادہ کیا تو حضرت عیسٰی علیہ السلام مکان میں جو چشمہ تھا اُس سے باہر نکل کر اس حال میں کہ آپ کے سرِمُبارک سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے اپنے بارہ[۱۲] حواریوں کے پاس تشریف فرما ہُوئے اَور فرمایا کہ بے شک تم میں سے ایک شخص مجھ پر ایمان لانے کے بعد بارہ مرتبہ کافر ہوگا۔ بعد ازاں فرمایا کہ کون شخص ہے تم میں سے جس پر میری شباہت ڈالی جائے اَور میری جگہ وُہ مقتول ہو اَور میرے درجہ میں میرے ساتھ رہے۔ پس ایک نوجوان شخص نے کھڑے ہو کر عرض کی کہ میں ہُوں یارسُول اللہ۔ تو حضرت عیسٰی علیہ السلام نے اُس کو فرمایا کہ تُو بیٹھ جا۔ اَور آپ نے دوبارہ پھر اُسی لفظ کا اعادہ فرمایا پھر وُہی شخص کھڑا ہُوا۔ غرض چوتھی مرتبہ عیسٰی علیہ السلام نے فرمایا کہ تُوہی وُہ شخص ہے۔ پھر عیسٰی علیہ السلام کی شباہت اُس شخص پر ڈالی گئی۔ اَور عیسٰے علیہ السلام مکان کے روشندان سے آسمان کی طرف اُٹھائے گئے۔ بعد ازاں یہُود کے جاسُوس آئے اَور اُس شبیہ کو پکڑا اَور اُسی شبیہ کو مقتُول اَور مصلُوب کیا۔ پھر بعض اشخاص بارہ مرتبہ عیسٰے علیہ السلام سے پھر گئے بعد ایمان کے۔ اَور اس کے بعد تین فرقے ہو گئے۔ ایک فرقہ اس امر کا قائل ہُوا کہ ہم میں خُدا رہا جب تک چاہا۔ پھر آسمان کی طرف چڑھ گیا۔ اِس فرقہ کو یعقُوبیہ کہتے ہیں۔ دُوسرے فرقے نے کہا کہ خُدا کا بیٹا جب تک چاہا ہم میں رہا۔ بعدہٗ خُداوندکریم نے اُس کو اُٹھا لیا۔ اِس گروہ کا نام نسطوریہ[۲] ہے۔ تیسرے فرقے کا یہ مذہب تھا کہ خُدا کا بندہ اَور اُس کا رسُول ہمارے گروہ میں رہا جب تک خُداوندکریم نے چاہا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف اُٹھا لیا۔ اِس گروہ کو مسلمان[۳] کہتے ہیں۔ پھر دونوں فرقے کافروں کے فرقہ مُسلمہ پر غالب آئے اَور اُس کو قتل کر ڈالا۔ پھر ہمیشہ اِسلام معدُوم رہا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد مُصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعُوث فرمایا۔ اَور یہ اسناد صحیح ہے ابنِ عباس کی طرف اَور روایت کیا اِس اثر کو نسائی نے ابی کریب سے اس نے ابی معاویہ سے مثل طریق مذکُور کے۔ اَور اسی طرح ذکر کیا بہتیروں عُلمارِ سلف نے اس امر کو کہ فرمایا عیسٰے علیہ السلام نے تم میں سے جس پر ڈالی جائے شباہت میری اَور قتل کیا جائے میری جگہ وُہ رفیق میرا ہو گا جنت میں۔ اِنتہٰی۔

ایضاً اخراج کیا اس اثر کو عبد بن حمید اور ابن مردویہ نے۔ واخرج عبد بن حمید وابن جریر وابن المنذر عن مجاھد فی قولہ تعالیٰ شُبِّہَ لَھُمْ۔ قال صلبوا رجلاً غیر عیسیٰ شبھوہ بعیسیٰ یحسبونہ ایاہ ورفع اللہ الیہ عیسیٰ حیًا۔

ترجمہ۔ فرمایا مجاہد نے صلیب یعنی دار پر چڑھایا یہود نے شبیہ عیسیٰ علیہ السلام کو اس حال میں کہ گمان کرتے تھے اُس شبیہ کو مسیح اور اُٹھا لیا اللہ نے مسیح کو زندہ آسمان پر۔

واخرج عبد ابن حمید وابن جریر وابن المنذر عن قتادہ وقولھم انا قتلنا المسیح عیسیٰ ابن مریم رسول اللہ قال اولئک اعداء اللہ الیھود افتخروا بقتل عیسیٰ وزعموا انھم قتلوہ وصلبوہ وذکرلنا انہ قال لاصحابہ ایکم یقذف علیہ شبھی فانہ مقتول قال رجل من اصحابہ اَنَا یا نبی اللہ فقتل ذٰلک الرجل ومنع اللہ نبیّہٗ ورفعہ الیہ۔ (دُرِّ منثور)

ترجمہ۔ فرمایا قتادہ تابعی جلیل نے یہود نے جو دشمن اللہ کے ہیں فخر کیا اور گمان کیا ساتھ قتل اور صلب عیسیٰ علیہ السلام کے فرماتے ہیں قتادہ یہ گمان غلط ہے اس لیے کہ پہنچی ہے ہم کو یہ بات کہ فرمایا عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے حواریوں کو۔ کون ہے تم میں سے جس پر شباہت میری ڈالی جائے اور قتل کیا جائے۔ عرض کی ایک نے میں ہوں اے رسول اللہ کے۔ پس قتل کیا گیا وہ شخص اور باز رکھا اللہ نے عیسیٰ علیہ السلام کو قتل ہونے سے بایں طور کہ اُٹھا لیا اللہ نے اُن کو زندہ آسمان پر۔

واخرج ابن جریر عن السدی قال ان بنی اسرائیل حصروا عیسیٰ وتسعۃ عشر رجلا من الحواریین فی بیت فقال عیسیٰ لاصحابہ من یأخذ صورتی فیقتل ولہ الجنۃ فاخذھا رجل منھم وصعد بعیسیٰ الی السماء فذالک قولہ وَمَکَرُوْا وَمَکَرَ اللہُ وَاللہُ خَیْرُ الْمَاکِرِیْنَ ۝

ترجمہ۔ اور اخراج کیا ابن جریر نے سدی سے۔ فرمایا سدی نے محاصرہ کیا یہود نے عیسیٰ علیہ السلام کا بمعہ حواریوں کے بیچ ایک مکان کے پس فرمایا عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے اصحاب کو تم میں سے کون قبول کرتا ہے صورت میری تاکہ قتل کیا جائے بجائے میرے اور واسطے اُس کے جنت ہو پس قبول کیا اُن میں سے ایک نے اور اُٹھائے گئے عیسیٰ علیہ السلام طرف آسمان کی۔ یہی ہے مضمون خداوند کریم کے قول وَمَکَرُوْا وَمَکَرَ اللہُ وَاللہُ خَیْرُ الْمَاکِرِیْنَ ۝ کا۔

واخرج ابن جریر عن ابی مالک وَاِنْ مِّنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ اِلَّا لَیُؤْمِنَنَّ بِہٖ قَبْلَ مَوْتِہٖ قال ذٰلک عند نزول عیسیٰ ابن مریم لا یبقیٰ احد من اھل الکتٰب الا اٰمن بہ اور اخراج کیا ابن جریر نے ابی مالک سے بیچ تفسیر قول خداوند کریم وَاِنْ مِّنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ کے۔ فرمایا انہوں نے یہ نزدیک نزول عیسےٰ ابن مریم کے یعنی اُس زمانہ میں جو اہل کتاب ہوگا ایمان لائے گا ساتھ عیسےٰ علیہ السلام کے۔

واخرج عبد ابن حمید وابن المنذر عن شھر ابن حوشب فی قولہ وَاِنْ مِّنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ اِلَّا لَیُؤْمِنَنَّ بِہٖ قَبْلَ مَوْتِہٖ عن محمد بن علی بن ابی طالب ھو ابن الحنفیۃ قال لیس من اھل الکتب احد الا اتتہ الملئکۃ یضربون وجھہ ودبرہ ثم یقال یا عدو اللہ ان عیسیٰ روح اللہ وکذبت علی اللہ وزعمت انہ اللہ۔ ان عیسےٰ لم یمت وانہ رفع الی السماء وھو نازل قبل ان تقوم الساعۃ فلا یبقیٰ یھودی ولا نصرانی الا اٰمن بہٖ۔

ترجمہ۔ روایت ہے محمد بن علی بن ابی طالب سے بیچ تفسیر آیۃ مذکورہ کے۔ ہر ایک اہل کتاب کو ملائکہ ماریں گے اور کہیں گے کہ جھوٹ بولا تم نے کہ مسیح خدا ہے بلکہ عیسےٰ علیہ السلام رُوح اور کلمہ خدا کا ہے۔ اور عیسیٰ علیہ السلام فوت نہیں ہوتے اور وہ اُٹھاتے گئے آسمان پر پھر نازل ہوں گے پہلے قیامت کے پس کُل اہل کتاب ایمان لائیں گے ساتھ عیسےٰ علیہ السلام کے۔

وکان من خبر الیھود علیھم لعائن اللہ وسخطہ وغضبہ وعقابہ انہ لما بعث اللہ عیسیٰ ابن مریم بِالْبَیِّنٰتِ

marfat.com

والهدى حسدوه على ما أتاه الله تعالى من النبوة والمعجزات الباهرات التى كان يبرء بها الاكمه والابرص ويحى الموتى باذن الله ويصور من الطين طائرا ثم ينفخ فيه فيكون طائرا يشاهد طيرانه باذن الله عزوجل الى غير ذلك من المعجزات التى اكرمه الله بها واجراها على يديه ومع هذا كذبوه وخالفوه وسعوا فى اذائه بكل ما امكنهم حتى جعل نبى الله عيسى عليه السلام لا يساكنهم فى بلدة بل يكثر السياحة هو وأمه عليهما السلام ثم لم يقنعهم ذلك حتى سعوا الى ملك دمشق فى ذلك الزمان وكان رجلا مشركا من عبدة الكواكب وكان يقال لاهل ملته اليونان وانهوا اليه ان فى بيت المقدس رجلا يفتن الناس ويضلهم ويفسد على الملك رعاياه فغضب الملك من هذا وكتب الى نائبه بالقدس ان يحتاط على هذا المذكور وان يصلبه ويضع الشوك على رأسه ويكف اذاه عن الناس فلما وصل الكتاب امتثل والى بيت المقدس ذلك وذهب هو وطائفة من اليهود الى المنزل الذى فيه عيسى عليه السلام وهو فى جماعة من اصحابه اثنى عشرا اوثلاثة عشر وقيل سبعة عشر نفرا وكان ذلك يوم الجمعة بعد العصر ليلة السبت فحصروه هنالك فلما احس بهم وانه لا محالة من دخولهم عليه اوخروجه اليهم قال لاصحابه ايكم يلقى عليه شبهى وهو رفيقى فى الجنة فانتدب لذالك شاب منهم فكانه استصغره عن ذلك فاعاده ثانية وثالثة وكل ذلك لا ينتدب الا ذلك الشاب فقال انت هو والقى الله عليه شبه عيسى حتى كانه هو وفتحت روزنة من سقف البيت واخذت عليه السلام سنة من النوم فرفع الى السماء وهو كذالك كما قال الله تعالى إِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰى إِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ ۔ الآية ۔ فلما رفع خرج اولئك النفر فلما رأى اولئك ذلك الشاب ظنوا انه عيسى فاخذوه فى الليل وصلبوه ووضعوا الشوك على رأسه واظهر اليهود انهم سعوا فى صلبه وابتهجوا بذلك وسلّم لهم طوائف من النصارى ذلك لجهلهم وقلة عقلهم ما عدا من كان فى البيت مع المسيح فانهم شاهد وا رفعه واما الباقون فانهم ظنوا كما ظن اليهود ان المصلوب هو المسيح ابن مريم حتى ذكروا ان مريم جلست تحت ذلك المصلوب وبكت ويقال انه خاطبها والله اعلم ۔ وهذا كله من امتحان الله عباده لماله فى ذلك من الحكمة البالغة وقد اوضح الله الامر وجلاه وبينه واظهره فى القرآن العظيم الذى انزله على رسوله الكريم المؤيد بالمعجزات والبينات والدلائل الواضحات فقال تعالى وهو اصدق القائلين ورب العلمين المطلع على السرائر والضمائر الذى يعلم السر فى السمٰوت والارض العالم بما كان وما يكون ومالم يكن لوكان كيف يكون وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ اى رأوا شبهه فظنوا انه اياه ۔ ولهذا قال وَإِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِىْ شَكٍّ مِّنْهُ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ إِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ ۔ يعنى بذالك من ادعى انه قتله من اليهود ومن سلمه اليهم من جهال النصارى كلهم فى شك من ذالك وحيرة وضلال وسعر ولهذا قال وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا اى وما قتلوه متيقنين انه هو بل شاكين متوهمين بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ إِلَيْهِ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا اى منيع الجناب لا يرام جنابه ولا يضام من لاذ ببابه حَكِيْمًا ۔ اى فى جميع ما يقدره ويقضيه من الامور التى يخلقها وله الحكمة البالغة والحجة الدامغة والسلطان العظيم والامر القديم ۔

وقوله تعالى وَإِنْ مِّنْ أَهْلِ الْكِتٰبِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا ۔ قال ابن جرير اختلف اهل التأويل فى معنى ذلك فقال بعضهم معنى ذلك وَإِنْ مِّنْ أَهْلِ الْكِتٰبِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ يعنى قبل موت عيسى يوجه ذلك الى ان جميعهم يصدقون به اذا نزل لقتل الدجال فتصير الملل كلها واحدة وهى ملة الاسلام الحنيفية دين ابراهيم عليه السلام ۔ ذكر من قال ذلك حدثنا ابن حدثنا ابن بشار حدثنا عبدالرحمٰن عن سفيان عن

marfat.com

ابی حصین عن سعید بن جبیر عن ابن عباس وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ قال قبل موت عیسٰی ابن مریم علیہ السلام۔ وقال العوفی عن ابن عباس مثل ذٰلک۔

قال ابو مالک فی قولہ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ قال ذٰلک عند نزول عیسٰی بن مریم لا یبقی احد مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ۔

وقال ابن جریر حدثنی یعقوب حدثنا ابن علیۃ حدثنا ابو رجاء عن الحسن وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ قال قبل موت عیسٰی واللہ انہ لحیّ الاٰن عند اللہ ولکن اذا نزل اٰمنوا بہ اجمعون۔

وقال ابن ابی حاتم حدثنا ابی حدثنا علی ابن عثمان اللاحقی حدثنا جویریۃ ابن بشیر قال سمعت رجلا قال للحسن یا ابا سعید قول اللہ عزوجل وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ قال قبل موت عیسٰی ان اللہ رفع الیہ عیسٰی وھو باعثہ قبل یوم الْقِيٰمَةِ مقاما یؤمن بہ البرّ والفاجر وکذا۔

قال قتادہ وعبد الرحمٰن ابن زید بن اسلم وغیر واحد وھذا القول ھو الحق کما سنبینہ بالدلیل القاطع انشاء اللہ۔

قال ابن جریر القول الصحیح فی تفسیر الاٰیۃ انہ لا یبقی احد من اھل الکتب بعد نزول عیسٰی علیہ السلام الا امن بہ قبل موتہ ای قبل موت عیسٰی علیہ السلام۔ ولا شک ان ھذا الذی قالہ ابن جریر ھو الصحیح لانہ المقصود من سیاق الاٰیۃ فی تقریر بطلان ما ادعتہ الیھود من قتل عیسٰی وصلبہ وتسلیم من سلم لھم من النصاری لجھلہ ذٰلک فاخبر اللہ انہ لم یکن الامر کذٰلک وانما شبہ لھم فقتلوا الشبہ وھم یتبینون ذٰلک ثم انہ رفعہ اللہ الیہ وانہ باق حیّ وانہ سینزل قبل یوم القیامۃ کما دلت علیہ الاحادیث المتواترۃ التی سنوردھا ان شاء اللہ قریبا فیقتل مسیح الضلالۃ ویکسر الصلیب ویقتل الخنزیر ویضع الجزیۃ یعنی لا یقبلھا من احد من اھل الادیان بل لا یقبل الا الاسلام او السیف فاخبرت ھذہ الاٰیۃ الکریمۃ انہ یؤمن بہ جمیع اھل الکتب حینئذ ولا یتخلف عن التصدیق بہ واحد منھم و لھذا قال وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ ای قبل موت عیسٰی علیہ السلام الذی زعم الیھود ومن وافقھم من النصارٰی انہ قتل وصلب وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا ای باعمالھم التی شاھدھا منھم قبل رفعہ الی السماء وبعد نزولہ الی الارض فاما من فسر ھذہ الاٰیۃ بان المعنٰی ان کل کتابی لا یموت حتی یؤمن بعیسٰی او بمحمد علیھما السلام فھذا ھو الواقع وذٰلک ان کل احد عند احتضارہ ینجلی لہ ما کان جاھلا بہ فیؤمن بہ ولکن لا یکون ذٰلک ایمانا نافعا لہ اذا کان قد شاھد الملک کما قال تعالٰی فی اول ھذہ السورۃ وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ حَتّٰى اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ اِنِّيْ تُبْتُ الْاٰنَ ۔الاٰیۃ۔ وقال تعالٰی فَلَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا قَالُوْا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ۔ (الاٰیتین) افقہ الناس عبد اللہ ابن عباس وان روی عنہ فی تفسیر ھذہ الاٰیۃ ما یفھم منہ ان ضمیر قَبْلَ مَوْتِهٖ راجع الی اھل الکتب لکنہ لیس مذھبہ ومرادہ بھذہ الاٰیۃ بل ھو من جملۃ المباحث الیومیہ وبیان امر واقعی لانہ روی عنہ ایضا فی تفسیر ھذہ الاٰیۃ ما یدل علی ان الضمیر المذکور راجع الی عیسٰی علیہ السلام کما عرفت وستعرفہ ایضا ومذھبہ ومرادہ بھذہ الاٰیۃ ھذا لانہ یؤیدہ السیاق ویؤیدہ ما روی عنہ فی تفسیر وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ ای نزول عیسٰی علیہ السلام قبل یوم القیٰمۃ فی جمیع الطرق وما روی عنہ فی تفسیر ھذہ الاٰیۃ غیر ھذا فعلم من ھذا ان الاحتمال الاوّل لیس مرادا ھٰھنا کما قال الحافظ ابن کثیر

marfat.com

لکن لایلزم منه ان یکون المراد بهذہ الآیة هذا بل المراد بها ما ذکرناہ من تقریر وجود عیسٰی علیه السلام وبقاء حیاته فی السماء وانه سینزل الی الارض قبل یوم القیمة لیکذب هٰؤُلَآءِ وَهٰؤُلَآءِ من الیهود والنصارٰی الذین تباینت اقوالهم فیه وتصادمت وتعاکست وتناقضت وخلت عن الحق ففرط هٰؤُلَآءِ الیهود وافرط هٰؤُلَآءِ النصارٰی تنقصه الیهود بما رموہ به وامه من العظائم واطراہ النصارٰی بحیث ادعوا فیه مالیس فیه فرفعوہ فی مقابلة اولئك عن مقام النبوة الی مقام الربوبیة تعالی الله عما یقول هٰؤُلَآءِ وهٰؤُلَآءِ علوًا کبیرا وتنزہ وتقدس لَآ اِلٰهَ اِلَّا هو۔

ذِکرالاحادیث

الواردة فی نزول عیسٰے بن مریم الی الارض من السماء فی اٰخر الزمان قبل یوم القیمة وانه یدعوالی عبادة الله وحدہ لاشریك له۔

قال البخاری رحمة الله علیه فی کتاب ذکر الانبیاء من صحیحه الملتقی بالقبول نزول عیسٰے بن مریم علیه السلام حدثنا اسحٰق ابن ابراهیم حدثنا یعقوب بن ابراهیم عن ابی صالح عن ابن شهاب عن سعید بن المسیب عن ابی هریرة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم والذی نفسی بیدہ لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم حکما عدلا فیکسر الصلیب ویقتل الخنزیر ویضع الجزیة ویفیض المال حتے لایقبله احد حتی یکون السجدة خیراله من الدنیا ومافیها ثم یقول ابو هریرة اقرؤا ان شئتم وَاِنۡ مِّنۡ اَهۡلِ الۡکِتٰبِ اِلَّا لَیُؤۡمِنَنَّ بِهٖ قَبۡلَ مَوۡتِهٖ وَیَوۡمَ الۡقِیٰمَةِ یَکُوۡنُ عَلَیۡهِمۡ شَهِیۡدًا۔

اوکذا رواہ مسلم عن الحسن الحلوانی وعبد بن حمید کلاهما عن یعقوب به واخرجه البخاری ومسلم ایضًا من حدیث سفیان ابن عیینة عن الزهری به واخرجاہ من طریق اللیث عن الزهری به۔

ورواہ ابن مردویه من طریق محمد ابن ابی حفصة عن الزهری عن سعید بن المسیب عن ابی هریرة قال قال رسول الله صلے الله علیه وسلم یوشك ان ینزل فیکم ابن مریم حکما عدلا یقتل الدجال ویقتل الخنزیر ویکسر الصلیب ویضع الجزیة ویفیض المال وتکون السجدة واحدة لله رب العٰلمین قال ابو هریرة اقرأوا ان شئتم وَاِنۡ مِّنۡ اَهۡلِ الۡکِتٰبِ اِلَّا لَیُؤۡمِنَنَّ بِهٖ قَبۡلَ مَوۡتِهٖ موت عیسٰے ابن مریم۔

ثم یعیدها ابو هریرة ثلاث مرات۔ طریق اخرٰی عن ابی هریرة قال الامام احمد حدثنا روح حدثنا محمد بن ابی حفصة عن الزهری عن حنظلة بن علی الاسلمی عن ابی هریرة ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال لیهلن عیسٰی ابن مریم بفج الروحاء بالحج والعمرة اولیثنیهما جمیعا وکذا رواہ مسلم منفردا به من حدیث سفیان بن عیینة واللیث بن سعید ویونس بن یزید ثلاثتهم عن الزهری به۔

لہ یہاں تک آیاتِ مذکورہ اور ان کی مستند تفسیروں سے یہ ثابت کیا گیا کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کو یہود نے نہ تو سُولی پر لٹکایا نہ قتل کیا بلکہ وہ زندہ آسمان پر اُٹھائے گئے اور اُن کے ایک صحابی کو سُولی پر لٹکایا گیا جس کی شکل حضرت عیسٰی علیہ السلام کی طرح ہو گئی تھی اور اس بات کا علم فقط آپ کے ساتھیوں کو تھا جو اُسی کمرہ میں تھے۔ باقی یہود اور بعض نصارٰی اُن کے متعلق جو کچھ کہتے ہیں محض گمان و وہم ہے۔ اس کے بعد احادیثِ صحیحہ سے اسی مقصد کی تائید پیش کی گئی ہے جس کا خلاصہ ترجمہ آخر میں درج ہے۔ فیض عفی عنہ

marfat.com

وقال احمد حدثنا يزيد حدثنا سفيان هو ابن حسين عن الزهری عن حنظلة عن ابی هريرة قال قال رسول الله صلی الله عليه وسلم ينزل عيسى بن مريم فيقتل الخنزير ويمحى الصليب وتجمع له الصلوٰة ويعطى المال حتى لايقبل ويضع الخراج وينزل الروحاء فيحج منها او يعتمر او يجمعهما قال وتلا ابو هريرة وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ. الآية۔

فزعم حنظلة ان اباهريرة قال يؤمن به قبل موت عيسیٰ فلا ادری هذا كله حديث النبی صلی الله عليه وسلم اوشئ قاله ابو هريرة وكذا رواه ابن ابی حاتم عن ابيه عن ابی موسیٰ محمد بن المثنیٰ عن يزيد ابن هٰرون عن سفيان بن حسين عن الزهری به طريق اخریٰ۔

قال البخاری حدثنا ابو بكر حدثنا الليث عن يونس عن ابن شهاب عن نافع مولی ابی قتادة الانصاری ان اباهريرة قال قال رسول الله صلی الله عليه وسلم كيف بكم اذا نزل فيكم المسيح بن مريم وامامكم منكم تابعه عقيل والاوزاعی وهكذا۔

رواه الامام احمد عن عبدالرزاق عن معمر عن عثمان ابن عمر عن ابن ابی ذئب كلاهما عن الزهری به واخرجه مسلم من رواية يونس والاوزاعی وابن ابی ذئب به (طريق اخریٰ) قال الامام احمد حدثنا عفان حدثنا همام انبأنا قتادة عن عبدالرحمٰن عن ابی هريرة قال النبی صلی الله عليه وسلم قال الانبياء اخوت العلات امهاتهم شتّٰی ودينهم واحد وانی اولی الناس بعيسیٰ ابن مريم لانه لم يكن نبیٌّ بينی وبينه وانه نازل فاذا رأيتموه فاعرفوه رجل مربوع الی الحمرة والبياض عليه ثوبان ممصران كان رأسه يقطر وان لم يصبه بلل فيدق الصليب ويقتل الخنزير ويضع الجزيه ويدعوا الناس الی الاسلام ويهلك الله فی زمانه الملل كلها الا الاسلام ويهلك الله فی زمانه المسيح الدجال ثم تقع الامانة علی الارض حتی ترتع الاسود مع الابل والنمار مع البقر والذئاب مع الغنم و يلعب الصبيان بالحيات لاتضرهم فيمكث اربعين ثم يتوفی ويصلی عليه المسلمون وكذا۔

رواه ابو داؤد عن هدية بن خالد عن همام بن يحيیٰ ورواه ابن جرير ولم يورد عند هذه الآية سواه عن بشر بن معاذ عن يزيد بن هٰرون عن سعيد بن ابی عروبة كلاهما عن قتادة عن عبدالرحمٰن بن آدم وهو مولی ام برثن صاحب السقاية عن ابی هريرة عن النبی صلی الله عليه وسلم وذكر نحوه وقال يقاتل الناس علی الاسلام وقد روی البخاری عن ابی اليمانی عن شعيب عن الزهری عن ابی سلمة عن ابی هريرة قال سمعت رسول الله صلی الله عليه وسلم يقول انا اولی الناس بعيسیٰ ابن مريم والانبياء اولاد علات ليس بينی وبينه نبیّ۔

ثم رواه محمد بن سنان عن فليح بن سليمان عن هلال بن علی عن عبدالرحمٰن بن ابی عمرة عن ابی هريرة قال قال رسول الله صلی الله عليه وسلم انا اولی الناس بعيسیٰ ابن مريم فی الدنيا والآخرة الانبياء العلات اُمّٰهتهم شتّٰی ودينهم واحد۔

وقال ابراهيم ابن طهمان عن موسیٰ ابن عقبة عن صفوان بن سليم قال قال رسول الله صلی الله عليه وسلم

حديث آخر قال مسلم فی صحيحه حدثنی ظهير بن حرب حدثنا يعلی بن منصور حدثنا سليمان بن بلال حدثنا سهيل عن ابيه عن ابی هريرة ان رسول الله صلی الله عليه وسلم قال قال رسول الله صلی الله عليه وسلم لاتقوم الساعة

marfat.com

حتى تنزل الروم بالاعماق او بدابق فيخرج اليهم جيش من المدينة من خيار اهل الارض يومئذ فاذا تصافوا قالت الروم خلوا بيننا وبين الذين سبوا منا نقاتلهم فيقول المسلمون لا والله لا نخلي بينكم وبين اخواننا فيقاتلونهم فيهزم ثلث لا يتوب الله عليهم ابدا ويقتل ثلث هم افضل الشهداء عند الله ويفتح الثلث لا يفتنون ابدا فيفتحون قسطنطنية فبينما هم يقسمون الغنائم قد علقوا سيوفهم بالزيتون اذ صاح فيهم الشيطان ان المسيح قد خلفكم في اهليكم فيخرجون وذلك باطل فاذا جاؤا الشام خرج فبينما هم يعدون للقتال يسوون الصفوف اقيمت الصلوة فينزل عيسى ابن مريم فيؤمهم فاذا راٰه عدو الله ذاب كما يذوب الملح في الماء فلو تركه لانذاب حتى يهلك ولكن يقتله الله بيده فيريهم دمه في حربته۔

حدیث اخرج قال احمد حدثنا هشيم عن العوام بن حوشب عن جبلة بن سحيم عن موثر بن عفارة عن ابن مسعود عن رسول الله صلی الله علیه وسلم قال لقيت ليلة اسري بي ابراهيم وموسى وعيسى عليهم السلام فتذاكروا الساعة فردوا امرهم الى ابراهيم فقال لا علم لي بها فردوا امرهم الى موسى فقال لا علم لي بها فردوا امرهم الى عيسى فقال اما وجبتها فلا يعلم بها احد الا الله وفيما عهد الى ربي عزوجل ان الدجال خارج ومعي قضيبان فاذا راٰني ذاب كما يذوب الرصاص قال فيهلكه الله اذا راٰني حتى ان الحجر والشجر يقول يا مسلم ان تحتي كافرا فتعال فاقتله قال فيهلكهم الله ثم يرجع الناس الى بلادهم واوطانهم فعند ذلك يخرج ياجوج وماجوج وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ فيطئون بلادهم فلا ياتون على شيء الا اهلكوه ولا يمرون على ماء الا شربوه قال ثم يرجع الناس يشكونهم فادعو الله عليهم فيهلكهم ويميتهم حتى تجوى الارض من نتن ريحهم وينزل الله المطر فيجترف اجسادهم حتى يقذفهم في البحر ففيما عهد الى ربي عزوجل ان ذلك اذا كان كذلك ان الساعة كالحامل المتم لا يدري اهلها متى تفاجئهم بولادها ليلا او نهارا رواه ابن ماجة عن محمد بن بشار عن يزيد بن هرون عن العوام ابن حوشب به نحوه۔

حدیث اخرج قال الامام احمد حدثنا يزيد بن هرون حدثنا حماد بن سلمة عن علي ابن زيد عن ابي نضرة قال اتينا عثمان بن ابي العاص في يوم الجمعة لنعرض عليه مصحفا لنا على مصحفه فلما حضرت الجمعة امرنا فاغتسلنا ثم اتانا بطيب فتطيبنا ثم جئنا المسجد فجلسنا الى رجل فحدثنا عن الدجال ثم جاء عثمان بن ابي العاص فقمنا اليه فجلسنا فقال سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم يقول يكون للمسلمين ثلاثة امصار مصر بملتقى البحرين ومصر بالحيرة ومصر بالشام ففزع الناس ثلاث فزعات فيخرج الدجال في اعراض الناس فيهزم من قبل المشرق فاول مصر يرده المصر الذي بملتقى البحرين فيصير اهلها ثلاث فرق فرقة تقول نقيم نشامه ننظر ما هو وفرقة تلحق بالاعراب وفرقة تلحق بالمصر الذي يليهم ومع الدجال سبعون الفا عليهم التيجان واكثر من معه اليهود والنساء وينحاز المسلمون الى عقبة افيق فيبعثون سرحا لهم فيصاب سرحهم فيشتد ذلك عليهم ويصيبهم مجاعة شديدة وجهد شديد حتى ان احدهم ليحرق وتر قوسه فياكله فبينما هم كذلك اذ نادى مناد من البحر يا ايها الناس اتاكم الغوث ثلاثا فيقول بعضهم لبعض ان هذا الصوت رجل شبعان وينزل عيسى بن مريم عليهم السلام عند صلوة الفجر فيقول له اميرهم يا روح الله تقدم صل فيقول هذه الامة امراء بعضهم على بعض فيتقدم اميرهم فيصلي حتى اذا قضى صلوته اخذ عيسى حربته فيذهب نحو الدجال فاذا راٰه الدجال ذاب كما يذوب الرصاص فيضع حربته بين ثندوتيه[1]

[1] ثندوتیه پستانِ مرد صراح یعنی جب عیسٰی علیہ السلام نازل ہوں گے تو اپنا خنجر دجّال کے دو پستانوں کے درمیان ماریں گے۔ (باقی بر صفحہ آئندہ)

marfat.com

فیقتله ویهزم اصحابه فلیس یومئذ شیٔ یواری منهم احداً حتی ان الشجرة تقول یا مؤمن هذا کافر ویقول الحجر یا مؤمن هذا کافر تفرد به احمد من هذا الوجه۔

حدیث اٰخر قال ابو عبداللّٰہ محمد بن یزید بن ماجۃ فی سننه حدثنا علی بن محمد حدثنا عبدالرحمٰن المحاربی عن اسمٰعیل بن رافع عن ابی زرعة الیمانی یحیٰی بن ابی عمرو عن ابی امامة الباهلی قال خطبنا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم فکان اکثر خطبته حدیثا حدثناه عن الدجال وحذرناه فکان من قوله ان قال لم تکن فتنة فی الارض منذ ذرأ اللّٰہ ذریة اٰدم علیه السلام اعظم من فتنة الدجال وان اللّٰہ لم یبعث نبیاً الا حذر اُمّته الدجال وانا اٰخر الانبیاء وانتم اٰخر الامم وهو خارج فیکم لا محالة فان یخرج وانا بین ظهرانیکم فانا حجیج کل مسلم وان یخرج من بعدی فکل حجیج نفسه وان اللّٰہ خلیفتی علی کل مسلم وانه یخرج من خلة بین الشام والعراق فیعیث یمینا ویعیث شمالا الا یا عباد اللّٰہ ایها الناس فاثبتوا وانه ساصفه لکم صفة لم یصفها ایاه نبی قبلی انه یبدأ فیقول انا نبی فلا نبی بعدی ثم یثنی فیقول انا ربکم ولا ترون ربکم حتی تموتوا وانه اعور وان ربکم عزوجل لیس باعور وانه مکتوب بین عینیه کافر یقرأه کل مؤمن کاتب وغیر کاتب وان من فتنته ان معه جنة ونارا فناره جنة وجنته نار فمن ابتلی بناره فلیستغث باللّٰہ ولیقرأ فواتح الکهف فتکون علیه برداً وسلاما کما کانت النار برداً وسلاما علی ابراهیم وان من فتنته ان یقول لاعرابی ارأیت ان بعثت لك امك واباك اتشهد انی ربك فیقول نعم فیتمثل له شیطان فی صورة ابیه وامه فیقولان یابنی اتبعه فانه ربك وان من فتنته ان یسلط علی نفس واحدة فینشرها بالمنشار حتی یلقی شقین ثم یقول انظروا الی عبدی هذا فانی ابعثه الاٰن ثم یزعم ان له رباً غیری فیبعثه اللّٰہ فیقول له الخبیث من ربك فیقول ربی اللّٰہ وانت عدو اللّٰہ الدجال واللّٰہ ما کنت بعد اشد بصیرة بك منی الیوم۔

قال ابو الحسن الطنافسی حدثنا المحاربی حدثنا عبیداللّٰہ بن الولید الوصافی عن عطیة عن ابی سعید قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم ذلك الرجل ارفع امتی درجة فی الجنة قال قال ابو سعید واللّٰہ ما کنا نری ذلك الرجل الا عمر بن الخطاب حتی مضی لسبیله ثم قال المحاربی رجعنا الی حدیث ابی رافع قال وان من فتنته ان یأمر السماء ان تمطر فتمطر ویأمر الارض ان تنبت فتنبت وان من فتنته ان یمر بالحی فیکذبونه فلا یبقی لهم سائمة الا هلکت وان من فتنته ان یمر بالحی فیصدقونه فیأمر السماء ان تمطر فتمطر ویأمر الارض ان تنبت فتنبت حتی تروح مواشیهم من یومهم ذلك اسمن ما کانت واعظمه وامده خواصر وادره ضروعا وانه لا یبقی شیٔ من الارض الا وطئه وظهر علیه الا مکة والمدینة فانه لا یأتیهما من نقب من نقابها الا لقیته الملئکة بالسیوف صلتة حتی ینزل عند الضریب الاحمر عند منقطع السبخة فترجف المدینة باهلها ثلاث رجفات فلا یبقی منافق ولا منافقة الا خرج الیه فینفی الخبث منها کما ینفی الکیر خبث الحدید ویدعی ذلك الیوم یوم الخلاص فقالت ام شریك بنت ابی العکر یا رسول اللّٰہ فاین العرب یومئذ قال هم قلیل وجلهم یومئذ ببیت المقدس وامامهم رجل صالح قد تقدم یصلی بهم الصبح اذ نزل عیسٰی بن مریم

(حاشیہ بقیہ صفحہ گذشتہ) اور اُسے ہلاک کر دیں گے پھر تو اُس کے لشکری جو ستر ہزار یہودی ہوں گے ہزیمت اُٹھا کر بھاگنے کی کوشش کریں گے اور مسلمان اُن کا تعاقب کریں گے یہاں تک کہ اگر یہودی کسی درخت کی آڑ میں چھپا ہوگا تو درخت سے آواز آئے گی اے مسلم یہ کافر ہے اِسے قتل کر۔ فیض عفی عنہ

marfat.com

عليه السلام فرجع ذلك الامام ينشي القهقري ليتقدم عيسٰى عليه السلام فيضع يده عيسٰى بين كتفيه ثم يقول تقدم فصل فانها لك اقيمت فيصلي بهم امامهم فاذا انصرف قال عيسٰى افتحوا الباب فيفتح ووراءه الدجال معه سبعون الف يهودي كلهم ذو سيف محلي وتاج فاذا نظر اليه الدجال ذاب كما يذوب الملح في الماء وينطلق هاربا فيقول عيسٰى ان لي فيك ضربة لن تسبقني بها فيدركه عند لد الشرقي فيقتله ويهزم الله اليهود فلا تبقى شئ مما خلق الله يتوارى به يهودي الا انطق الله ذلك الشئ لا حجر ولا شجر ولا حائط ولا دابة الا الغرقدة فانها من شجرهم لا تنطق الا قال يا عبد الله المسلم هذا يهودي فتعال فاقتله قال رسول الله صلى الله عليه وسلم وان ايامه اربعون السنة كنصف السنة والسنة كالشهر والشهر كالجمعة واخر ايامه كالشررة يصبح احدكم على باب المدينة فلا يبلغ بابها الاخر حتى يمشي فقيل له كيف نصلي يا نبي الله في تلك الايام القصار قال تقدرون الصلوٰة كما تقدرون في هذه الايام الطوال ثم صلوا قال رسول الله صلى الله عليه وسلم فيكون عيسٰى بن مريم في امتي حكما عدلا واماما مقسطا يدق الصليب ويذبح الخنزير ويضع الجزية ويترك الصدقة فلا يسعٰى على شاة ولا بعير وترتفع الشحناء والتباغض وتنزع حمة كل ذات حمة حتى يدخل الوليد يده في الحية فلا تضره ويقرب الوليد من الاسد فلا يضره ويكون الذئب في الغنم كانه كلبها وتملاء الارض من السلم كما يملاء الاناء من الماء وتكون الكلمة واحدة فلا يعبد الا الله وتضع الحرب اوزارها وتسلب قريش ملكها وتكون الارض لها نور الفضة وتنبت نباتها كعهد آدم حتى يجتمع النفر على القطف من العنب فيشبعهم ويجتمع النفر على الرمانة فتشبعهم ويكون الثور بكذا وكذا من المال ويكون الفرس بالدريهمات قيل يا رسول الله وما يرخص الفرس قال لا يركب لحرب ابدا قيل له فما يغلي الثور قال لحرث الارض كلها وان قبل خروج الدجال ثلاث سنوات شداد يصيب الناس فيها جوع شديد ويأمر الله السمآء في السنة الاولى ان تحبس ثلث مطرها ويأمر الارض فتحبس ثلث نباتها ثم يأمر الله السمآء في السنة الثانية فتحبس ثلثي مطرها ويأمر الله الارض فتحبس ثلثي نباتها ثم يأمر الله عزوجل السمآء في السنة الثالثة فتحبس مطرها كله فلا تقطر قطرة ويأمر الارض ان تحبس نباتها كله فلا تنبت خضراء فلا تبقى ذات ظلف الا هلكت الا ما شاء الله قيل فما يعيش الناس في ذلك الزمان قال التهليل والتكبير والتسبيح والتحميد يجري ذلك عليهم مجرى الطعام۔

قال ابن ماجة سمعت ابا الحسن الطنافسي يقول سمعت عبد الرحمٰن المحاربي يقول ينبغي ان يرفع هذا الحديث الى المؤدب حتى يعلمه الصبيان في الكتٰب هذا حديث غريب جدا من هذا الوجه ولبعضه شواهد من احاديث أخر ولنذكر حديث النواس بن سمعان هٰهنا لشبهه بهذا الحديث۔

قال مسلم في صحيحه حدثنا ابو خيثمة زهير بن حرب حدثنا الوليد بن مسلم حدثني عبد الرحمٰن بن يزيد بن جابر حدثني يحيٰى بن جابر الطائي قاضي حمص حدثني عبد الرحمٰن بن جبير عن ابيه جبير بن نفير الحضرمي انه سمع النواس بن سمعان الكلابي وحدثنا محمد بن مهران الرازي حدثنا الوليد بن مسلم حدثنا عبد الرحمٰن بن يزيد بن جابر عن يحيٰى بن جابر الطائي عن عبد الرحمٰن بن جبير عن ابيه جبير بن نفير عن النواس بن سمعان قال ذكر رسول الله صلى الله عليه وسلم الدجال ذات غداة فخفض ورفع حتى ظنناه في طائفة النخل فلما رجعنا اليه عرف ذلك في وجوهنا فقال ما شأنكم قلنا يا رسول الله ذكرت الدجال فخفضت

marfat.com

فيه ورفعت حتى ظنناه فى طائفة النخل قال غير الدجال اخوفنى عليكم ان يخرج وانا فيكم فانا حجيجه دونكم وان يخرج ولست فيكم فامرؤ حجيج نفسه والله خليفتى على كل مسلم انه شاب قطط عينه طافية كانى اشبهه بعبد العزى بن قطن من ادركه منكم فليقرأ عليه فواتح سورة الكهف انه خارج من خلة بين الشام والعراق فعاث يمينا وعاث شمالا يا عباد الله فاثبتوا قلنا يا رسول الله فما لبثه فى الارض قال اربعون يوما يوم كسنة ويوم كشهر ويوم كجمعة وسائر ايامه كايامكم قلنا يا رسول الله وذلك اليوم الذى كسنة ايكفينا فيه صلوة يوم قال لا اقدروا له قدره قلنا يا رسول الله وما اسراعه فى الارض قال كالغيث استدبرته الريح فيأتى على قوم فيدعوهم فيؤمنون ويستجيبون له فيأمر السماء فتمطر والارض فتنبت فتروح عليهم سارحتهم اطول ما كانت ذرىً واسبغه ضروعا وامده خواصر ثم يأتى القوم فيدعوهم فيردون عليه قوله فينصرف عنهم فيصبحون ممحلين ليس بايديهم شئ من اموالهم ويأمر بالخربة فيقول لها أُخرجى كنوزك فتتبعه كنوزها كيعاسيب النحل ثم يدعو رجلاً ممتلئا شابا فيضربه بالسيف فيقطعه جزلتين رمية الغرض ثم يدعوه فيقبل و يتهلل وجهه ويضحك فبينما هو كذلك اذ بعث الله المسيح بن مريم عليه السلام فينزل عند منارة البيضاء شرقى دمشق بين مهرودتين واضعا كفيه على اجنحة ملكين اذا طاطأ رأسه قطر واذا رفعه تحدر منه جمان كاللؤلؤ ولا يحل لكافر يجد ريح نفسه الا مات وينتهى طرفه فيطلبه حتى يدركه بباب لد فيقتله ثم يأتى عيسى عليه السلام قوما قد عصمهم الله منه فيمسح عن وجوههم ويحدثهم بدرجاتهم فى الجنة فبينما هو كذلك اذ اوحى الله عزوجل الى عيسى انى قد اخرجت عبادا لى لا يدان لاحد بقتالهم فحرز عبادى الى الطور ويبعث الله يأجوج ومأجوج وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ فيمر اولهم على بحيرة طبرية فيشربون ما فيها ويمر اخرهم فيقولون لقد كان بهذه مرة فيحصر نبى الله عيسى واصحابه حتى يكون رأس الثور لاحدهم خيرٌ من مائة دينار لاحدكم اليوم فيرغب نبى الله عيسى واصحابه فيرسل الله عليهم النغف فى رقابهم فيصبحون فرسى كموت نفس واحدة ثم يهبط نبى الله عيسى و اصحابه الى الارض فلا يجدون فى الارض موضع شبر الا ملأه زهمهم ونتنهم فيرغب نبى الله عيسى واصحابه الى الله فيرسل الله طيرا كاعناق البخت فتحملهم فتطرحهم حيث شاء الله ثم يرسل الله مطرا لا يكن منه مدر ولا وبر فيغسل الارض حتى يتركها كالزلفة ثم يقال للارض اخرجى ثمرك وردى بركتك فيومئذ تاكل العصابة من الرمانة ويستظلون بقحفها ويبارك الله فى الرسل حتى ان اللقحة من الابل لتكفى الفئام من الناس فبينما هو كذلك اذ بعث الله ريحا طيبة فتأخذهم تحت اباطهم فيقبض الله روح كل مؤمن وكل مسلم ويبقى شرار الناس يتهارجون فيها تهارج الحمر فعليهم تقوم الساعة۔

ورواه الامام احمد واهل السنن من حديث عبد الرحمن بن يزيد بن جابر به وسنذكره ايضا من طريق احمد عند قوله تعالى فى سورة الانبياء حَتّٰى اِذَا فُتِحَتْ يَاْجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ الاية **حديث** اخر۔ قال مسلم فى صحيحه ايضا حدثنا عبيد الله بن معاذ العنبرى حدثنا ابى حدثنا شعبة عن النعمان بن سالم قال سمعت يعقوب بن عاصم بن عروة بن مسعود الثقفى يقول سمعت عبد الله بن عمرو وجاءه رجل ما هذا الحديث الذى تحدث به تقول ان الساعة تقوم الى كذا وكذا فقال سبحان الله او لا اله الا الله او كلمة نحوهما لقد هممت ان لا أُحدث احدا شيئا ابدا انما قلت انكم سترون بعد قليل امرا عظيما يحرق البيت ويكون ويكون ثم قال رسول الله صلى الله عليه وسلم

marfat.com

یخرج الدجال فی امتی فیمکث اربعین لا ادری اربعین یومًا او اربعین شهرا او اربعین عاما فیبعث الله تعالیٰ عیسیٰ بن مریم کانه عروة بن مسعود فیطلبه فیهلکه ثم یمکث الناس سبع سنین لیس بین اثنین عداوة ثم یرسل الله ریحا باردة من قبل الشام فلا یبقی علی وجه الارض احد فی قلبه مثقال ذرة من خیر او ایمان الا قبضته حتی لو ان احدکم دخل کبد جبل لدخلته علیه حتی تقبضه قال سمعتها من رسول الله صلی الله علیه وسلم قال فیبقی شرار الناس فی خفة الطیر واحلام السباع لا یعرفون معروفا ولا ینکرون منکرا فیتمثل لهم الشیطان فیقول الا تستجیبون فیقولون فما تأمرنا فیأمرهم بعبادة الاوثان وهم فی ذلک دار رزقهم حسن عیشهم ثم ینفخ فی الصور فلا یسمعه احد الا اصغی لیتا ورفع لیتا قال واول من یسمعه رجل یلوط حوض ابله قال فیصعق ویصعق الناس ثم یرسل الله او قال ینزل الله مطرا کانه الطل او قال الظل نعمان الشاك فتنبت منه اجساد الناس ثُمَّ نُفِخَ فِيهِ أُخْرَىٰ فَإِذَا هُمْ قِيَامٌ يَنظُرُونَ ثم یقال یا ایها الناس هلموا الی ربکم وَقِفُوهُمْ إِنَّهُم مَّسْئُولُونَ ○ ثم یقال اخرجوا بعث النار فیقال منکم فیقال من کل الف تسع مائة وتسعة وتسعین قال فذاك يَوْمَ يَجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِيبًا وذلك يَوْمَ يُكْشَفُ عَن سَاقٍ ثم رواه مسلم والنسائی فی تفسیره جمیعا عن محمد بن بشار عن غندر عن شعبة عن نعمان بن سالم به۔

حدیث آخر۔ قال الامام احمد اخبرنا عبد الرزاق اخبرنا معمر عن الزهری بن عبد الله بن ثعلبة الانصاری عن عبد الله بن زید الانصاری عن مجمع بن جاریة قال سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول یقتل ابن مریم المسیح الدجال بباب لد او الی جانب لد ورواه احمد ایضا عن سفیان بن عیینة من حدیث اللیث والاوزاعی ثلاثتهم عن الزهری عن عبد الله بن عبید الله بن ثعلبة عن عبد الرحمن بن یزید عن عمه مجمع بن جاریة عن رسول الله صلی الله علیه وسلم قال یقتل ابن مریم الدجال بباب لد وکذا رواه الترمذی عن قتیبة عن لیث به وقال هذا حدیث صحیح۔

قال وفی الباب عن عمران بن حصین ونافع بن عیینة وابی برزة وحذیفة بن اسید وابی هریرة وکیسان وعثمان بن ابی العاص وجابر وابی امامة وابن مسعود وعبد الله بن عمرو وسمرة بن جندب والنواس بن سمعان وعمرو بن عوف وحذیفة بن الیمان رضی الله عنهم ومراده بروایة هؤلاء ما فیه ذکر الدجال وقتل عیسی بن مریم علیه السلام له فاما احادیث ذکر الدجال فقط فکثیرة جدا وهی اکثر من ان تحصی لانتشارها وکثرة روایتها فی الصحاح والحسان والمسانید وغیر ذلك۔

حدیث آخر۔ قال الامام احمد حدثنا سفیان عن فرات عن ابی الطفیل عن حذیفة بن اسید الغفاری قال اشرف علینا رسول الله صلی الله علیه وسلم من عرفة ونحن نتذاکر الساعة فقال لا تقوم الساعة حتی تروا عشر آیات طلوع الشمس من مغربها والدخان والدابة وخروج یأجوج ومأجوج ونزول عیسی بن مریم والدجال وثلاثة خسوف خسف بالمشرق وخسف بالمغرب وخسف بجزیرة العرب ونار تخرج من قعر عدن تسوق او تحشر الناس تبیت معهم حیث باتوا وتقیل معهم حیث قالوا وهکذا رواه مسلم واهل السنن من حدیث القراز به ورواه مسلم ایضا من روایة عبد العزیز بن رفیع عن ابی الطفیل عن ابی سریحة عن حذیفة بن اسید الغفاری موقوفا۔ والله اعلم۔ فهذه احادیث متواترة عن رسول الله صلی الله علیه وسلم من روایة ابی هریرة وابن مسعود وعثمان بن ابی العاص وابی امامة والنواس بن سمعان

marfat.com

وعبد اللہ بن عمرو بن العاص ومجمع بن جاریۃ وابی شریحۃ وحذیفۃ بن اسید رضی اللہ عنہم وفیھا دلالۃ علی صفۃ نزولہ ومکانہ من انہ بالشام بل بدمشق عند المنارۃ الشرقیۃ وان ذلک یکون عند اقامۃ صلوۃ الصبح وقد بنیت فی ھذہ الاعصار فی سنۃ احدی واربعین وسبع مائۃ منارۃ للجامع الاموی بیضاء من حجارۃ منحوتۃ عوضا عن المنارۃ التی ھدمت بسبب الحریق المنسوب الی صنیع النصاری علیھم لعائن اللہ المتتابعۃ الی یوم القیامۃ وکان اکثر عمارتھا من اموالھم وقویت الظنون انھا ھی التی ینزل علیھا المسیح بن مریم علیہ السلام فیقتل الخنزیر ویکسر الصلیب ویضع الجزیۃ فلا یقبل الا الاسلام کما تقدم فی الصحیحین وھذا من اخبار النبی صلی اللہ علیہ وسلم بذلک وتقریر وتشریع وتسویغ لہ علی ذلک فی ذلک الزمان حیث تنزاح عللھم وترفع شبھھم من انفسھم ولھذا کلھم یدخلون فی دین الاسلام متابعین لعیسی علیہ السلام وعلی یدیہ ولھذا قال تعالی وَاِنْ مِّنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ اِلَّا لَیُؤْمِنَنَّ بِہٖ قَبْلَ مَوْتِہٖ الآیۃ وھذہ الآیۃ کقولہ وَاِنَّہٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَۃِ وقرئ لَعَلَمٌ بالتحریک ای امارۃ ودلیل علی اقتراب الساعۃ وذلک لانہ ینزل بعد خروج المسیح الدجال فیقتلہ اللہ علی یدیہ کما ثبت فی الصحیح ان اللہ لم یخلق داءً الا انزل لہ شفاءً ویبعث اللہ فی ایامہ یأجوج ومأجوج فیھلکھم اللہ تعالی ببرکۃ دعائہ وقد قال تعالی حَتّٰۤی اِذَا فُتِحَتْ یَاْجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ وَھُمْ مِّنْ کُلِّ حَدَبٍ یَّنْسِلُوْنَ وَاقْتَرَبَ الْوَعْدُ الْحَقُّ۔ الآیۃ۔

حاصل اس عربی عبارت کا بطریق اختصار یہ ہے کہ:۔

قتل اور صلب عیسٰی علیہ السلام کا نہیں ہوا جیسا کہ زعم یہود اور اکثر نصاریٰ کا تھا بلکہ اُس حواری نوجوان کا جس پر شباہت مسیح علیہ السلام کی ڈالی گئی تھی اور عیسٰی علیہ السلام زندہ آسمان پر اُٹھائے گئے۔ اور دونوں ضمیریں بہٖ اور موتہٖ عیسٰی علیہ السلام کی طرف ہیں۔ آیت وَاِنْ مِّنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ الآیۃ میں کیونکہ ماقبل میں ذکر انہی کا ہے۔ یا ضمیر بہٖ مضمون بالا کی طرف یعنی مرفوع ہونا عیسٰی علیہ السلام کا۔ اور آثار صحابہ اور تابعین مثل ابن عباس وابی ہریرہ وعبد اللہ بن مسعود ومجاہد وقتادہ وغیرہم کے اسی پر دال ہیں۔ اور ضمیر بہٖ کی محمد صلی اللہ علیہ وسلم یا عیسٰی علیہ السلام کی طرف پھیرنی اور موتہٖ کی اہل کتاب کی طرف یہ احتمال واقع میں درست ہے لیکن آیت مذکورہ سے اس مقام میں مُراد نہیں اور عیسٰی علیہ السلام اُتریں گے آسمان سے قبل قیامت کے حاکم عادل توڑیں گے صلیب کو یعنی دینِ اسلام کے سوا اور دینوں کو باطل کریں گے دفع کرائیں گے خنازیر کو یعنی حکم قتل کا دیں گے۔ اہل کتاب سے سوا دین اسلام کے اور کچھ قبول نہ کریں گے۔ مال اس قدر ہوگا کہ کوئی قبول نہ کرے گا۔ لذت عبادت کی ایسی ہوگی کہ ایک سجدہ کل دُنیا سے زیادہ لذیذ ہوگا حسد، بُغض، عداوت اور باقی صفات ذمیمہ نہ رہیں گی۔ شیر، اُونٹ، چیتا، گائے، بھیڑیا، بکری، سانپ، لڑکے ایک دوسرے کے ساتھ چریں گے اور کھیلیں گے۔ ضرر نہ دیں گے۔ عیسٰی علیہ السلام حج عمرہ ادا کریں گے۔ مسیح سے قبل دجال کے زمانہ میں سخت قحط سالی ہوگی۔ اُس زمانہ میں طعام کی جگہ تہلیل تکبیر اور تسبیح سے حیات بسر کریں گے جب آسمان سے نازل ہوں گے تو امام مہدی علیہ السلام کو نماز میں آگے کھڑا کریں گے اور خود بھی بعد کو امام ہوں گے قتل کریں گے دجال کو جو ایک شخص معین ہے۔ اور ہلاک ہوگی قوم یاجوج ماجوج اُن کی برکت سے۔

واخرج البخاری فی تاریخہ والطبرانی عن عبد اللہ بن سلام قال یدفن عیسی بن مریم مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وصاحبیہ فیکون قبرہ رابعا۔ اخراج کیا بخاری نے بیچ تاریخ اپنی کے اور طبرانی نے عبد اللہ بن سلام سے۔ فرمایا عبد اللہ بن سلام نے دفن کیے جائیں گے عیسٰی بیٹے مریم کے ساتھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور شیخین کے پس ہوگی قبر مبارک اُن کی چوتھی۔

واخرج الترمذی وحسنہ عن محمد بن یوسف بن عبد اللہ بن سلام عن ابیہ عن جدہ قال مکتوب فی التوراۃ صفۃ محمد وعیسی بن مریم یدفن معہ۔ اور اخراج کیا ترمذی نے ساتھ تحسین کے فرمایا عبد اللہ بن سلام نے کہ صفت محمد صلی اللہ علیہ وسلم

marfat.com

کی توارت میں موجود ہے اور یہ بھی توارت میں ہے کہ عیسیٰ ابنِ مریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدفون ہوں گے۔

عن عائشۃ قالت قلتُ یارسول اللہ انی اریٰ انی اعیش بعدک فتأذن لی ان اُدفن الی جنبک فقال وانی لی بذالک الموضع مافیہ الا موضع قبری وقبرابی بکر وعمر وعیسیٰ بن مریم۔ فرمایا حضرت عائشہؓ نے کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارک میں عرض کی کہ مجھے معلوم ہوتا ہے کہ میں آپ کے بعد زندہ رہوں گی۔ اگر اجازت ہو تو میں آپ کے پاس مدفون ہوں۔ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میرے پاس تو ابوبکر اور عمر اور عیسیٰ علیہ السلام کی قبر کے سوا اور جگہ نہیں ہے۔

عن عبداللہ بن عمرو قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ینزل عیسیٰ بن مریم الی الارض فیتزوج ویولد لہ یمکث خمسا واربعین سنۃ ثم یموت ویدفن معی فی قبری فاقوم انا وعیسیٰ بن مریم فی قبر واحد بین ابی بکرؓ وعمرؓ۔ رواہ ابن الجوزی فی کتاب الوفاء۔ روایت کیا ابن جوزی نے بیچ کتاب وفا کے عبداللہ بن عمرو سے کہا اُنہوں نے فرمایا رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُتریں گے عیسیٰ بن مریم آسمان سے پس نکاح کریں گے اور صاحبِ ولد ہوں گے جب فوت ہوں گے مدفون ہوں گے ساتھ میرے پس کھڑے ہوں گے ہم دونوں ایک قبر (یعنی مقبرہ) درمیان ابوبکرؓ اور عمرؓ کے۔

اور روایت کیا ترمذی نے بعض اس حدیث کا جس میں روایت کیا بعض راویوں سے۔ وقد بقی فی البیت موضع قبر۔ یعنی قبر مبارک کے پاس جگہ خالی ہے واسطے عیسیٰ علیہ السلام کے محقق ابن جرزی فرماتے ہیں پاس عمرؓ کے مدفون ہوں گے۔ کیونکہ ہم کو خبر دی ہے بہتیروں نے حُجرہ شریف کے اندر جانے والوں میں سے کہ خالی جگہ عمرؓ کی جنب میں ہے۔

آثار دربارہ مرفوع ہونے جسم مسیح اور احادیث نزول عیسیٰ علیہ السلام کی سوا اُن کے جو بیان کر چکا ہوں اور بھی بکثرت موجود ہیں جس کا جی چاہے تفسیر ابن کثیر اور تفسیر دُرِّ منثور اور تفسیر ابن جریر کو ملاحظہ فرمائے۔ اگر ان سے بھی اطمینان حاصل نہ ہو تو کنز العمال و مسند امام احمد وغیرہ کُتبِ احادیث کو مطالعہ فرمائے۔ مگر مومن فہیم کے واسطے اس قدر آثار اور احادیث سے جو بیان کر چکا ہوں۔ یہ احادیث متواترہ ہیں۔ نزولِ مسیح کا جو مستلزم ہے رفع کو سب میں اتفاقی ہے زیادہ بیان ہونا افعال اور صفات کا بعض حدیثوں میں اور بعضوں میں کم۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ جس قدر اوصاف بذریعہ وحی آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوئے اُن کو بیان فرمایا۔ سامع نے اُن کو یاد رکھا۔ پھر جب اور معلوم ہوئے اُن کو پھر بیان فرمایا۔ علیٰ ہذا القیاس۔ وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی۔ یہی وجہ ہے کہ بعض راویوں میں سے بعض صفات اور احوال مروی ہیں دُوسرے سے کچھ اور کبھی ایک راوی کی روایت میں کمی بیشی ہوا کرتی ہے۔ اس کی بھی یہی وجہ ہے۔

احادیثِ نزول مروی ہیں ان اصحاب کبار وغیرہم سے۔ ابوہریرہ۔ عبداللہ بن مسعود۔ عثمان بن ابی العاص۔ ابی امامہ۔ نواس ابن سمعان۔ عبداللہ بن العاص۔ مجمع بن جاریہ۔ ابی شریحہ۔ حذیفہ بن اُسید۔ جابر۔ سمرۃ بن جندب۔ عمرو بن عوف۔ عمران بن حصین۔ کیسان۔ حذیفہ بن یمان۔ عائشہ۔ عبداللہ بن عباس۔ انس رضی اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

توضیح۔ معنے آیت وَاِنْ مِّنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ الخ کا یہ ہے کہ اہل کتاب موجودہ میں سے وقت نزولِ مسیح کے قبل از موت اُن کے ہر ایک ایمان لائے گا ساتھ واقعیت مضمون بالا کے یعنی اُٹھایا جانے اُن کے آسمان کی طرف۔ اور ساتھ اس کے کہ وہ نبی صادق گذرے ہیں اپنے وقت میں۔ یہود گذشتہ ہمارے مُفتری اور کافر نبی صادق تھے۔ یہی مُراد ہے آیۃ وَاِنْ مِّنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ اِلَّا لَیُؤْمِنَنَّ بِہٖ قَبْلَ مَوْتِہٖ سے۔ اسی لیے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم یا ابوہریرہؓ وقت بیان حدیث بُخاری والذی نفسی بیدہ لیوشکن الخ کے آیۃ مذکورہ کو نزولِ مسیح ابن مریم پر شاہد لاتے ہیں۔ اور اس استشہاد سے ہر ایک عاقل ادنیٰ تدبر سے معلوم کر سکتا ہے کہ اس حدیث مذکور میں جس کا مضمون یہ ہے۔ قسم ہے مجھ کو اُس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے ضرور ہی اُتریں گے تم میں مریم کے بیٹے حاکم بشرع محمدی

marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم منصف ہو کر اور خنزیر کو حلال جاننا اور صلیب پرستی یہ سب امور جو ان کے پیچھے ان کی شرع میں داخل سمجھے گئے ہیں ان سب کو موقوف کریں گے۔ یہاں تک کہ ان کے عہد میں ملتِ اسلام ہی باقی رہے گی۔ اور محبت عبادت اور اعراض دنیا سے ایسا ہوگا کہ ایک سجدہ بہتر سمجھا جائے گا سب دنیا اور دنیوی اشیاء سے۔ مراد وہی ابن مریم ہے جو نبی وقت اور صاحب انجیل ہے۔ ورنہ بیان حدیث مذکور کے وقت استشہاد آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم یا ابوہریرہؓ کا بآیت مذکورہ کیا معنے رکھتا ہے۔ ظاہر ہے کہ جب آیت مذکورہ میں اس نبی وقت کا ذکر ہے تو حدیث میں بھی ضرور اسی کے نزول سے حلفی طور پر خبر دی گئی ہے۔ جیساکہ استشہاد بآیت مذکورہ وقت بیان حدیث کے ارادہ مثیل مسیح کو باطل کرتا ہے ایسا ہی عدم وقوع ان امور کا زمانہ حال میں جو حدیث میں بیان ہوتے ہیں۔ جناب مرزا صاحب اس حدیث شریف کا مصداق بتاویل مثیل اپنے زعم میں تو بنے مگر موقوف کرنا صلیب پرستی اور خنزیر خوری کا اور سب ملتوں کا ایک ملتِ اسلام ہی ہو جانا اور کثرت مال کی یہاں تک کہ اس کو کوئی قبول نہ کرے۔ اور ایک سجدہ کا عزیز تر ہونا سب دنیا سے یہ علاماتِ نزولِ مسیح کہاں؟ اور نیز اگر آپ مراد ہیں حدیث مذکور سے تو آپ کے پیدا ہونے میں کسی کو حضار مجلس نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے تعجب اور استعظام ہی کیا تھا تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم قسم اٹھا کر بعد ازاں نزول اور قرب کو لام تاکید اور نون ثقیلہ سے مؤکد کر کے یعنی لَيُوْشِكَنَّ فرما کر حاضرین کا تردد دفع فرماتے رہے۔

جاننا چاہیئے کہ یہ معنے آیۃ وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ الخ کا جو لکھ چکا ہوں یہی معنے کیا ہے ابوہریرہؓ نے۔ اور ایک روایت میں عبداللہ بن عباس نے بھی۔ اور اسی معنے کو ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں بشہادت سیاق کلام یعنے چسپاں ہونے اس معنے کے ماقبل سے ترجیح دی ہے۔ اور دوسرا معنے جو ایک روایت میں ابن عباسؓ سے مروی ہے وہ بیان ایک وجہ کا ہے وجوہ آیت میں سے ہے۔ اور واقعی ہونا اس معنے کا مقتضی اس کا نہیں کہ مراد آیۃ سے وہی ہو۔ واقعیت مضمون اور ہے اور مراد ہونا کلام سے اور۔ وہ معنے یہ ہے کہ ہر ایک اہل کتاب اپنی موت سے پہلے عیسیٰ بن مریم کے ساتھ جب عند الموت متجلی ہوں گے ایمان لائے گا۔

چوتھی وجہ بطلان اس مذہب کی یہ آیت یعنی وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ الخ بھی ہے کیونکہ منطوقہ دال ہے نزولِ مسیح بن مریم پر جو مستلزم ہے رفع جسمی کو۔

پانچویں وجہ بطلان کی وعدہ فرمانا اللہ تعالیٰ کا ہے مسیح بن مریم سے کہ میں تجھ کو یہود کے ہاتھ سے بچاؤں گا۔ تو پھر تعجب ہے کہ بعد تسکین بخشی کے اس قول سے یعنی اِنِّيْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَيَّ۔ یہود کے ہاتھ میں گرفتار کرا کر کو رسوا کرنا اور مار پیٹ کے بعد صلیب پر انہی کے ہاتھ سے دلانا اتنی تکلیف کے بعد صلیب سے زندہ اتار لانا آیا یہی ثمرہ ایفاء عہد خداوندی اور اثر اجابت دعاء مسیحیہ کا نکلا جو رات بھر روتے چلاتے مانگی جاتی تھیں۔

چھٹی وجہ بطلان کی اتصال رفع کا ساتھ کلمہ بَلْ کے یعنے بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ کہنا اور حسب مزعوم جناب مرزا صاحب یوں چاہیئے تھا بَلْ بَقِيَ حَيًّا ثُمَّ تَوَفَّاهُ اللّٰهُ ورفعه اليه۔

ساتویں وجہ آیۃ وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ ہے یعنی بالتحقیق نزولِ مسیح ابن مریم اسبابِ علمِ قیامت میں سے ہے۔ اخرج الفریابی و سعید بن منصور و مسدد و عبد بن حمید و ابن ابی حاتم و الطبرانی من طرق عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنهما فی قوله وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ قال خروج عیسٰی قبل یوم القیٰمة واخرج عبد بن حمید عن ابی هریرة رضی اللہ عنه وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ قال خروج عیسٰی یمکث فی الارض اربعین سنة تکون تلك الاربعون اربع سنین یحج ویعتمر۔ واخرج عبد بن حمید وابن جریر عن مجاهد رضی اللہ تعالیٰ عنه وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ قال اٰیة للساعة خروج عیسٰی بن مریم قبل یوم القیامة۔ واخرج عبد بن حمید وابن جریر عن الحسن رضی اللہ عنهما وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ قال نزول عیسٰی واخرج ابن جریر من طرق عن

marfat.com

ابن عباس رضی اللہ عنہما وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ قال نزول عیسٰی۔ (تفسیر دُرِّ منثور)

حاصل یہ ہے کہ عبداللہ ابن عباس اور ابوہریرہ اور مجاہد اور حسن رضی اللہ عنہم سے بطرق متعددہ مروی ہے کہ ضمیر اِنَّهٗ جو آیت وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ میں ہے عیسٰی علیہ السلام کے نزول کی طرف پھرتی ہے۔ وقال الاحمد حدثنا ہاشم بن القاسم حدثنا شیبان عن عاصم بن النجود عن ابی رزین عن ابی یحیٰی مولی بن عقیل الانصاری قال قال ابن عباس رضی اللہ عنہما لقد علمت اٰیۃ من القراٰن الخ وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ قال ہو خروج عیسٰی بن مریم علیہ السلام قبل یوم القیٰمۃ وقولہ سبحانہ وتعالٰی وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ تقدم تفسیر ابن اسحاق ان المراد من ذٰلک ما بعث بہ عیسٰی علیہ السلام من احیاء الموتٰی وابراء الاکمہ والابرص وغیر ذٰلک من الاسقام وفی ہذا نظر وابعد منہ ما حکاہ قتادۃ عن الحسن البصری وسعید بن جبیر ان الضمیر فی انہ عائد علی القراٰن بل الصحیح انہ عائد علی عیسٰی علیہ السلام فان السیاق فی ذکرہ ثم المراد بذٰلک نزولہ قبل یوم القیٰمۃ کما قال تبارک وتعالٰی وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ ای قبل موت عیسٰی علیہ السلام ثم یوم القیٰمۃ یکون علیہم شہیدا ویؤید ہذا المعنی القراءۃ الاخرٰی وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ ای امارۃ ودلیل علی وقوع الساعۃ۔ قال مجاہد وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ خروج عیسٰی ابن مریم علیہ السلام قبل یوم القیٰمۃ۔ وہکذا روی عن ابی ہریرۃ وابن عباس وابی العالیۃ وابی مالک وعکرمۃ والحسن وقتادۃ والضحاک وغیرہم وقد تواترت الاحادیث عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ اخبر بنزول عیسٰی علیہ السلام قبل یوم القیامۃ اماما عادلا الخ (تفسیر ابن کثیر)

حاصل۔ روایت کی امام احمد نے عبداللہ ابن عباس سے اسنادِ صحیح کے ساتھ کہ فرمایا انہوں نے وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ اے خروج عیسٰی علیہ السلام یعنی نزول اُن کا قبل قیامت کے۔ یہی مروی ہے مجاہد۔ ابوہریرہ۔ ابوعالیہ۔ ابومالک۔ عکرمہ۔ حسن۔ قتادہ۔ ضحاک وغیرہم سے۔ اور یہی صحیح ہے بنظر ماقبل کے۔ اور اسی کو تائید دیتی ہے دوسری قرأۃ۔ اور آیۃ وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ الخ احادیث نزول کی بطریق تواتر بھی اسی کی تائید کرتی ہیں پس ضمیر اِنَّهٗ کی قرآن کی طرف پھیرنی غیر صحیح ہے سیاق اور اقوالِ صحابہ اور تابعین کی رُو سے۔ اور عیسٰی علیہ السلام کی طرف پھیرنی باعتبار زندہ کرنے اُن کے مُردوں کو وغیرہ وغیرہ یہ بھی غیر صحیح ہے بلحاظ تفسیر صحابہ اور تابعین کے اور بلحاظ سیاق ایضاً بنظرِ دقیق اعلم بالقرآن ابن عباس بروایت ابی صالح بھی اِس آیت میں یُونہی فرماتے ہیں۔

اب بخوبی واضح ہو چکا کہ مرزا صاحب ازالہ اوہام میں جو اِنَّهٗ کی ضمیر کا مرجع قرآن لکھتے ہیں غیر صحیح ہے۔ سیاق آیۃ اور تفاسیرِ صحابہ و تابعین کی رُو سے قولہ تعالٰی وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلًا اِذَا قَوْمُكَ مِنْهُ يَصِدُّوْنَ الخ اس آیۃ میں مِنْهُ کی ضمیر اور ایسا ہی اَمْ هُوَ اور اِنْ هُوَ اور اَنْعَمْنَا عَلَيْهِ اور جَعَلْنٰهُ یہ سب ضمائر ابنِ مریم کی طرف ہی راجع ہیں۔ مرزا صاحب اگر وَاِنَّهٗ کی ضمیر کو قرآن کی طرف پھراتے ہیں تو ان ضمائرِ مذکورہ کو بھی قرآن کی طرف راجع فرمائیں۔ تاکہ تحریف مضمون قرآن کریم کی بخوبی ہو جائے۔ نزُول مسیح مستلزم ہے رفع جسمی اور حیاتِ مسیح الی الآن اور بطلانِ مذہب مذکور کو۔

آٹھویں وجہ مَا اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ہے۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے من جملہ علاماتِ قیامت کے خرُوج شخص معین مسمّی بہ دجّال یہُودیں سے اور مسیح ابنِ مریم کا بعد نزُول اُس کو قتل کرنا بیان فرمایا بمقتضائے آیت مذکورہ ہم کو ایمان بما جاء بہ الرسول علیہ السلام واجب اور انکار اس کا مُوجبِ کفر ہے۔ خیال رکھنا چاہیے کہ رفع جسمی مسیح اور نزول کا ثبُوت چُونکہ قرآن کریم اور احادیثِ صحیحہ متواترہ سے نہایت واضح طریق پر ہو گیا تو بعد اس کے مومن بما جاء بہ الرسول علیہ السلام کو ہرگز ہرگز متوجہ ہونا اناجیل کی طرف بباعث دھوکا کھانے یہُود اور نصارٰی کے اس مقام میں بوجہ القاء شُبہ جائز نہیں اِسی دھوکا کھانے اور تشکیک کی وجہ سے تواتر

marfat.com

اُن کا بھی قابلِ اِعتبار نہیں کیونکہ اجتماعِ شکوک سے یقین حاصل نہیں ہوتا۔ واقعہ قتل اُور صلبِ مسیح جو اناجیل میں مذکور ہے۔ اُور ایسا ہی اِفترار یہود کہ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ الخ کہتے تھے ان کی تکذیب نص وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ اور وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ سے ہو چکی جیساکہ مسیح ابن مریم نے خود برنباس کو فرمادیا تھا کہ اَے برنباس چونکہ حواری اُور والدہ ہماری دُنیا وی محبت سے مجھے ابن اللہ کہتے تھے یعنی اُس معنے سے جو کسی کے لائق نہیں۔ خُداوند نے چاہا کہ قیامت کے دن مجھ پر ہنسی نہ ہو۔ تو دُنیا میں یہود کی مصلوبیت اُور موت سے مجھے بدنام نہ کرنا لیکن یہ غلطی تا وقتِ تشریف آوری محمد رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے ہوگی۔ جب وُہ تشریف لائیں گے تو اس غلطی کو دفع فرمائیں گے انجیل برنباس ادریس کا قول نامہ یہودا میں اسی مضمون پر دال ہے کہ لوگ صاحب یعنی مسیح پر ہنسیں گے اُور جب محمد رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم تشریف فرما ہوں گے تب لوگوں کو سزا دیں گے۔ مطابق اس پیشین گوئی مسیح کے قرآن کریم نے برأت مسیح کی تہمت قتل اُور مصلوبیت سے بیان فرمائی جیساکہ اصل واقعہ یعنی رفع مسیح علی السماء کو ذکر کیا۔ کیونکہ رفع اِلی اللہ اُور رفع علی السماء مصادق ہیں۔

الغرض کُتبِ سابقہ میں سے جس مضمون کی تکذیب قرآن کریم یا احادیثِ صحیحہ متواترہ سے ہوگئی ہو ہرگز قابلِ اعتبار نہیں۔ اُور جس مضمون کا مصدق قرآنِ کریم ہو اُس کی نقل بطریقِ اِستشہاد لا من حیث الاعتضاد جائز ہوگی جیساکہ حدیث بخاری بلّغوا عنی ولو اٰیۃً وحدثوا عن بنی اسرائیل ولا حرج الخ کے محل کی یہی صورت ہے اُور جس کی تصدیق اُور تکذیب دونوں سے قرآن کریم ساکت ہو۔ اُس کے بارہ میں مومن کو چاہیئے کہ مطابق حدیث شریف لاتصدقوھم ولاتکذبوھم کے نہ تصدیق اُس کی کرے اُور نہ تکذیب۔ (تفسیر ابنِ کثیر) بناء علیہ جس مقام میں روایت اناجیل کی مطابق نصِ قرآن کریم یا احادیث متواترہ کے ہو نقل اس کی جائز ہے۔ جیساکہ رسُولوں کے اعمال۔ پہلا باب۔ ۹ درس۔ اُور وُہ یہ کہہ کے اُن کے دیکھتے ہُوئے اُوپر اُٹھایا گیا اُور بدلی نے اُسے اُن کی نظروں سے چھپالیا۔ ۱۰۔ اُور اُس کے جاتے ہُوئے جب وُے آسمان کی طرف تک رہے تھے دیکھو دو مرد سفید پوشاک پہنے اُن کے پاس کھڑے تھے۔ ۱۱۔ اُور کہنے لگے۔ اَے جلیلی مردو تم کیوں کھڑے آسمان کی طرف دیکھتے ہو۔ یہی یسُوع جو تمہارے پاس سے آسمان پر اُٹھایا گیا ہے اُسی طرح جس طرح تم نے آسمان کو جاتے دیکھا پھر آوے گا۔ اس میں فقرہ (پھر آوے گا) مُطابق آیۃ وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ الخ اُور آیۃ وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ اُور احادیث نزُول کے ہے۔

سوال۔ افقہ الناس ابن عباس نے مُتَوَفِّيْكَ کا معنے مُمِيْتُكَ کا لیا ہے بناءً علیہ يٰعِيْسٰٓى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ کا معنے یہ ہوا کہ اَے عیسےٰ میں تجھے مارنے والا ہُوں۔ اِسی طرح فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِىْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ میں بھی۔ اس سے جب وفاتِ مسیح بن مریم ثابت ہو چکی تو بالضرور بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ میں رَفَعَ سے رَفعِ رُوحانی لینا پڑے گا۔ اُور احادیث نزُولِ مسیح واجب التاویل ہوں گی۔ کیونکہ مرنے کے بعد اَرواحِ مقربین بشہادت قِيْلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ اُور فَادْخُلِىْ فِىْ عِبٰدِىْ وَادْخُلِىْ جَنَّتِىْ اُور احادیثِ صحیحہ کے جنت میں داخل ہوتی ہیں۔ بعد ازاں بموجب آیۃ وَمَا هُمْ مِّنْهَا بِمُخْرَجِيْنَ جنت سے نکالی نہیں جاتیں۔ بناءً علیہ مسیح ابنِ مریم بعد مرجانے کے دوبارہ دُنیا میں ہرگز نہیں آسکتے۔

جواب۔ افقہ الناس ابنِ عباسؓ کا فیصلہ ہم کو بسر و چشم منظور ہے۔ مگر پہلے آپ علیٰ رؤس الاشہاد اقرار کرلیویں کہ ہم بھی افقہ الناس کے قول سے منحرف نہ ہوں گے۔ اِنسان معاملہ سے پہچانا جاتا ہے۔ ناظرین ازالہ اُور ایام الصلح سے معلوم کرسکتے ہیں۔ کیا آپ نے قصہ عودِ ایلیا سے جو کتابِ سلاطین میں مذکور ہے اپنے دعوٰے پر تمسک نہیں پکڑا۔ اُور اُسی کتاب میں عودِ ایلیا بجسدہ العنصری جو مذکور ہے پھر اس سے منحرف نہیں ہُوئے۔ یا مسیح کے مصلوب ہونے میں پہلے اناجیل اربعہ سے کام لے کر بعد ازاں رفعِ جسمی سے جو کتابِ اعمال میں صراحۃً مذکور ہے منحرف نہیں ہُوئے۔ یا توفّی کے معنے لینے میں ابنِ عباس کو اَعلم بالقرآن سمجھ کر مقتدیٰ بنا کے اُور اُن کی اتباع کا دم بھر کے بعد ازاں آیت بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ اُور ایسا ہی وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ اُور فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِىْ اُور قَبْلَ مَوْتِهٖ کے معنے میں جو وَاِنْ مِّنْ

marfat.com

اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ میں مذکور ہے۔ اور ایسا ہی وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ ان سب میں قول افقہ الناس ابنِ عباس کو سلام نہیں کہا۔ یا اجماعِ اُمّتِ مرحومہ کو عقیدہ رفع جسمی مسیح پر پہلے اجماع کو رانہ ازالہ اوہام میں اور اہلِ اجماع کو حزبِ نادان اور بے حیا ایام الصلح میں قرار دے کر پھر سب کے عقیدہ کو مطابق اپنے عقیدہ کے بدلائل واہیہ ازالہ اور ایام الصلح میں ثابت نہیں کیا۔ اور احادیثِ نزول اور ظہورِ دجال کو پہلے بعض کو ضعیف اور بعض کو مضطرب اور بعض کو مخالفِ توحید ٹھہرا کر بعد ازاں اُنہیں کا مصداق خود ہی نہیں بن گئے۔

بعد اس کے اولاً تو یہ معروض ہے کہ اثر مذکور ابن عباس کا علی بن ابی طلحہ کے مروی ہے۔ اور اہل الجرح و التعدیل کو اس میں کلام ہے چنانچہ قسطلانی نے تضعیف اور عدم ثبوت ملاقات اُس کی کو ساتھ ابن عباس کے ذکر کیا ہے۔ اور تقریب میں ہے علی بن ابی طلحۃ سالم مولی بنی العباس سکن حمص ارسل عن ابن عباس ولم یرہ من السادسۃ صدوق قد یخطی۔ انتھٰی۔ وفی الخلاصۃ قال احمد لہ اشیاء منکرات۔ وفی المیزان قال احمد بن حنبل لہ اشیاء منکرات۔ قال دُحیم لم یسمع علی بن ابی طلحۃ التفسیر عن ابن عباس۔

اور ثانیاً بر تقدیر صحت کے مثبت اِس امر کا نہیں ہو سکتا کہ معنے مذکور کو یعنے مُمِيتُكَ مذہب ابن عباسؓ کا قرار دیا جائے۔ بلکہ جائز ہے کہ من جملہ دیگر مباحثات یومیہ صحابہ کرام کے بطریق بیان احتمال ہو۔ پہلے مفسرین کے زمانہ میں چونکہ اسالیب تقریر منقح ہونے میں نہیں آئے تھے۔ لہٰذا تحریر احتمالی ان کی تقریر بالجزم سے مشتبہ ہو جاتی ہے۔ مثلاً ابن عباس آیت فَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ کے متعلق فرماتے ہیں لا اجد فی کتاب اللہ الا المسح لکنھم ابوا الا الغسل یعنی قرآن کریم میں بغیر مسح پاؤں کے مَیں نہیں پاتا ہوں لیکن یہ لوگ یعنی صحابہ کرام نہیں مانتے مگر غسل کو۔ اب جو شخص حقیقتِ روزمرہ مباحثہ صحابہ سے واقف ہو گا وہ مسح قدموں کو مذہب ابن عباسؓ کا سمجھ لے گا۔ حالاں کہ ابن عباسؓ کو ایک اشکال کی تقریر کرنی منظور ہے تاکہ امتحان کریں کہ عُلمار عصر اِس اشکال کے دفع میں کیا کہتے ہیں۔ مذہب آپ کا وُہی غسل قدمین ہے۔ ما نحن فیہ میں بھی محتمل ہے کہ تفسیر مُتَوَفِّيكَ مُمِيتُكَ کے ساتھ اسی قبیل سے ہو۔ اور یہ کوئی خیال نہ فرمائے کہ اس تقریر پر نقل سے امان اُٹھ جائے گا کیونکہ محتمل مذکور پر آثارِ صحیحہ ابن عباس کے جو متعلق بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ اور وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ الخ اور وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ کے بالاسناد لکھ چکا ہوں شاہد ہیں۔ ماسوا اُن کے احادیثِ نزول مرویہ ابنِ عباسؓ کی بھی مؤید احتمال مذکور ہیں۔ وذکر العینی۔ وروی ابو نعیم فی کتاب الفتن من حدیث ابن عباس ان عیسٰی اذ ذاک یتزوج فی الارض فیقیم بھا تسع عشرۃ سنۃ الی ان قال وعن ابن عباس یتزوج الی قوم شعیب و ختن موسٰی علیہ السلام وھو جذام فیولد لہ فیھو ویقیم تسع عشرۃ سنۃ۔ انتھٰی۔

اور ثالثاً اگر ابنِ عباسؓ کا مذہب بھی مانا جائے تاہم عقیدہ اجماعیہ اسلامیہ کو مضر نہیں کیونکہ ابنِ عباسؓ بلحاظ نص بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ جس میں موت طبعی کا معنے لینا ممکن نہیں۔ جیسا پہلے گذر چکا ہے آیت يٰعِيْسٰٓى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَيَّ میں بعد ارادہ معنی مُمِيتُكَ کے قائل بہ تقدیم و تاخیر ہے۔ اخرج اسحٰق بن بشر وابن عساکر من طریق جوھر عن الضحاک عن ابن عباس فی قولہ اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ یعنی رافعك ثم متوفیك فی اخر الزمان۔ (درمنثور) حاصل۔ ابن عباس سے قول اللہ تعالیٰ اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَيَّ میں تعدیم و تاخیر مروی ہے یعنی یوں عبارت آئی ہے کہ رافعك ثم متوفیك فی اخر الزمان اور ایسا ہی تفسیر عباسی میں بھی۔ اور ظاہر ہے کہ کوئی باعث قول تقدیم و تاخیر کا آیۃ مذکورہ میں سوائے تطبیق کے مابین نصوص کے نہیں۔ شواہد تقدیم و تاخیر کے آیات قرآنیہ میں یہ ہیں۔ قولہ تعالیٰ فَقَالُوْٓا اَرِنَا اللّٰهَ جَهْرَةً میں بھی ابن عباس سے تقدیم و تاخیر مروی ہے یعنی اُنہوں نے یُوں تفسیر کی فقالوا جھرۃ ارنا اللہ اور ابن حاتم نے قتادہ سے قولہ تعالیٰ فَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَاَوْلَادُهُمْ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا میں تقدیم و تاخیر روایت کی ہے

marfat.com

یعنی فرمایا کہ اصل عبارت اِس طرح ہے فلا تعجبك اموالهم ولا اولادهم فی الحیوۃ الدنیا انما یرید الله لیعذبهم بها فی الاٰخرۃ۔ اور مجاہد سے قوله تعالیٰ اَنْزَلَ عَلٰی عَبْدِهِ الْكِتٰبَ وَلَمْ یَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا قَیِّمًا یعنی انزل علی عبده الکتٰب قیمًا ولم یجعل له عوجًا مروی ہے۔ اور قتادہ سے قوله سبحانه اِنِّیْ مُتَوَفِّیْكَ وَرَافِعُكَ اِلَیَّ میں اِنِّیْ رَافِعُكَ اِلَیَّ وَمُتَوَفِّیْكَ مروی ہے۔ اور عکرمہ سے قولِ باری عزاسمہ۔ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِیْدٌ بِمَا نَسُوْا یَوْمَ الْحِسَابِ میں لهم عذاب شدید یوم الحساب بما نسوا مروی ہے۔ اگر زیادہ مرویات صحابہ کرام و تابعینؓ وغیرہ دربارہ تقدیم و تاخیر دیکھنے منظور ہوں تو بالتفصیل تفسیر اتقان سے ملاحظہ فرمائیں۔ ونیز فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ بَدِیْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ خَلَقَكُمْ وَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ كَذٰلِكَ یُوْحِیْٓ اِلَیْكَ وَاِلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكَ۔ اِنَّآ اَوْحَیْنَآ اِلَیْكَ كَمَآ اِلٰی نُوْحٍ وَّالنَّبِیّٖنَ مِنْۢ بَعْدِهٖ الخ میں معطوف باعتبارِ تحقق خارجی کے معطوف علیه سے مقدم ہے۔ اور قرآن شریف میں ہزاروں مثالیں موجود ہیں۔ جن میں معطوف معطوف علیه سے تحقق میں مقدم ہے۔

الغرض آپ کو قول ابنِ عباسؓ کا مُتَوَفِّیْكَ مُمِیْتُكَ فقط مُفید نہیں ہو سکتا جب تک قول اُن کا متعلق فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ کے ہیں ساقط عن الاعتبار ٹھہرائیں۔ یا ہم قول ابن عباس کا متعلق فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ کے جو دال ہو ارادہ معنے غیر موت پر بیان کرتے ہیں۔ اخرج ابوالشیخ عن ابن عباس اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ یقول عبیدك قد استوجبوا العذاب بمقالتهم وان تغفر لهم ای من ترکت منهم ومد فی عمرہ (یعنی عیسٰی علیه السّلام) حتی اهبط من السمآء الی الارض یقتل الدجال فنزلوا عن مقالتهم ووحدوك واقروا انا عبیدٌ وان تغفر لهم حیث رجعوا عن مقالتهم فانك انت العزیز الحکیم۔ (جلال الدین سیوطی دُرِّ منثور)

ایسا ہی تفسیر عباسی میں تَوَفَّیْتَنِیْ کا معنے رفعتنی مذکور ہے۔ اگر آپ کو ابنِ عباسؓ کا مسلک لینا ضروری ہے تو قبول فرماویں یہ تو نہ ہو کہ تارکِ صلوۃ نے تمسک آیۃ وَلَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ سے پکڑا۔ دُوسرے نے کہا میاں ابھی مضمون پُورا نہیں ہوا۔ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى کو بھی ساتھ ملاحظہ کرو جس کا مضمون یہ ٹھہرا کہ "حالتِ نشہ میں نماز مت پڑھو" تو متمسک (اوّل) نے کہا کہ سارے قرآن پر تمہارا باپ عمل کرتا ہوگا۔ ہم سے اگر ایک آیت پر بھی ہو تو بڑی بات ہے۔ قولِ ابن عباس اگر قابلِ احتجاج ہے تو اس کو اوّل سے آخر تک ملاحظہ فرماویں۔ پھر دیکھئے رفع جسمی کس طرح کھُلے کھُلے طور پر بشہادت تفسیرِ ابن عباس ثابت ہوتا ہے۔

اَب ناظرین بانصاف سمجھ چکے ہوں گے کہ تفسیرِ ابنِ عباس کا پیرو اور متبع کون ہے۔ اور یہ بھی ظاہر ہو گیا ہو گا کہ مرزا صاحب نے اتباع ابن عباس کو تو بجائے خود چھوڑا اُلٹا بہتان صحابی پر باندھا جیسا کہ امام بُخاری کے اُوپر کہ وُہ بھی حدیث نزول ابن مریم میں مثیلِ ابنِ مریم مُراد لیتے ہیں بلکہ سب ائمہ سلف کا یہی اعتقاد تھا یعنی وفات مسیح ابنِ مریم۔

مَیں کہتا ہُوں امام بُخاری تو احادیثِ نزُول کے تراجم میں آیات سُورہ مریم اَور آلِ عمران کو لاکر بعدازاں بیان احادیث فرماتے ہیں۔ اَب ہر ایک مُنصف سمجھ سکتا ہے کہ اگر آیاتِ قرآنی میں ذکر مسیح بن مریم کا ہے جو نبی وقت تھے تو اُن احادیث میں بھی اُن کا ذِکر ہوگا۔ اَور اگر آیات میں ذکرِ خیر جناب مرزا صاحب کا ہے تو احادیث میں بھی مثیلِ بن مریم مُراد ہوگا۔ میں نہایت متعجب ہُوں کہ مرزا صاحب ازالۂ اَوہام میں بڑے زور سے علماءِ اسلام پر اعتراض کرتے ہیں (کہ حدیث بُخاری والذی نفسی بیده الخ میں مولوی صاحبان فقرہ یکسر الصلیب اَور ایسا

لہ دُوسری وجہ بُہتان کی امام بُخاری پر وُہ حدیث ہے جس کو امام بُخاری نے تاریخ میں بیان کیا ہے جس کو مَیں لکھ آیا ہُوں۔ تیسری وجہ بُہتان کی کہنا بُخاری کا بابِ نزُول عیسٰی بن مریم۔ اگر مذہب امام بُخاری کا مثیلِ عیسٰی ہوتا تو استعارہ کے طور پر بیان کرتا۔ بلکہ تصریح بہ مذہب خود ضروری تھی۔ ۱۲ منہ

marfat.com

ہی یقتل الخنزیر میں تو تاویل سے کام لیتے ہیں اَور ابنِ مریم سے مثیل اُن کا مُراد لینے میں ماوّل کو مُلحد قرار دیتے ہیں) معروض خدمت ہے کہ علماء اِسلام کِس طرح پر تاویل کر سکیں۔ بعدازاں کہ نصُوصِ قرآنیہ سے بہ تفسیر ابنِ عباس رفع جسمی اَور نزولِ مسیح صاحب انجیل کے ساتھ ایمان لا چکے ہوں۔ اَور بیشین گوئیاں حلفی اَور تاکیدی طور پر اُسے مسیح کے بارہ میں آں حضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم سے بطریقِ تواتر معنوی سُن چکے ہوں جس میں امکانِ تاویل بہ مثیل بھی گنجائش نہیں رکھتا۔ مثلاً شبِ معراج مسیح ابنِ مریم کا بوقت گفتگو ہونے کے قیامِ قیامت کے بارہ میں فرمانا کہ تعیینِ وقت تو میں نہیں کر سکتا مگر میرے ساتھ میرے رب نے عہد کیا ہے کہ قیامت قائم نہ ہوگی جب تک تو زمین پر اُتر کر دجال اَور قومِ یاجوج ماجوج کو ہلاک نہ کرے گا۔ الخ (تفسیر دُرِ منثور اَور ابنِ کثیر اَور خازن) اخرجہ احمد جیساکہ اُوپر بیان کیا گیا اسناد اَور متن اِس حدیث کا احادیث نزُول میں جس کا اوّل یہ ہے قال احمد حد ثنا ھشیم عن العوام بن حوشب عن جبلۃ بن سحیم عن مؤثر بن غفارۃ عن ابن مسعُود عن رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم قال لقیت لیلۃ اسری بی ابراھیم و موسٰی و عیسٰی علیھم السّلام۔ اَور بھی روایت کیا اِس حدیث کو ابنِ ماجہ نے ساتھ اسناد دُوسرے کے۔ شاید مرزا صاحب ہی نے شبِ معراج میں بیان معاہدہ رب کا جواَب مذکُور ہوا ہے کیا ہو۔ اِس مضمُون کا اِقرار کرنا بہ نسبت باقی اِفترآآت کے اُن کے سامنے کچھ بڑی بات نہیں۔

الغرض عُلماء اِسلام بعد ایمان بما جاء بہ الرسول علیہ السّلام کِس طرح حدیث مذکُور میں ابنِ مریم سے مثیل اُن کا مُراد لیں اَور ایمان اپنا ضائع کریں اَور دُنیا میں بھی مولوی کے مولوی رہیں۔ جناب مرزا صاحب کو اِتنا فائدہ تو ہے کہ لقبِ عیسویت اَور شانِ مہدویت چند سادہ لوحوں کے سامنے حاصل کیا۔ عُلماء بے چاروں کو کیا فائدہ؟ جنابِ عالی! یہی وجہ ہے کہ عُلماء کی ابنِ مریم سے مثیل اُن کا نہ لینے کی۔ باقی رہا فقرہ یکسر الصلیب اَور ایسا ہی و یقتل الخنزیر میں تعذرِ حقیقت دلیل ہے اِرادہ مجاز کی۔ شاید آپ کے نزدیک وقوعِ مجاز ایک فقرۂ کلام میں دلیل ہے سب کے سب فقراتِ کلام کے مجاز ہونے پر۔ ایسے خانہ زاد اصُول کے ایسے ہی نتائج ہوا کرتے ہیں۔ اَور رابعاً تطبیق بین الآیات میں بعد اس کے کہ اِستشہاد بہ محاورۂ قرآنیہ و عرف قرنِ اوّل و لُغت کے ہو کچھ ضرور نہیں کہ وجہ تطبیق ایک ہی معنے اَور اِحتمال میں منحصر رکھی جاوے۔ ابنِ عبّاس اَور سائر مفسّرینِ صحابہ میں سے بعد مراعاۃ مذکُور کے وجُوہ تطبیق میں اقوال متعددہ بیان فرماتے ہیں۔ بلکہ بحسب لا یکون الرجل فقیھا کل الفقہ حتّٰی یرٰی للقراٰن وجوھًا کثیرۃ کے کمال تفسیر دانی کا معیار عدم حصر کو ٹھہرایا گیا ہے۔

اَب ہم لفظ توَفّٰی کا معنے سوائے معنے موت کے قرآنِ کریم اَور لُغت سے ثابت کر کے وجہ تطبیق بین الآیات بیان کرتے ہیں۔ توَفّٰی ماخوذ ہے وَفَا سے۔ وَفَا کا معنے پُورا ہونا کہتے ہیں۔ فلانی شے کافی وَافی ہے یعنی پُوری۔ ایفاء کا معنے پُورا کرنا۔ اَور توَفّٰی تفعّل ہے بمعنے استفعال کے یعنے اِستیفاء جس کا ترجمہ پُورا لینا۔ لُغت کی کتابیں مثل صحاح اَور صراح اَور قاموس وغیرہ۔ اَور ایسا ہی تفاسیر سب متفق ہیں معنے مذکور پر۔ اَور یہ امر بھی نہایت ہی قابلِ غور ہے کہ لُغت اَور تفاسیر میں مستعمل فیہ کو بیان کرتے ہیں۔ گو کہ موضوع لہٗ نہ بھی ہو۔ بلکہ فرد ہی اس کا ہو۔ یا کسی نوع کا علاقہ معنے موضوع لہٗ سے رکھتا ہو جیساکہ لفظ اِلٰہ جس کا معنے معبُودِ مُطلق ہے واجب ہو یا مُمکن اَور اٰلِہہ بمعنے معبُوداتِ مطلقہ کے۔ کواکب ہوں یا بُت یا آدمی۔ حالاں کہ بہت اہلِ لُغت اَور مفسّرین بھی تفسیرِ اِلٰہ کی اصنام کے ساتھ کر دیتے ہیں۔ صراح وغیرہ کُتبِ لُغت کو اِلٰہ کے متعلق دیکھیں اَور تفسیر ابنِ عباس کو متعلق اَمْوَاتٌ غَیْرُ اَحْیَاءٍ کے مُلاحظہ فرمائیں کہ اَمْوَاتٌ۔ اَصْنَامٌ لکھتے ہیں۔ ہر سلیمُ الطبع پر ظاہر ہے کہ اَصْنَام یعنی بُت معنی موضوع لہٗ لفظ اِلٰہ کا نہیں بلکہ ایک فرد ہے معنی موضوع لہٗ کا جو معبُوداتِ مطلقہ اُوپر بیان کیا گیا ہے۔ بودے لوگ اُردُو خوان زعمی مولوی ایسے مقامات کو دیکھ کر دھوکا کھا جاتے ہیں یعنی یہ سمجھ لیتے ہیں کہ یہ بھی بیان معنے وضعی کا ہے۔ بلکہ اُسی کو حصر کے طور پر بہ نسبت اس مطلق کے موضوع لہٗ قرار دیتے ہیں۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ مطلق کو فرد سے ممتاز نہیں کر سکتے۔ الغرض۔ الفاظ مشتقہ میں معنے حقیقی کبھی اَور ہوتا ہے اَور مستعمل فیہ اَور۔ مانحن فیہ میں بھی مرزا صاحب اَور اُن کے اِتباع کو یہی دھوکا لگا ہوا ہے۔ لُغت کی کتابوں میں جو دیکھا کہ توَفّٰی کا معنے موت بھی ہے۔ اَور صحیح

marfat.com

بُخاری میں مُتَوَفِّيكَ کی تفسیر ابنِ عباسؓ نے مُمِيْتُكَ سے کی تو اس اِشتباہ مذکُور میں پڑ گئے۔

مَیں جانتا ہُوں کہ یہ لوگ اِلٰہ اَور اموات کا معنےٰ اصنام ہی خیال کرتے ہوں گے۔ ورنہ تَوَفّی سے معنےٰ موت ہی کا لینے میں ایسے مستحکم نہ ہوتے۔ فی الواقع یُوں ہے کہ تَوَفّی اَور اِستیفاء میں بجز پُورا لینے کے اَور کچھ ماخوذ نہیں۔ تَوَفّی نے جس کے ساتھ تعلق پکڑا ہے دیکھا جائے گا وُہ کیا چیز ہے۔ رُوح ہوگی یا غیر رُوح۔ اگر رُوح ہے تو پکڑنا رُوح کا پھر منقسم ہے دو قسموں پر۔ ایک تو اس کا پکڑنا مع الامساک یعنے پکڑنے کے بعد نہ چھوڑنا اس کا نام تو موت ہے۔ موت کے مفہوم میں دو امر تَوَفّی کے مفہوم سے علاوہ اِعتبار کیے گئے۔ ایک رُوح دُوسرا اِمساک۔ دُوسرا قسم تَوَفّی کا نیند ہے جس کے مفہوم میں قیدِ رُوح اَور اِرسال یعنے چھوڑ دینا ماخُوذ ہے۔ الحاصل موت اَور نیند دونوں فرد ہُوئے تَوَفّی کے (تفسیر کبیر، ابنِ کثیر، شرح کرمانی، صحیح بُخاری) اَور متعلق تَوَفّی کا اگر غیر رُوح ہو تو وُہ بھی یا جسم مع الرُّوح ہوگا جیسا کہ اِنِّيْ مُتَوَفِّيكَ یا اَور چیز جیسا کہ توفیت مالی (قاموس) بیان اس امر کا جو مذکور ہو چکا ہے یعنی تَوَفّی کا معنےٰ فقط کسی شے کا پُورا لے لینا ہے۔ عام اس سے کہ وُہ شے رُوح ہو یا غیر رُوح اَور بر تقدیر رُوح ہونے کے مقید بارسال ہو یا بامساک نص سے بھی ثابت ہے یعنی قرآن کریم کی اس آیت سے جس سے خُداوند کریم کو اظہارِ تصرف اَور قُدرت اپنی کا اسی پیرایہ میں منظور ہے کہ اللہ تعالیٰ اَرواح کو بعد القبض کہیں تو بند کر رکھتا ہے اَور کبھی چھوڑ دیتا ہے۔ اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا الخ اللہ تعالیٰ قبض فرماتا ہے اَرواح کو حالتِ موت اَور نیند میں فقط اتنا ہی فرق ہے کہ موت میں اِمساک اَور نیند میں اِرسال ماخوذ ہے۔ اس آیت میں تو اِستعمال لفظ توفی کا مُشترک میں ظاہر ہے یعنی فقط قبض اَور اَرواح مدلول ہے لفظ انفس کا اَور آیت وَهُوَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰكُمْ بِالَّيْلِ الخ میں مستعمل ہے نیند میں جو فرد ہے مفہوم تَوَفّی کا یعنی قبض کا۔ اَور آیت وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ الخ وغیرہ آیات میں مدلول اس کا موت ہے جو منجملہ افراد اُسی تَوَفّی کے ہے یٰعِيْسٰٓى اِنِّيْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَيَّ میں اَور ایسا ہی فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ میں بھی معنی موت کا مُطابق بعض نظائرِ قرآنیہ اَور غیر قرآنیہ کے جیسا کہ توفی اللّٰہ زیدًا توفی اللّٰہ عمروًا وتوفی اللّٰہ بکرًا وغیرہ وغیرہ لیا جاتا۔ اگر نص بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ کی رفع جسمی مسیح بن مریم پر شہادت نہ دیتی جیسا کہ لکھ چکا ہوں۔ یا آیات وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ الخ اَور وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ۔ اَور احادیثِ صحیحہ جو دال ہیں اُسی رفع جسمی پر استلزامًا وارد نہ ہوتیں۔ کیونکہ جب ایک شخص کا بخصوصہٖ نص سے حکم معلوم ہو جائے تو عمُوم آیات میں جو برخلاف اُس حکم کے ہوں داخل نہیں ہوتا۔ اَور نہ وُہ لفظ جو مستعمل اُس کے بارہ میں ہے محمُول ہوتا ہے اپنے نظائر پر۔ دیکھو آدم علیہ السّلام کی پیدائش کا حال جب نص خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ سے معلوم ہو چکا تو پھر اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ اَور ایسا ہی خُلِقَ مِنْ مَّآءٍ دَافِقٍ يَّخْرُجُ مِنْۢ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَآئِبِ سے مستثنےٰ ہے اَور قول قائل کا خلق اللّٰہ اٰدم محمُول نہ ہوگا اپنے نظائر پر یعنی خَلَقَ اللّٰهُ زَيْدًا خَلَقَ اللّٰهُ بَكْرًا وغیرہ وغیرہ جو کروڑہا سے زائد ہیں یعنی یہ نہ کہا جائے گا کہ کیفیتِ خلقتِ آدم وغیرہ بنی نوع یکساں ہے۔ ایک معنی کا بکثرت مستعمل فیہ ہونا دلیل ارادہ اُس کی درصورت قیام قرینہ صارفہ کے جو یہاں پر نص بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ کی ہے نہیں ہو سکتی۔ اَب ہر ایک صاحبِ فہم اَور مُنصف پر ظاہر ہو گیا ہوگا کہ یٰعِيْسٰٓى اِنِّيْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَيَّ اَور ایسا ہی فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ میں تَوَفّی سے معنے موت کا لینا اَور تقدیم تاخیر نہ کہنی اَور معنی موت کے اِرادہ پر شہادت نظائر مثل وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وغیرہ وغیرہ پیش کرنی۔ منشا اِس کا بغیر از جہالت اَور کیا قرار دیا جائے۔

تعجب ہے کہ جناب مرزا صاحب ازالۂ اَوہام اَور ایّام الصّلح میں کہیں تو اِستعمال لفظ تَوَفّی کو حسب محاورہ قرآنِ کریم کے معنے موت ہی میں منحصر کہتے ہیں اَور کہیں وجہ اطلاق تَوَفّی کی نیند پر النوم اخ الموت کو قرار دیتے ہیں۔ ایک تو دھوکا موضوع لہٗ کے فرد کو عین موضوع لہٗ سمجھنے کا کھایا۔ اَور دُوسرا اطلاق المطلق علی البعض افرادہٖ کو از قبیل اطلاق الفرد علی الفرد سمجھ لیا۔ ازالہ ص ۳۳۲ اَور پھر بعد دعویٰ حصر مذکور کے قائل باستعمال تَوَفّی نیند میں بھی حسب محاورہ قرآن کریم ہُوئے۔

الغرض۔ آیۃ یٰعِيْسٰٓى اِنِّيْ مُتَوَفِّيْكَ میں یا تو معنے موت کا لے کر مع قول بہ تقدیم تاخیر فی الآیۃ اَور فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ سے معنے رفع کا

marfat.com

ابنِ عباسؓ کی طرح لینا پڑے گا۔ یا ہر دو جگہ معنی قبض کا لیں گے۔

پھر مکرر عرض کرتا ہوں کہ جب حسبِ نص بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ کے رفع جسمی اور حیات الی الآن مسیح کی ثابت ہو چکی تو پھر آپ کو تاویلِ احادیث پر کون سا باعث رہا۔ کیونکہ باعثِ تاویل تو یہی تھا کہ آپ مُتَوَفِّیْكَ اور فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ سے موت مسیح ثابت کر کے رفع کو قربِ منزلت اور نزول کو ظہور پر محمول فرماتے تھے۔ اور مسیح بن مریم سے بطریق استعارہ مثیلِ مسیح لیتے تھے تشریح سب آیات کی حسبِ محاورۂ قرآنِ کریم و شہادت سیاق سے اثباتِ حقیت عقیدہ اجماعیہ کا کامل طور پر ہو گیا لکھ چکا ہوں۔ بعد عدم تعذر معنے حقیقی بلکہ واجب الارادہ ٹھہرنے اُس کے وقوعِ استعارات کی اگر لاکھوں نظیریں آپ بیان فرماویں تو بھی ما نحن فیہ میں دلیل ارادہ مجاز نہیں ہو سکیں گی۔

مرزا جی اور اُن کے مُریدوں سے ایک دلچسپ واجبی مطالبہ

مَیں کہتا ہوں آپ علماء کرام سے بڑے اصرار سے ہر معنے پر شہادت محاورہ قرآنیہ طلب فرماتے ہیں آپ لفظ عیسیٰ بن مریم سے مثیل اُن کا مُراد لینے پر محاورۂ قرآنی یا سوائے ما نحن فیہ یعنی احادیث نزول کی کوئی حدیث صحیح بتلادیں ہرگز نہیں بتلا سکتے۔ نہایت حیرت انگیز تو یہ امر ہے کہ آج تک مسیح موعود یعنی آپ نے فقرہ یَقْتُلُ الْخِنْزِیْرَ وَیَکْسِرُ الصَّلِیْبَ کے سارے کرۂ زمین کے اُوپر سے فقط اپنے معتقدوں کو مُسلمان کیا۔ کیا بغیر اُن کے یہود و نصاریٰ و ہنود سب حق پر ہیں اور یہی بے چارے خنزیر خور اور صلیب پرست علاوہ تمام دُنیا کے تھے جن کو آپ ہی نے قتل اور کسر فرما کر موحد بنایا؟ ہرگز نہیں۔ یہ لوگ تو اوّل ہی سے موحد تھے۔

سوال۔ ابنِ عباس کی تفسیر جو متعلق بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ اور وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اور وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ اور فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ کے ہے۔ بُخاری میں تو مذکور نہیں۔ اُس میں فقط مُتَوَفِّیْكَ کی تفسیر مُمِیْتُكَ مذکور ہے۔

جواب۔ عدمِ ذکر بخاری دلیل عدم صحت کی نہیں ہو سکتی۔ امام بُخاری خود فرماتے ہیں۔ ما ادخلت فی کتاب الجامع الا ما صح و ترکت کثیرا من الصحاح لحال الطول یعنی بہتیری حدیثیں صحیحہ میں نے ذکر نہیں کیں اپنی کتاب جامع یعنی صحیح بُخاری میں۔ نہایت تعجب ہے کہ اگر عدم ذکر امام بُخاری دلیل صحیح نہ ہونے کی ہے تو پھر آپ استدلال اُن احادیث سے جو بُخاری میں نہیں کیوں پکڑتے ہیں۔ مثلاً لَا مَهْدِیَّ اِلَّا عِیْسٰی۔ لَوْ كَانَ مُوْسٰی وَعِیْسٰی الخ وغیرہ وغیرہ۔ یا بغیر بُخاری کے اور کوئی کتاب قابلِ استشہاد نہیں تو ازالۂ اوہام کے صفحہ ۱۴۳ میں آپ کشاف اور معالم اور تفسیر رازی اور ابنِ کثیر اور مدارک اور فتح البیان کے حوالے کیوں دیتے ہیں ہم بھی اُسی ابن کثیر کو پیش کرتے ہیں۔

سوال۔ آیۃ یٰعِیْسٰۤی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْكَ وَرَافِعُكَ اِلَیَّ میں تقدیم تاخیر کہنا اور ترتیب قرآنی کو بگاڑنا اور ایسا ہی فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ سے معنی رفع کا مُراد لینا یہ الحاد اور تحریف ہے۔ قرآن شریف میں اوّل سے آخر تک بلکہ صحاح ستہ میں بھی انہی معنے کا یعنی موت کا التزام ہے۔ ازالۂ اوہام کے ص ۶۰۱ اور ص ۹۲۲ کا خلاصہ یہ ہے۔

جواب میں نے پہلے ہی عرض کیا تھا کہ آپ ابن عباسؓ کی اتباع سے آخر کار منحرف ہوں گے۔ اب ویسا ہی ظاہر ہوا۔ مزید برآں (العیاذ باللہ) اُن کو ملحد اور محرّف بھی ٹھہرایا۔ جیسا کہ باقی مفسّرین اہلِ اسلام کو سلف سے خلف تک جنہوں نے معنے قبض یا رفع کا لیا ہے۔ جنابِ عالی! اتنی جرأت اور گستاخی ایک عامی مُسلمان کے بارہ میں بھی نہ چاہیئے چہ جائے کہ صحابہ کرام اور ائمہ سلف کے حق میں۔

ناظرین! آیاتِ قرآنیہ کو جن میں وقوعِ تقدیم و تاخیر سب کے نزدیک واجب التسلیم ہے جیسا کہ پہلے لکھ چکا ہوں ملاحظہ فرمائیں[1]۔ اور معنے

---

[1] فَقَالُوْۤا اَرِنَا اللّٰهَ جَهْرَةً کے تفسیر ابنِ عباس وغیرہ وغیرہ۔ ۱۲ منہ۔

marfat.com

رفع اور قبض توفی سے مُراد لینا بشہادتِ قرآنِ کریم پہلے اسی رسالہ میں ثابت ہو چکا ہے۔ آپ ازالہ اوہام کے صفحہ ۳۰۲ میں فرماتے ہیں: "غرض یہ بات کہ مسیح جسمِ خاکی کے ساتھ آسمان پر چڑھ گیا اور اُسی جسم کے ساتھ اُترے گا۔ نہایت لغو اور بے اصل بات ہے۔ صحابہ کا ہرگز اِس پر اجماع نہیں۔ بھلا اگر ہے تو کم سے کم تین سَو یا چار سَو صحابہ کا نام لیجیے جو اِس بارہ میں اپنی شہادت ادا کر گئے ہیں۔ ورنہ ایک یا دو آدمی کے بیان کا نام اجماع رکھنا سخت بد دیانتی ہے۔"

مَیں عرض کرتا ہُوں قرآن اور حدیث اور اجماع اُمّتِ مرحُومہ تو اس بیان کی شہادت دے رہے ہیں۔ پھر معلوم نہیں لغو اور بے اصل کیوں ٹھہرایا جاتا ہے۔ ہاں آپ کے مسیح موعُود ہونے میں بے شک خلل اندازہیں۔ اِسی خلل اندازی کی وجہ سے سب اہلِ اسلام سلف سے خلف تک مُلحد قرار دیتے گئے۔ (یَاھَادِیْ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ) جناب! آپ پہلے کسی مسئلہ اجماعیہ میں روایاتِ صحابہ باسانید اور بقیدِ اسامی تین چار سو تک بیان فرماویں بعد ازاں ہم تین چار ہزار تک بیان کریں گے۔ اجی حضرت! آپ ایسے مغالطوں اور دھوکا دینے سے اُردُو خوانوں اور عوام کو کس لیے گمراہ کرتے ہیں۔ صحابہ کرام کے نام رسالہ ہذا میں آپ دیکھ چکے ہوں گے۔ پھر جب تک آپ پانچ دس کا بھی انکار ثابت نہ کریں تو اجماع منقوض نہ ہوگا۔ حضرتِ من! صحابہ کو قرآنِ کریم کے واقعاتِ منصُوصہ کے ساتھ ایمان تھا۔ اور چُونکہ اہلِ لسان اِس مضمُون کو آیت مذکورہ سے بلاتکلف اور بلا احتمال غیر رفع جسمی کے سمجھ چکے تھے تو پھر کیا ضرُورت واقع ہوئی جو مُوجب ذکرِ اس مضمُون کا بین الصحابہ اختلافیات کی طرح ہو۔ بلکہ یہی بڑی دلیل ہے اس کے مجمع علیہ ہونے پر۔ آپ ہی کسی قصّہ میں قصصِ قرآنیہ سے جو صریح طور پر سمجھے گئے ہیں مثلاً قصّۂ اصحابِ کہف میں اقوالِ صحابہ کے دس تک بھی ذکر فرمائیں۔ پانچ سو کی آپ کو مُعافی ہے۔ اِسی لیے آج تک ذکرِ نزُولِ مسیح نصِ محکم قرآنی سے عُلماء کرام تلاش کرتے آتے بخلاف صعُودِ جسمی کے کہ وُہ تو صراحۃً مذکور تھا۔

سوال۔ ہم نے مانا کہ ابنِ عبّاسؓ آیۃ یٰعِیْسٰۤی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْكَ وَرَافِعُكَ اِلَیَّ میں تقدیم اور تاخیر کے قائل ہیں مگر وجہ تقدیم ماحقہ التاخیر کی کیا ہے یعنی مقدم ذکر کرنا متوفی کا جس کا وقوع بعد نزُول کے ہوگا۔

جواب۔ مسیح ابنِ مریم کے ذہن میں بعد مشورہ یہُود کے یہی امر مُوجبِ قلق و اضطراب ہُوا کہ یہُود ہی حسب تشاور میرے متوفّی اور ذریعہ وفات ہوں گے۔ لہٰذا پہلے ہی سے اللہ جلّ شانہٗ نے بہ تقدیم لفظ مُتَوَفِّیْكَ سے دفع مرکُوز خاطر اُن کا بصیغہ حصر فرما کر پھر رَافِعُكَ سے تسلّی بخشی۔ اگرچہ مُتَوَفِّیْكَ تحقیق میں مؤخر ہے۔

جاننا چاہیئے کہ فرق ہے مابین سَاُتَوَفّٰكَ اور اِنِّیْ مُتَوَفِّیْكَ میں ضمیر متکلّم کا مسند الیہ اور مشتق یعنے متوفّی کا مسند بنانا مُفیدِ حصر ہے یعنی میں ہی تیرا متوفّی ہُوں۔ ایسا نہیں جیسا تمہارے ذہن نشین ہُوا ہے کہ میرے توفّی کا ذریعہ یہُود ہوں گے۔ بلاغت کا مقتضیٰ یہی ہے کہ حسبِ حالِ مخاطب القاء کلام کیا جائے۔ بخلاف سَاُتَوَفّٰكَ کے کہ وُہ مطابق حالِ مخاطب نہیں اور یہ بھی معلوم ہو کہ ایسا ہی فرق ہے مابین اِنِّیْ مُتَوَفِّیْكَ بصیغہ مشتق اور اِنِّیْ سَاُتَوَفّٰكَ میں کہ مضارع فقط حدُوثِ فعل توفّی سے خبر دیتا ہے بخلاف صیغہ مشتق کے کہ مزید براں صفتِ مختصہ پر حسبِ محاورہ دلالت کرتا ہے یعنی تمہارا مارنا میری ہی صفتِ مختصہ اور میرے ہی ذمّہ پر ہے۔ مثلاً یہ کہ میں ہی تجھ کو دُوں گا۔ اس میں اور اس قول میں کہ میں ہی تیرا دینے والا ہُوں فرق ہے کہ پہلا فقط وعدہ دینے پر مشتمل ہے۔ اور دُوسرا مزید برآں افادہ اس مضمون پر کہ دینا تمہارا میرا ہی کام اور میری ہی شان ہے۔ الغرض اِنِّیْ مُتَوَفِّیْكَ سے وُہ اطمینان دہی مستفاد ہوتی ہے جو دُوسرے صیغوں میں نہیں۔ علیٰ ہذا القیاس معنے قبض کو بھی حسبِ تقریر مذکور خیال فرماویں۔ اسی طرح یہُود کا کہنا اِنَّا قَتَلْنَا مفیدِ اختصاص اور حصر ہے جو اُن کے فخر کا مُوجب حسبِ زعم اُن کے قرار دیا گیا یعنی ہم نے ہی یہ بڑا کام کیا نہ کسی اور نے۔ لہٰذا قَتَلْنَا پر بغیر اِنَّا کے کفایت نہیں کی۔ اور پھر متعلق فعل یعنی مسیح کو موصُوف بنا کر ذکر کیا ہے یعنی اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِیْحَ عِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ کہا۔ اور اِنَّا قَتَلْنَا پر اکتفا نہ کی۔ یہ دلیل ہے اِس پر کہ مناط افتخار اور مُوجب

marfat.com

خوشی اُن کا فقط صدورِ فعل نہیں بلکہ وقوعِ قتل کا محلِ خاص ہے یعنی مسیح بن مریم جو رسُولِ خدا کہلاتے ہیں۔ بعد تمہید ہٰذا اللہ تعالیٰ نے اس کی تردید اور تکذیب میں جو وَمَا قَتَلُوْہُ وَمَا صَلَبُوْہُ فرمایا بعد ادنیٰ تأمل کے ناظرین کی سمجھ میں آسکتا ہے کہ اس کی یعنی وَمَا قَتَلُوْہُ وَمَا صَلَبُوْہُ کی مناط بھی اُسی نسبتِ وقوع پر ہے یعنی مسیح کو اُنہوں نے قتل نہیں کیا نہ نسبتِ صدُوری پر یعنی صدورِ نفسِ قتل پر۔ اس تقدیر سے بعد غور کے محاورہ دان عقلمند پر بطلانِ تقریرِ جناب مرزا صاحب کا جو ازالہ اوہام میں متعلق وَمَا قَتَلُوْہُ وَمَا صَلَبُوْہُ کے اُنہوں نے لکھی ہے ظاہر ہو سکتا ہے کہ اُنہوں نے مناطِ تردید کی نسبتِ صدُوری کو سمجھا ہے۔ اور آیاتِ مذکورہ کی تفسیر میں روایات اُن لوگوں سے لی ہیں جن کی تکذیب اور تضلیل قرآن کریم انہیں آیات سے فرماتا ہے۔

افسوس! جہالت ایسی مرض ہے کہ ہزاروں اُردو خوانوں سادہ لوحوں کے لیے یوماً فیوماً مُہلک ہو رہی ہے۔ نہ تو مثل صحابہ کی مہارت لسانی اور اشراق نورُی ہے کہ راہِ راست پر فہم مُراد میں چلیں اور نہ استعدادِ علمی کی فصاحت اور بلاغت اور سیاق اور مقتضیٰ حال کے ملاحظہ کرنے کے بعد معنیٰ مُراد کو سمجھیں فقط مشعلِ راہ ایک شخص خانہ زاد کو جو مسمّٰی بعاونِ قدرت ہے بنا رکھا ہے۔ اللہ کریم اپنے فضل وکرم سے ہدایت فرماوے۔

سوال۔ بیضاوی تفسیر کبیر تفسیر ابن کثیر معالم التنزیل کشاف وغیرہ نے توفی سے معنے موت کا لیا ہے جیسا کہ مرزا صاحب نے ازالہ اوہام کے صفحہ ۳۴۱ میں استشہاداً ذکر کیا ہے۔

جواب۔ یہ استشہاد ان کا ویسا ہی ہے جیسا کہ ابن عباسؓ کے قول سے پکڑا تھا۔ سب تفاسیر کے دیکھنے سے ناظرین اِس دھوکا سے بھی مطلع ہو سکتے ہیں۔ سب کا خلاصہ یہ ہے کہ آیت بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ کے حکم کو زیرِ نظر رکھ کر اِنِّیْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَيَّ کے معنے میں دو مسلک اختیار کرتے ہیں۔ ایک تو ابن عباسؓ کا یعنے تقدیم تاخیر بر تقدیر ثبوت ارادہ معنے مُمِيْتُكَ کا مُتَوَفِّيْكَ سے۔ یعنی اے عیسیٰ میں تجھے بالفعل اُٹھانے والا ہوں اور بعد نزول تجھے مارنے والا ہوں۔ اور دوسرا مُتَوَفِّيْكَ سے معنے قبض اور رفع کا لینا یعنی اے عیسیٰ مَیں تجھے پکڑنے والا اور اُٹھانے والا ہوں۔ اور بعض مثل صاحب کشاف کے مُتَوَفِّيْكَ کو کنایہ ٹھہراتے ہیں عصمت اور بچالینے سے یعنی اے عیسیٰ مَیں تجھے یہود کے ایذا سے بچانے والا ہوں۔

جنابؐ مرزا صاحب نے مُمِيْتُكَ کو جو تفسیر معنے کنائی کے ضمن میں صاحب کشاف کے قول میں واقع ہے معنے مُتَوَفِّيْكَ کا سمجھ لیا ہے۔ یہ نہیں خیال فرمایا کہ اس احتمال کو یعنی مُتَوَفِّيْكَ سے معنی مُمِيْتُكَ لینے کو تو خود صاحب کشاف بعد اس کے تضعیف کر رہا ہے عبارت کشاف کی یہاں پر نقل کی جاتی ہے تا کہ ناظرین دھوکا سے بھی مطلع ہو جاویں۔

مُتَوَفِّيْكَ ای مستوفی اجلك ومعناه انی عاصمك من ان يقتلك الكفار ومؤخرك الی اجل کتبته لك ومميتك حتف انفك لا قتلا بايدیهم وَرَافِعُكَ اِلَيَّ الی سمائی ومقر ملائکتی وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا من سوء جوارهم وخبث صحبتهم وقيل مُتَوَفِّيْكَ قابضك من الارض من توفيت مالی علی فلان اذا استوفيته۔ وقيل مميتك فی

لہ مُریدِ مخلص مرزا صاحب کے کشاف کی عبارت (مستوفی اجلك ومؤخرك الی اجل مسمّی) کو دلالت کنندہ غیر معنی موت پر ٹھہرا رہے ہیں دیکھو سطر تیسری صـ۹۱ کی اور مرزا صاحب ازالہ اوہام کے صـ۳۴۱ کی سطر اخیر پر کشاف کو شاہد معنی موت کا قرار دے رہے ہیں معلوم نہیں مُرید مخلص بڑھ گئے ہیں۔ یا امام الزمان یہ مودُتی امر ہے۔ مرزا صاحب ازالہ اوہام میں متعلق تفسیر سُورہ القدر نزولِ ملائکہ کے قائل ہیں۔ ایام الصلح میں قریب اختتام کے اس سے مُنکر ہو گئے۔ القول الجمیل کے صفحہ ۶۱ سطر پانچویں میں مُرید مخلص عُلما سلف رضوان اللہ علیہم اجمعین کے حق میں فرماتے ہیں (سُبحان اللہ مفسر ہوں تو ایسے ہوں) حیا بھی نہیں آتی۔ خود پھسلنا اور دُوسروں پر ہنسی و تمسخر کرنا بلکہ مُشرک کہنا کیا مہدی اور اُس کے مصداق کی یہی شان ہے۔ ۱۲ منہ۔

marfat.com

وقتك بعد النزول من السماء ورافعك الآن۔ وقيل متوفى نفسك بالنوم من قوله وَالَّتِي لَمْ تَمُتْ فِي مَنَامِهَا وَرَافِعُكَ وانت نائم حتى لا يلحقك خوف وتستيقظ وانت فى السماء۔ انتہٰی۔

رفع جسمی مسیح کا چونکہ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ اور وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتَابِ الخ اور وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ اور احادیثِ متواترہ صحیحہ سے اِستلزامًا ثابت اور مومن بہٖ اہلِ اِسلام کا سلف سے خلف تک ہو چکا۔ اور بظاہر آیت يٰعِيْسٰى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَيَّ منافی اس کی معلوم ہوتی تھی کیونکہ مفاد اس کا یہ نکلتا ہے کہ اے عیسیٰ میں تجھ کو مار کر بعد ازاں اُٹھانے والا ہوں۔ لہٰذا ابنِ عباسؓ نے رفع منافات یُوں فرمائی کہ آیت میں تقدیم تاخیر ہے یعنی میں تجھ کو اوّل اُٹھانے والا ہوں آسمان کی طرف اور بعد از نزُول تجھ کو مارنے والا ہوں۔ اور باقی مفسرین میں سے کسی نے تو توفی سے معنے قبض کا لیا ہے اور کسی نے نیند کا۔ سب کا مقصود یہی تھا کہ یہ آیت مخالف نہ ہو اُس نص بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ سے جس کا مدلُول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی بوضاحتِ تامہ اِستلزامًا بیان ہو چکا ہے۔ صاحبِ کشّاف نے ان سب مسالک کو ضعیف سمجھ کر حتّٰی[1] کہ مُمِیْتُكَ کو بھی جیسا کہ قیل ممیتك فى وقتك الخ سے تمریض اور تضعیف اس کی ظاہر ہے۔ ایک اور راستہ پکڑا۔ وُہ کیا اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ کنایہ ہے عَاصِمُكَ سے یعنی میں تمہارا بچانے والا ہوں شرِ یہُود سے۔ اِستیفاء اجل اور عصمت لازم ہیں توفّی کو بعد ملاحظہ حصر کے جو مستفاد ہے ضمیرِ متکلم کی مسند الیہ اور مشتق کے مسند بنانے سے یعنی جب اللہ ہی اُن کا مارنے والا ہوا بغیر مداخلت ایذاء یہود کے تو ضرُور ہی معنے اِستیفاء اجل اور عصمت کا متحقق ہوگا۔ اس معنے کنائی کی تشریح میں صاحبِ کشّاف نے ومعناه انى عاصمك الخ ذِکر کیا۔ اَب قولہٗ اس کا ومميتك حتف انفك۔ یہ معنے کنائی کے ضمن میں داخل ہوا نہ یہ کہ مُراد مُتَوَفِّيْكَ سے مُمِيْتُكَ ہے۔ اس کو تو خود صاحبِ کشّاف وقیل مميتك فى وقتك الخ سے تضعیف کر رہا ہے۔ اور وجہ تضعیف کی یہ ہے کہ اِستیفاء اجل بسبب مشتمل ہونے اس کے تاخیرِ اجل پر منافی حیات اور زندگی بسر کرنی مسیح کی آسمان پر نہیں بخلاف ممیتک کے کہ بغیر انضمام قیودِ خارجہ عن المدلول کے یعنی الآن اور بعد النزول دفع منافاۃ میں مُفید نہ ہوگا۔

سوال۔ اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ سے معنے مُمِيْتُكَ بشہادتِ محاورہ قرآنیہ کیوں نہ لیا جائے اور ایسا ہی فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ میں اور بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ سے رفع رُوحانی جیسا کہ يٰۤاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِيْۤ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً اور آیت وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ الخ کا معنے جو تفسیروں میں لکھا ہے وُہ بالکل غلط اور مستلزم وقوعِ کذب ہے کلامِ الٰہی میں۔ کیونکہ جب مفاد آیت یہ ٹھہرا کہ ہر ایک یہُود بعد نزُولِ مسیح اُس کے ساتھ ایمان لاوے گا تو جو یہُود کہ قبل از نزُول اُس کے فوت ہو چکے ہیں وُہ تو اس آیت کے حکم میں داخل نہیں ہو سکتے۔ پھر اِستغراق آیت کا جو وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ سے مستفاد ہے صحیح نہ ہوا۔ معنی صحیح اُس کا یہ ہے کہ کوئی اہلِ کتاب میں سے ایسا نہیں جو ہمارے اِس بیانِ مذکُورہ بالا پر جو ہم نے اہلِ کتاب کے خیال کی نسبت ظاہر کیا ہے ایمان نہ رکھتا ہو۔ قَبْلَ مَوْتِهٖ یعنی قبل اس کے جو وُہ اِس حقیقت پر ایمان لاتے جو مسیح اپنی طبعی موت سے مر گیا۔ یہ معنے مرزا صاحب نے ازالہ اوہام کے صفحہ ۳۷۲ پر بیان کیا ہے۔ اور اس کے بعد اس معنے کا اُسی وقت اِلہام ہونا حلفًا بیان کیا ہے اور بڑے شکر اور محامد اس کے ہونے پر کیے ہیں اور علماء زمان کو "نادان مولویوں" کا لقب دے کر ایسے رازِ سر بستہ سے اُن کا محرُوم ہونا ذِکر فرمایا ہے انہیں صفحات پر ناظرین مُلاحظہ کر لیویں۔

جواب۔ پہلے بھی لکھ چکا ہُوں کہ نص بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ کی قطعی طور پر دلیل صارف ہے اِرادہ کرنے سے معنے موت کے مُتَوَفِّيْكَ

---

[1] اس تحقیق سے غرض ہماری بیان کرنا مقصود صاحبِ کشّاف کا ہے اور غلطی مرزا صاحب کی۔ نہ کہ یہ مسلک مختار ہمارا ہے۔ ۱۲۔ منہ۔

marfat.com

اور فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ سے۔ ہاں صرف متوفیک سے بعد التزام قول بتقدیم و تاخیر فی الآیۃ کے لے سکتے ہیں۔ اور یہ مانع ہونا اس نص کا ارادہ معنی مذکور سے بوجہ ثلثہ ثابت ہے۔

وجہ اول اثر ابن عباسؓ ہے متعلق اس نص کے جس میں احتمال اسرائیلی ہونے کا ہرگز نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ اہل کتاب قبل از واقعہ صلیب مرفوع ہونے مسیح کے قائل ہی نہیں۔ اور ظاہر ہے کہ ابن عباسؓ اپنی رائے سے بھی نہیں فرماتے کیونکہ یہ مضمون اثر مذکورہ بالا محض نقلی ہے۔ بعد دفع احتمالات یہی ثابت ہوا کہ ابن عباسؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے۔

وجہ دوئم مستفاد ہے وَلٰکِن شُبِّہَ لَھُمْ سے۔ کیونکہ بعد تعیین معنے (صلیب پر نہ چڑھانے کے) مَاصَلَبُوْہُ سے بشہادت لغت جیسا کہ اوپر لکھ چکا ہوں صورت تشبیہ یا التباس کی یہی ٹھہری کہ مصلوب پر مسیح کا حلیہ ڈالا گیا۔ نہ یہ کہ التباس فی القتل ہو۔ نتیجہ یہ نکلا کہ مسیح کو بکلیۃ حق سُبحانہ و تعالیٰ نے ایذاء یہود سے بچا کر اپنی طرف اُٹھالیا یعنی آسمان پر۔

تیسری وجہ۔ ہونا آیۃ وَمَاقَتَلُوْہُ وَمَاصَلَبُوْہُ الخ از قبیل قصر قلب من جملہ اقسام قصر الموصوف علی الصفۃ کے اور تنافی الوصفین اگرچہ بنا بر تحقیق شرط نہیں قصر قلب کے لیے۔ مگر احد الوصفین کا ملزوم نہ ہونا دوسری وصف کے لیے بالاتفاق ضروری ہے تاکہ مخاطب کا اعتقاد برعکس ما یذکرہ المتکلم کے متصوّر ہو[1]۔ اور ظاہر ہے کہ ما نحن فیہ میں رفع عزت لازم ہے موت بالقتل کو درصورت ہونے مقتول کے من جملہ عباد مقربین کے۔ اور ارادہ رفع رُوح کا موت طبعی کے طور پر مستلزم ہے جمع کو بین الحقیقۃ والمجاز حسب زعم آپ کے کیونکہ آپ درصورت ہونے کلمہ الیٰ کے صلہ رفع کا اس ترکیب کو مجاز فی التقرب ٹھہراتے ہیں۔ اور نیز مقتضی ہے وقوع کذب کو آیۃ مذکورہ میں (العیاذ باللہ) کیونکہ محکی عنہ منتفی ہے بعد ملاحظہ ماضویت اضافیہ[2] کے۔

اس تقریر سے ظاہر ہوا بطلان قول بعض نحاۃ کا جو قائل ہیں بانحصار کلمہ بَلْ کے معنے انتقال ہی میں جس وقت مابعد اُس کے جملہ ہو کیونکہ آیۃ مذکورہ منجملہ افراد قصر قلب سے ہے جس میں متکلم کو مزعوم مخاطب کا ابطال مقصود ہوتا ہے۔ آپ جو بڑے زور و شور سے شہادت نظائر لفظ توفی سے ارادہ معنی موت پر پیش فرماتے ہیں بعد مانع ہونے نص مذکور کے ارادہ مذکور سے مسموع نہیں ہوسکتی۔ بلکہ میں عرض کرتا ہوں کہ بالفرض اگر نص مذکور مانع نہ بھی ہو، تاہم شہادت مذکورہ علتِ موجب ارادہ معنے موت کے لیے مُتَوَفِّیْكَ اور فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ سے نہیں ہوسکتی۔ ایک لفظ ہزار جگہ اگر ایک ہی معنے میں مستعمل ہو۔ تو بھی بعد قیام قرینہ صارفہ کے اُس سے اور معنے مغائر معنے اول کے لے سکتے ہیں۔ وُہ قرینہ اگرچہ حدیث ہی ہو اخبار احاد میں سے یا کوئی اور۔ ذرا غور سے مُلاحظہ کیجیے کہ ہر جگہ قرآن کریم میں بعل کا معنے زوج ہے مگر اَتَدْعُوْنَ بَعْلًا میں بعل سے مُراد بُت ہے۔ اور ہر جگہ قرآن کریم میں اَسَف کا معنے حزن ہے۔ مگر فَلَمَّآ اٰسَفُوْنَا کا معنے فَلَمَّآ اَغْضَبُوْنَا یعنے غصّہ دلایا اُنھوں نے ہم کو۔ اور ہر جگہ قرآن کریم میں مِصْبَاح سے مُراد کوکب ہے۔ مگر مِصْبَاح جو سُورۃ نُور میں ہے اُس سے مُراد چراغ ہے۔ ہر جگہ قرآن کریم میں صلوٰۃ سے مُراد عبادت یا رحمت

---

[1] اور مخاطب بکلام قصری چونکہ اعتقاد اس کا صواب اور خطاء سے مِلا ہوا ہوتا ہے اور غرض متکلم کی اثبات صواب اور نفی خطاء کی ہوتی ہے اور بالخصوص بطریق العطف وجوباً نص علی المثبت والمنفی کا مقتضی ہوتا ہے۔ بناءً علیہ آیۃ میں بر تقدیر ارادہ موت طبعی کے تصریح بحیوٰۃ مسیح بعد از واقعہ صلیب ضروری تھی۔ بعد ازاں ذکر موت طبعی چاہیے تھا یعنی یوں کہا جاتا بَلْ بَقِیَ حَیًّا ثُمَّ تَوَفَّاہُ اللّٰہُ وَرَفَعَہُ اللّٰہُ اِلَیْہِ۔ والا فصاحت و بلاغتِ قرآن کریم جو اعلیٰ مرتبہ اعجاز کا اس میں خلل واقع ہوگا۔ یہاں تک کلام بر تقدیر عاطفہ ہونے کلمہ بَلْ کے ہے جیسا کہ مذہب صحیح ہے۔ اور اگر اس کو حرف ابتداء کا کہا جائے تو بھی ارادہ معنی موت طبعی کا مُخل ہوگا فصاحت بلاغت میں کیونکہ متکلم پر وقت تمیز خطاء و صواب اور دھو کا نکالنے کی تصریح بمثبت و منفی ضروری ہے۔ ۱۲۔ منہ۔

[2] یعنی بہ نسبت ماقبل بَلْ کے۔ اور ماضویت بالاضافۃ اِلیٰ زمان النزول مخل ہے فصاحت میں۔ ۱۲۔ منہ۔

marfat.com

ہے۔ مگر بِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسَاجِد میں صَلَوٰات سے مُراد اماکن یعنی مقامات۔ ہر جگہ قرآن کریم میں کنز سے مُراد مال ہے۔ مگر کنز جو سُورۃ کہف میں ہے اُس سے مُراد صحیفہ علم کا ہے[1]۔ ہر جگہ قرآن کریم میں قنوت سے مُراد اطاعت ہے مگر كُلٌّ لَّهٗ قَانِتُوْنَ میں قَانِتُوْنَ کا معنے اِقرار کرنے والے ہے۔ ہر جگہ بروج سے مُراد کواکب ہیں مگر فِیْ بُرُوْجٍ مُّشَیَّدَةٍ میں بروج سے مُراد محل پختہ ہے۔ نظائر اس کے اور بھی بکثرت موجود ہیں تفسیر اتقان وغیرہ تفاسیر سے ملاحظہ فرمائیں۔ علیٰ ہذا القیاس اکثر جگہ تَوَفّٰی کا معنے قرآن کریم میں موت یا نیند ہے۔ مگر فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ میں قبضتنی یا رفعتنی یا اخذتنی وافیاً مُراد ہے بقرینہ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ کے اور ایسا ہی مُتَوَفِّیْكَ سے بر تقدیر عدم تقدیم و تاخیر کے۔ بڑا تعجب ہے کہ مانحن فیہ میں احادیثِ متواترہ بھی نہیں سُنی جاتیں۔ ہم تو بحسبِ مطالبہ آپ کے نصِ قرآنی محکم فی المراد اور احادیثِ صحیحہ عرفاً و کشفاً جن کا کشف آپ کے نزدیک مسلّم ہے یعنی محی الدین بن عربی اور جلال الدین جن کے اقوال سے اِلہام کے حجت ہونے کے بارہ میں آپ اِستشہاد پکڑتے ہیں یہ سب پیش کرتے ہیں۔ مگر آپ بھی عیسٰے بن مریم کے لفظ سے معنے مثیل کا مُراد لینا بمحاورۃ قرآن کریم کے نہ سہی کسی حدیث صحیح سے بغیر مانحن فیہ کے گو کہ غریب ہی ہو دِکھلائیں۔ یہ بھی نہ سہی کسی ثِقہ یا غیر ثِقہ کی کلام میں بغیر تعذّر ارادہ معنے حقیقی کے نشان دے دیں میں جانتا ہوں آپ جلدی سے لکل عیسٰے دجّال پڑھ دیں گے مگر یہاں تو کل اِستغراقی وصف کا منتزع من الشخص کا خواہاں ہے یعنی لکل محق مبطل باقی اشعار وغیرہ میں جو اطلاق عیسٰے کا طبیب حاذق یا معشوق وغیرہ پر آیا ہے۔ بعد تعذّر ارادہ معنے حقیقی کے ہے۔ مانحن فیہ میں آپ کے نزدیک بڑی قوی دلیل تعذّر ارادہ معنے حقیقی کی مُتَوَفِّیْكَ اور فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ تھی وُہ بھی نہ رہی۔ لفظ رفع اور نزول کی بھی یہی کیفیت ہے جو سُن چکے ہیں جلال الدین سیُوطی نے جو احادیث نزول کی بیان کی ہیں تفسیرِ دُرِّ منثور میں ملاحظہ فرمائیں۔ اور ماقبل میں بھی گذر چکے ہیں۔

اَب حدیث شیخ اکبر کی جس میں تاویل بمثیلِ عیسٰے ممکن نہیں ہے بیان کی جاتی ہیں۔ بگوشِ دِل بشنو، اگر دِل داری۔

قال الشیخ الاکبر قدس سرہ الاطھر فی الباب السادس والثلثین من الفتوحات بعد سوق الاسناد مرفوعا عن ابن عمر قال کتب عمر ابن الخطاب الی سعد بن ابی وقاص وھو بالقادسیة ان وجه نضلة بن معاویة الانصاری الی حلوان العراق فلیغر علی نواحیھا فوجھه مع جماعة فاصابوا غنیمةً وسبیًا وانقلبوا یسوقون الغنیمة والسبی حتے زھقت بھو العصر وکادت الشمس تغرب فالجاء نضلة السبی والغنیمة الی سفح الجبل ثو قام فاذّن فقال الله اکبر الله اکبر فقال مجیب من الجبل کبرت کبیرا یا نضلة ثو قال اشھد ان لا اله الا الله فقال ھی کلمة الاخلاص یا نضلة ثو قال اشھد ان محمدا رسول الله فقال ھذا ھو الذی بشر نابه عیسٰے بن مریو وانه علی راس امته تقوم الساعة ثم قال حی علی الصلوٰة فقال طوبیٰ لمن مشیٰ الیھا وواظب علیھا ثو قال حیّ علی الفلاح قال قد افلح من اجاب محمدًا صلی الله علیه وسلو وھو البقاء لامته ثو قال الله اکبر الله اکبر قال کبرت کبیرًا ثو قال لآ اله الآ الله قال اخلصت الاخلاص یا نضلة حرّم الله جسدك علی النار قال فلمّا فرغ من اذانه قمنا فقلنا من انت یرحمك الله ملك ام ساکن من الجن ام من عباد الله اسمعتنا صوتك فارنا شخصك فانّا وفد الله ووفد رسول الله صلی الله علیه وسلو ووفد عمر بن الخطاب قال فانفلق الجبل عن شخص ھامته کالرحی ابیض الرأس واللحیة علیه طمران من صوف فقال السّلام علیکو ورحمة الله وبرکاتهٗ۔ فقلنا وعلیك السّلام ورحمة الله وبرکاتهٗ من انت یرحمك الله قال انا زریب بن برثملا وصی العبد الصالح عیسٰے بن مریو اسکننی بھذا الجبل ودعالی بطول البقاء الی نزوله من السماء فیقتل الخنزیر ویکسر

---

[1] تفسیر جامع البیان میں آیت وَكَانَ تَحْتَهٗ كَنْزٌ لَّهُمَا کی تفسیر میں بعض سلف سے کنزِ علم یعنی علم کا خزانہ منقول ہے۔ فیض عفی عنہ

الصّلیب ویتبرأ مما نحلته النصاریٰ ثوقال ما فعل بنبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلو قلنا قبض فبکیٰ بکاءً طویلاً حتّٰی خضبت لحیتہٗ بالدموع ثوقال فمن قام فیکو بعدہ قلنا ابوبکر قال ما فعل بہ قلنا قبض قال فمن قام فیکو بعدہٗ قلنا عمر قال اذا فاتنی لقاء محمد فاقرء واعمر منی السّلام وقولوا لہٗ یاعمر سدّد وقارب فقد دنا الامر واخبروہ بھذا لخصال التی اخبرکو بھا وقولوا یاعمر اذا ظھرت ھذہ الخصال فی امۃ محمد علیہ السّلام فالھرب الھرب اذا استغنی الرجال بالرجال والنساء بالنساء وانتصبوا فی غیر مناصبھو وانتموا الی غیر موالیھو ولو یرحو کبیرھو صغیرھم ولو یوقر صغیرھو کبیرھو وترک الامر بالمعروف فلو یؤمر بہ وترک النھی عن المنکر فلو ینہ عنہ وتعلو عالمھم العلو لیجلب بہ الدنانیر والدراھو وکان المطر قیظا وطولوا المنابر وفضضوا المصاحف وزخرفوا المساجد واظھروا الرشی وشیدوا البناء واتبعوا الھویٰ وباعوا الدین بالدنیا واستسفحوا الدماء وانقطعت الارحام وبیع الحکو واکل الربا وصار التسلط فخرا والغنیٰ عزا وخرج الرجل من بیتہ وقام الیہ من ھو خیر منہ ورکبت النساء السروج قال ثو غاب عنا فلتب بذالک نضلۃ الی سعد وکتب سعدٌ الی عمر فکتب عمر الیہ اذھب انت ومن معک من المھاجرین والانصار حتی تنزل بھذا الجبل فاذا القیتہ فاقرءہ منی السلام فان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلو قال ان بعض اوصیاء عیسٰی بن مریو نزل بھذا الجبل بناحیۃ العراق فنزل سعد فی اربعۃ الاٰفٍ من المھاجرین والانصار حتی نزل بالجبل وبقی اربعین یوما ینادی بالاذان فی وقت کل صلوٰۃ فلو یجدہ۔

ترجمہ۔ فرمایا ابن عمرؓ نے کہ میرے والد عمرؓ بن الخطاب نے سعد بن وقاص کی طرف لکھا کہ نضلہ انصاری کو حلوان عراق کی جانب روانہ کرو تاکہ وہاں جا کر مال غنیمت اکٹھا کریں پس روانہ کیا سعد نے نضلہ انصاری کو جماعت مجاہدین کے ساتھ ان لوگوں نے وہاں پہنچ کر بہت مال غنیمت کا حاصل کیا اور اُن سب کو لے کر واپس ہوئے تو آفتاب غروب ہونے کے قریب تھا پس نضلہ انصاری نے گھبرا کر اُن سب کو پہاڑ کے کنارے ٹھہرایا اور خود کھڑے ہو کر اذان دینی شروع کی جب اللہ اکبر اللہ اکبر کہا تو پہاڑ کے اندر سے ایک مجیب نے جواب دیا کہ اَے نضلہ تُونے بہت خدا کی بڑائی کی۔ پھر نضلہ نے اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ کہا تو اُسی مجیب نے جواب میں کہا کہ اَے نضلہ یہ اخلاص کا کلمہ ہے۔ اور جس وقت نضلہ نے اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللہِ کہا تو اُسی شخص نے جواب دیا کہ یہ نام پاک اُس ذات کا ہے جس کی بشارت عیسٰی بن مریم نے ہم کو دی تھی اور یہ بھی فرمایا تھا کہ اسی نبی کی اُمت کے اخیر میں قیامت قائم ہوگی۔ پھر نضلہ نے حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ کہا تو مجیب نے فرمایا کہ خوشخبری ہے اُس شخص کے لیے جس نے ہمیشہ نماز ادا کی۔ پھر جس وقت نضلہ نے حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ کہا تو مجیب نے جواب دیا کہ جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی اُس شخص نے نجات پائی۔ پھر جب نضلہ نے اَللہُ اَکْبَرُ اَللہُ اَکْبَرُ کہا تو وہی پہلا جواب مجیب نے دیا۔ جب نضلہ نے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ پر اذان ختم کی تو مجیب نے فرمایا اَے نضلہ تم نے اخلاص کو پُورا کیا۔ تمہارے بدن کو خداوند کریم نے آگ پر حرام کیا۔ جب نضلہ اذان سے فارغ ہوئے تو صحابہ کرام نے کھڑے ہو کر دریافت کرنا شروع کیا کہ اَے صاحب آپ کون ہیں۔ فرشتہ یا جن یا انسان۔ جیسے اپنی آواز آپ نے ہم کو سُنائی ہے اُسی طرح اپنے آپ کو دکھایئے۔ اِس واسطے کہ ہم خدا اور اُس کے رسُول اور نائبِ رسُول عمرؓ بن الخطاب کی جماعت ہیں۔ پس پہاڑ پھٹا۔ اور ایک شخص باہر نکل آئے (جن کا سر مُبارک بہت بڑا چکی کے برابر تھا اور سر اور ڈاڑھی کے بال سفید تھے اور اُن پر دو پُرانے کپڑے صُوف کے تھے) اور السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ کہا۔ ہم نے وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ کہہ کر دریافت کیا کہ آپ کون ہیں۔ فرمایا کہ میں زریب بن برتملا وصی عیسٰے بن مریم ہُوں۔ مجھ کو عیسٰی علیہ السلام نے اِس پہاڑ میں ٹھہرایا ہے اور اپنے نزول من السماء تک میری درازیٔ عمر کے لیے دُعا فرمائی جب وُہ اُتریں گے تو خنزیر کو قتل کریں گے اور صلیب کو توڑیں گے اور بیزار ہوں گے نصاریٰ

marfat.com

کے اختراع سے۔ پھر دریافت کیا کہ وُہ نبی صادق بالفعل کس حال میں ہیں۔ ہم نے عرض کی کہ آپ کا وصال ہو گیا۔ اُس وقت بہت روئے۔ یہاں تک کہ آنسوؤں سے تمام داڑھی بھیگ گئی۔ پھر پُوچھا اُن کے بعد کون تم میں خلیفہ ہوا۔ ہم نے جواب دیا کہ ابوبکر۔ پھر فرمایا کہ وُہ کیا کرتے ہیں۔ ہم نے کہا کہ وُہ وفات پا گئے۔ فرمایا کہ اُن کے بعد کون تم میں خلیفہ ہے۔ ہم نے عرض کیا کہ عمرؓ۔ پھر فرمایا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت تو مجھے میسّر نہ ہوئی۔ پس تم لوگ میرا اسلام عمرؓ کو پہنچا دیو۔ اور کہیو کہ اے عمرؓ عدل و انصاف کر اِس واسطے کہ قیامت قریب آگئی ہے۔ اور یہ واقعات جو میں تم سے بیان کروں گا اُن سے عمرؓ کو خبردار کیجیو اور کہیو کہ اے عمرؓ جس وقت یہ خصلتیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمّت میں ظاہر ہو جائیں تو کنارہ کشی کے سوا مفر نہیں۔ جس وقت مرد مردوں سے بے پرواہ ہوں اور عورت عورتوں سے اور مقرر ہوں گے اپنے منصب[1] کے خلاف۔ اور ادنیٰ نسب والے اعلیٰ کی طرف اپنے آپ کو منسوب کریں اور بڑے چھوٹوں پر رحم نہ کریں۔ اور چھوٹے بڑوں کی توقیر و عزت چھوڑ دیں۔ اور امر بالمعرُوف اِس طرح متروک ہو جائے کہ کوئی اُس کے ساتھ مامُور نہ کیا جائے۔ اور نہی عن المنکر کو ایسے چھوڑ دیں کہ کسی کو اُس سے نہ روکیں۔ اور اُن کے عالم علم کی تعلیم بغرضِ حصُولِ دُنیا کریں اور گرم بارش ہو یعنی وُہ بارش جو فائدہ نہ بخشے یا بالکل ہی بند ہو جائے۔ اور بڑے بڑے منبر بنائیں اور قرآن مجید کو نقرئی و طلائی کریں۔ اور مسجدوں کی از حد زینت کریں۔ پھیلائیں رشوت اور پختہ پختہ مکانات بنائیں اور خواہشات کی اِتّباع کریں۔ اور دین کو دُنیا کے بدلے بیچیں اور خونریزیاں کریں۔ اور صلہ رحمی منقطع ہو جائے اور حکم[2] فروخت کیا جائے۔ اور بیاج (سُود) کھایا جائے۔ اور حکومت فخر ہو جائے اور دولتمندی عزت بن جائے۔ اور ادنیٰ شخص کی تعظیم اعلیٰ کرے۔ اور عورتیں زین پر سوار ہوں۔ پھر ہم سے غائب ہو گئے۔

پس اس کو نضلہ نے سعد کی طرف لکھا اور سعد نے حضرت عمرؓ کی طرف پھر حضرت عمرؓ نے سعد کو لکھا کہ تم اپنے ہمراہیوں کو ساتھ لے کر اُس پہاڑ کے پاس اُترو جس وقت اُن سے ملو تو میرا اسلام اُن کو پہنچا دیو۔ اِس واسطے کہ رسُولِ خُدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عیسےٰ علیہ السّلام کے بعض وصی پہاڑوں میں اُترے ہُوئے ہیں۔ پس سعد چار ہزار مہاجرین اور انصار کے ہمراہ اُس پہاڑ کے قریب اُترے اور چالیس[4] روز تک ہر نماز کے وقت اذان کہتے رہے مگر مُلاقات نہ ہُوئی۔ اس کے بعد حضرت شیخ قدس سرّہٗ نے فرمایا کہ اگرچہ ابنِ ازہر کی وجہ سے اسنادِ حدیث میں محدثین کے نزدیک کلام ہے۔ مگر ہم صاحبِ کشف والوں کے نزدیک یہ حدیث صحیح ہے۔ اور پھر شیخ نے باب ۳۶۰ میں حدیث نواس بن سمعان کی ذکر فرمائی ہے جس میں ینزل عیسٰی بن مریم بالمنارۃ البیضاء شرقی دمشق الخ اور جابجا شیخ قدس سرّہٗ فتوحاتِ مکیہ میں نزُولِ عیسےٰ بن مریم کا ذِکر فرماتے ہیں۔ اور اسی فتوحات میں شیخ فرماتے ہیں کہ مَیں اِن مضامین کی تحریر اور بیان میں بالکل معرّیٰ اور خالی ہُوں خود خُداوند کریم ان کا بیان کرنے والا ہے۔ و نیز فرماتے ہیں کہ ھذا ما حدلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

اَب ہم بعد پیش کرنے حدیث کشفی محی الدین بن عربی صاحب کی جو باسناد اُوپر لکھی گئی ہے معرُوض کر سکتے ہیں کہ آپ[3] زریب بن برتملا اپنے حواری کو جس کو بشہادت حدیث مذکورہ آپ نے کوہِ عراق میں رہنے کا حکم فرمایا تھا۔ آپ کے نزُول من السّماء تک ہمیں دِکھلائیں۔ یا شب

---

[1] یعنی لوگ جس منصب کے لائق نہ ہوں گے اُس پر مسلّط ہوں گے۔ ۱۲

[2] یہ لفظ اگر ح کی زبر سے پڑھا جائے تو حَکم بمعنی ثالث اور حاکم ہوگا جس کا مطلب یہ کہ فیصلہ کرنے والے کسی لالچ اور دباؤ میں آکر انصاف چھوڑ دیں گے اور بک جائیں گے۔ اور اگر ح پر پیش ہو تو مطلب یہ ہوگا کہ فیصلوں کو دُنیا کے عوض خرید اجائے گا۔ بس جس نے پیسہ دیا اُس نے اپنے حق میں فیصلہ کرا لیا۔ فیض عفی عنہ

[3] یہ خطاب قادیانی کو ہے کہ اگر آپ ہی مسیح موعُود ہیں تو پھر یہ باتیں واضح کریں۔ فیض عفی عنہ

معراج میں قیامت کے بارہ میں جو مذاکرہ آپ کا باقی انبیاء کرام علی نبینا و علیہم الصلوٰت اللہ و سلامہٗ سے ہوا ہے سُنائیں۔ اِس کے بعد ہم ایک اَور حدیث زُبدۃ العارفین رئیس المکاشفین حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ کی پیش کرتے ہیں۔ وقال ابن ابی حاتم حدثنا احمد بن عبدالرحمٰن حدثنا عبداللہ بن ابی جعفر عن ابیہ حدثنا الربیع بن انس عن الحسن انہ قال فی قولہ تعالیٰ اِنِّیْ مُتَوَفِّیْكَ یعنی وفاۃ المنام رفعہ اللہ فی منامہ قال الحسن قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم للیھود ان عیسٰی لم یمت وانہ راجع الیکم قبل یوم القیمۃ۔ فرمایا ابن ابی حاتم نے حدیث کی مجھ کو باپ میرے نے احمد سے اُنہوں نے عبداللہ بن جعفر سے جعفر نے اپنے باپ سے اُنہوں نے ربیع سے ربیع نے حسن سے فرمایا حسن نے بیچ قول اللہ تعالیٰ کے اِنِّیْ مُتَوَفِّیْكَ اُٹھایا اللہ نے عیسٰی علیہ السلام کو نیند میں۔ اَور کہا حسن نے فرمایا رسُول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کو بے شک عیسٰی فوت نہیں ہُوئے وہ لوٹیں گے تمہاری طرف قبل قیامت کے۔ اَور اخراج کیا اس حدیث کو ابن جریر نے بھی۔ (تفسیر ابن کثیر اَور دُرِّ منثور)

یُونس بن عبید جو منجملہ اصحاب حسن بصریؒ میں سے ہے کہتا ہے میں نے حسن بصریؒ سے پُوچھا کہ آپ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں باوجُود اِس کے کہ آپ نے زمانہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں پایا۔ حسن بصریؒ نے جواب دیا کہ انی احدث الحدیث عن علی و ما ترکت اسم علی فی الاسناد الا لملاحظۃ زمان الحجاج یعنی میں بواسطہ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہٗ کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتا ہُوں مگر نام علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہٗ کا بلحاظ زمانہ حجاج کے ترک کر دیتا ہُوں۔

مولانا علی القاری غفرہ اللہ الباری شرح نخبہ کی شرح میں فرماتے ہیں: قال جمھور العلماء المرسل حجۃ مطلقاً بناءً علی الظاھر وحسن الظن بہ انہ مایروی حدیثہ الا عن الصحابی وانما حذفہ بسبب من الاسباب کما اذا کان یروی الحدیث عن جماعۃ من الصحابۃ لما ذکر عن الحسن البصریؒ انہ قال انما اطلقہ اذا اسمعہ من السبعین من الصحابۃ وکان قد یحذف اسم علیؓ ایضاً بالخصوص لخوف الفتنۃ اَور شیخ الشیوخ محدثین اَور صوفیہ کے شیخ شہاب الدین سُہروردی رحمہ اللہ عوارف کے چھٹے باب میں فرماتے ہیں۔ قال الحسن البصری لقد ادرکت سبعین بدریاً کان لباسھم الصوف۔

سوال۔ اگر کہا جاتے کہ قتادہ کہتا ہے واللہ ماحدثنا الحسن عن بدری مشافھۃ وما حدثنا سعید بن المسیب عن بدری مشافھۃ الا عن سعد بن مالک۔ اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ حسن بصری اَور سعید بن المسیب دونوں کو علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہٗ سے مُلاقات نہیں ہُوئی کیونکہ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہٗ بدری ہیں۔

الجواب۔ اَوّلاً یُونس بن عبید اَور مُلّا علی قاری کا قول جو ابھی لکھ چکا ہُوں مثبت مُلاقات حسن بصری کی علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہٗ کے ساتھ ہے اَور نہ روایت کرنا حسن بصری کا بدری سے قتادہ کے سامنے اس کو ثابت نہیں کرتا کہ حسن بصری نے کسی کے سامنے روایت بدری سے نہ کی ہو۔ اَور حسن بصری کو مُلاقات کسی بدری سے نہ ہو۔ کیونکہ قتادہ کہتا ہے ماحدثنا الحسن یعنی ہمارے سامنے حسن نے بدری سے روایت بطریق مشافہ نہیں کی۔ ہاں اگر قتادہ یوں فرماتے قال الحسن ماحدثنا بدری یعنی حسن بصری نے کہا ہے کہ ہمارے سامنے کسی بدری نے حدیث بیان نہیں کی۔ یا قتادہ یوں کہتے کہ حسن بصری نے سب احادیث جو ان کو اصحاب کرام یا تابعین سے پہنچی تھیں بتمامہا بجمیع طرق سے میرے سامنے بیان کیں مگر کسی بدری سے روایت نہیں کی تب البتہ ثبوت عدم ملاقات ہو سکتا تھا۔

اَور ثانیاً قتادہ کے قول سے فقط نفی حدثنا کی لازم آتی ہے۔ جو اخص ہے سمعت سے (کرمانی شرح صحیح بخاری) اَور قاعدہ ہے کہ سلب اخص کی مفید سلب اعم کو نہیں ہوتی۔ چہ جائے کہ مفید ہو سلب اعم الاعم یعنی ملاقات کو۔ ہرگز نہیں۔ حسن بصریؒ کی روایت اَور مُلاقات زبید

marfat.com

بن العوام سے بھی ثابت ہے جن کے بدری ہونے میں کچھ شک نہیں۔ قوامِ المحدثین جمال الدین مزی تہذیب الکمال میں کہتے ہیں۔ وھو اول من سل سیفًا فی سبیل اللہ۔ روی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم وروی عنہ الاحنف بن قیس والحسن البصری۔ اور حافظ جلال الدین سیوطیؒ حافظ زین الدین عراقی سے نقل فرماتے ہیں قال الحسن رأیت الزبیر بایع علیا۔ اور امام احمد بن حنبلؒ اپنی مسند میں فرماتے ہیں۔ حدثنا عبداللہ قال حدثنی ابی قال حدثنا عفان قال حدثنا المبارک قال حدثنا الحسن قال جاء رجل الی زبیر بن العوام الخ

جمال الدین مزی تہذیب میں فرماتے ہیں۔ علی ابن ابی طالب شھد بدرا والمشاھد کلھا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ماخلا تبوک روی عنہ ابراھیم ابن عبداللہ بن حسین مرسلا وابراھیم بن عبداللہ بن عبدالقاری کذالک وابراھیم ابن محمد ولد علی ابن ابی طالب والاحنف بن قیس التمیمی وابنہ الحسن علی بن ابی طالب والحسن البصری وابنہ الحسین بن علی بن ابی طالب وسعید بن المسیبؒ اس سے تعارض درمیان قول قتادہ کے کہ ماحدثنا سعید بن المسیب الخ اور عبارت قدوۃ المحدثین ابن الاثیر جامع الاصول کی اسماء الرجال میں کہ سعید بن المسیب روی عن علی کی بھی مرتفع ہوگیا۔ اِس بحث کو زیادہ طول بباعث ملالت ناظرین کے نہیں دیتا ہوں کسی صاحب نے اگر کلام کی بعد ازاں لکھا جائے گا۔

الغرض۔ حدیث مذکور جو حسن بصری سے مروی ہے اور حافظ ابن کثیر نے باسنادِ صحیح ذکر کی ہے یعنی قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم للیھود ان عیسٰی لم یمت وانہ راجع الیکم بوضاحتِ تام نص بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ کی اور ایسا ہی وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ الخ اور وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ کی تفسیر فرما رہی ہے۔ ناظرین کو بخوبی معلوم ہوچکا ہے کہ عقیدہ اجماعیہ نصوص قرآنیہ سے علی حسب تفسیر القرآن بالقرآن اور مطابق تفسیر القرآن بالاحادیث الصحیحہ ثابت ہے۔ وَمَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلٰلُ اور وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ کا مفاد حسب تقریر جناب مرزا صاحب یہ نکلا کہ ہر ایک اہل کتاب کو ایمان بہ بیانِ مذکورہ بالا حاصل ہے یعنی ہر ایک جانتا ہے کہ ہم عیسٰیؑ کے مقتول ہونے میں متشکک ہیں۔ اِس تقریر میں (جانتا ہے اور ایمان رکھتا ہے) ترجمہ لَيُؤْمِنَنَّ کا ہوا۔

ناظرینِ انصاف فرمائیں کہ مضارع مؤکد بہ لام اور نون تاکید کے (ثقیلہ ہو یا خفیفہ) محاورہ قرآنِ کریم میں اَلْحَمْدُ سے وَالنَّاسِ تک معنے استقبال میں ہی مستعمل ہے۔ ایک جگہ بھی معنی حال یا ماضی کے نہیں آیا۔ نظائر لَيُؤْمِنَنَّ کے قرآن کریم سے ملاحظہ فرماویں:۔ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ۔ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ لَاَتَّخِذَنَّ۔ وَلَاُضِلَّنَّهُمْ۔ وَلَاُمَنِّيَنَّهُمْ۔ لَاَقْعُدَنَّ۔ لَاٰتِيَنَّ۔ لَاَمْلَئَنَّ۔ لَتَعُوْدُنَّ۔ لَنُخْرِجَنَّكَ۔ لَاُقَطِّعَنَّ لَاُصَلِّبَنَّ لَنُؤْمِنَنَّ لَكَ۔ وَلَنُرْسِلَنَّ مَعَكَ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ۔ لَيُسْجَنَنَّ۔ وَلَيَكُوْنًا۔ لَيَسْجُنُنَّهٗ۔ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَلَنَصْبِرَنَّ وَلَنُسْكِنَنَّكُمُ۔ لَاَزِيِّنَنَّ۔ لَاُغْوِيَنَّ۔ لَتُسْئَلُنَّ۔ وَلَيُبَيِّنَنَّ لَكُمْ۔ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ۔ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ۔ لَاَحْتَنِكَنَّ۔ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِمْ۔ لَاَجِدَنَّ۔ لَاَرْجُمَنَّكَ۔ لَنَحْشُرَنَّهُمْ۔ لَنُحْضِرَنَّهُمْ۔ لَنَنْزِعَنَّ۔ وَلَاُصَلِّبَنَّكُمْ۔ وَلَتَعْلَمُنَّ۔ لَاَكِيْدَنَّ۔ لَيُدْخِلَنَّهُمْ۔ لَاَجْعَلَنَّكَ۔ لَتَكُوْنَنَّ۔ لَاُعَذِّبَنَّهٗ۔ لَاَذْبَحَنَّهٗ۔ لَيَاْتِيَنِّيْ۔ لَنُنَجِّيَنَّهٗ۔ لَيَاْتِيَنَّهُمْ۔ لَيَقُوْلُنَّ۔ لَيَقُوْلَنَّ۔ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ۔ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ۔ لَنَسْفَعًا۔ آپ ایک جگہ بھی قرآنِ کریم سے نہ سہی کسی اہلِ لسان کے کلام میں ہی دِکھلائیں کہ مضارع مؤکد بہ لام و نون ثقیلہ یا خفیفہ معنی حال یا ماضی میں مستعمل ہو۔ دوسرا قَبْلَ مَوْتِهٖ کا جو آپ نے معنے کیا ہے کسی جگہ قرآن کریم میں قبل مضاف اور مَوْتِهٖ مضاف الیہ کے مابین لفظ اَنْ يُّؤْمِنُوْا یا لفظ ایمان کا مقدر مُراد ہو۔ اس کی نظیر بھی دِکھلائیں۔ کیونکہ آپ محاورہ قرآنیہ پر چلنے کا دعوٰی کرتے ہیں۔ اب اِس مقام پر اتباع

۱؎ حضرت خواجہ فخرالدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنے رسالہ فخرالحسن میں ثابت کیا ہے کہ حضرت حسن بصریؒ کی ملاقات حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ سے ہوئی۔ فیض عفی عنہ

marfat.com

ابنِ عباس اور استشہاد حدیث صحیح بخاری کو آپ نے بالائے طاق رکھ دیا۔ یہ تقریر مرزا صاحب کی چونکہ الہامی ہے۔ لہٰذا مؤلف رسالہ اعلام النّاس فاضل امروہی صاحب کو بھی بمجبوری تسلیم کرنی ہوگی بحسب تقریر ہذا مرجع ضمیر قَبْلَ مَوْتِہٖ کا عیسٰی بن مریم ہی ہے۔ حصّہ دوئم، اعلام النّاس صفحہ ۵ سطر ۱۰۔ فاضل امروہی صاحب کو تو جناب مرزا صاحب نے اور آپ کو محاورۂ قرآنیہ نے صاف جواب دے دیا۔ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَیُوْشِکَنَّ الخ میں ثم قال ابوھریرۃ واقرؤا ان شئتم وَاِنْ مِّنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ اِلَّا لَیُؤْمِنَنَّ بِہٖ قَبْلَ مَوْتِہٖ۔

ناظرین پر بطلانِ تقریر مرزا صاحب بشہادتِ قرآن کریم ظاہر ہو گیا ہوگا معنی آیۃ کا حسب محاورہ قرآن مجید وہی ہے جو ابوہریرہ اور ابنِ عباس اور سب مفسّرین نے لکھا ہے۔ اور دُوسرا معنے جو ابنِ عباس سے مروی ہے غالباً من جملہ مباحثاتِ یومیہ سے اور احتمال مرجوح نظم ذوالوجوہ کا ہے۔ لَیُؤْمِنَنَّ کے مستقبل ہونے میں تو سب متفق ہیں مگر ارجاع ضمائر میں اختلاف رکھتے ہیں۔ پہلے اس کے بشہادت سیاق ترجیح ابنِ کثیر کی اسی معنے کو ذکر کر چکا ہوں (کہ نہیں کوئی اہلِ کتاب میں سے مگر ضرور ہی ایمان لائے گا مضمونِ بالا کے ساتھ یعنی مسیح کا مرفوع ہونا آسمان کی طرف اور یہود کے ہاتھ میں مقتول اور مصلوب ہونا) قبل از موت اپنی کے یعنی جتنے یہود نزولِ مسیح بن مریم کے وقت موجود ہوں گے وُہ سب خلاف پہلے عقیدہ اپنے کے ایمان بہ مضمونِ بالا لاویں گے مُطابق پیشین گوئی اِس آیۃ کے ہم کو ایمان ہے کہ فرقہ مرزائیہ بھی بر وقت نزولِ مسیح کے اگر موجود رہا تو ضرور ہی اہلِ کتاب کی طرح ایمان بہ مضمونِ بالا لائے گا۔

باقی رہا اعتراض مرزا صاحب کا اِس معنے پر جس معنے کو ابوہریرہ اور ابنِ عباس وغیرہ مفسّرین نے کیا ہے کہ بنا بریں معنے کذب آیت میں لازم آئے گا۔ سُنیئے حضرت! آیت میں چُونکہ اِلّا بعد نفی کے واقع ہوا ہے یعنی اِنْ 'وَاِنْ مِّنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ' میں بمعنی نفی ہے اور اِلّا اس کے بعد۔ تو بنا بر قاعدہ مسلّمہ کہ استثنا منفی سے مُفید اثبات ہوتا ہے۔ آیت مذکورہ بھی کلامِ ایجابی بنی۔ اور ثبوت ایک شے کا دُوسری چیز کے لیے چاہتا ہے کہ مثبت لہٗ یعنی وُہ دُوسری چیز پہلے موجود ہو۔ اَب مُطابق قاعدہ مسلّمہ آیت مذکور میں ایمان لانا انہیں اہلِ کتاب کے لیے ہوا جو اُس وقت موجود ہوں گے۔ غیر موجودہ تو محکوم علیہ ہی نہیں۔ پھر کذب کہاں۔ ازالۂ اوہام کے صفحہ ۳۶۸ پر عُلماء کو مرزا صاحب بباعث لاحل سمجھنے اِس اعتراض کے شرمندہ اور بے زبان لکھتے ہیں۔ اور بعد ازاں اِس معنے ابوہریرہ اور ابنِ عباس اور مفسّرین پر علاوہ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ احادیثِ صحیحہ بتلا رہی ہیں کہ مسیح کے دم سے اُس کے مُنکر خواہ وُہ اہلِ کتاب ہوں یا غیر اہلِ کتاب کُفر کی حالت میں مریں گے۔ تو یہ معنی بھی جو پیش کیے گئے ہیں بہ بداہت فاسد ہیں۔ مَیں کہتا ہُوں۔ احادیث کا مفاد یہی ہے کہ وتکون الملل ملۃ واحدۃ یعنی مسیح کے زمانہ میں کوئی مِلّت بغیرِ اسلام کے نہ رہے گی۔ یہ جب ہی ہوتا ہے کہ کوئی منکر اور کافر نہ رہے۔ جو موجود رہیں سب ایمان لائیں۔ اِس میں کونسا فساد ہے۔ مثلاً اگر کہا جائے۔ عرب شریف میں حجۃ الوداع کے بعد کوئی نہ رہا کہ مشرف باسلام نہ ہوا ہو۔ تو صحیح اور درست ہوگا۔ اور صُورت اس کی یہی وقوع میں آئی کہ مُنکر اور کافر مارے گئے اور موجودہ مشرف باسلام ہوئے۔ احادیثِ صحیحہ میں فقرہ وتکون الملل کلھا ملۃ الاسلام اور ترتع الاسود مع الابل اور والنمار مع البقر اور والذئاب مع الغنم اور یلعب الصبیان بالحیات وغیرہ وغیرہ جو قطعاً زمانہ حال میں متحقق نہیں۔ آپ کو مسیح موعُود ہرگز نہیں بننے دیتے۔

سوال۔ فقرہ وتکون الملل کلھا ملۃ الاسلام کو معارض ہے آیۃ وَلَوْ شَآءَ اللّٰہُ لَجَعَلَ النَّاسَ اُمَّۃً وَّاحِدَۃً۔ وَلَا یَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِیْنَ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّکَ وَلِذٰلِکَ خَلَقَھُمْ وَتَمَّتْ کَلِمَۃُ رَبِّکَ لَاَمْلَئَنَّ جَھَنَّمَ مِنَ الْجِنَّۃِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ۔ چنانچہ فاضل امروہی صاحب اعلام النّاس میں لکھتے ہیں۔ کیونکہ بحسب مقتضی اِس آیت کے کسی زمانہ میں اتفاق ایک مِلّت پر ممکن نہیں۔

جواب۔ اِس فقرہ حدیث صحیح کو بوجہ عدم قبول تاویل کے حسب مطلب اپنے کے آپ کاٹنا چاہتے ہیں۔ آیۃ میں استثناء اِلَّا مَنْ

marfat.com

رَحِمَ رَبُّكَ موجود ہے۔ اور استثناء زمانیات کا مستلزم ہے استثناء زمان کو۔ لہٰذا مسیح کے وقت سب کا مرحوم ہونا اور سب کا متفق ہونا ملتِ واحدہ پر ممکن ہوگا۔ ضروری امر مقتضٰے آیت کے صرف اتنا ہی ہے کہ اختلاف فی الجملہ اور جہنم کا بھر دینا متحقق ہو ہاں۔ اگر بعد لَا یَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِیْنَ کے اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ نہ ہوتا تب بوجہ اختلاف دائمی کے زمانِ مسیح کا اتفاقی ہونا ناممکن تھا۔ تعجب ہے کہ با ایں ہمہ انہیں احادیث بخاری سے آپ اپنا حلیہ ثابت کرتے ہیں۔ کیونکہ آپ اور اتباع آپ کے فرماتے ہیں کہ حلیہ مرزا صاحب کا گندمی رنگ۔ سیدھے بال یعنی گھونگر والے نہیں۔ کندھوں کے قریب کانوں کی لو کے نیچے تک لٹکے ہوئے۔ صحیح بخاری میں لکھا ہے۔ ارانی اللیلة عند الکعبة فی المنام فاذا رجل آدم کاحسن ماتری من ادم الرجال تضرب لمته بین منکبیه رجل الشعر الخ اور اسی صحیح بخاری میں اس کے قریب ہی مسیح اول یعنی صاحب انجیل کا حلیہ یہ لکھا ہے۔ سرخ رنگ اور گھونگھریالے بال۔ چوڑا سینہ۔ فَاَمَّا عِیْسٰی فاحمر جعد عریض الصدر۔

ناظرین! یہ مغالطہ بھی قابل غور ہے۔ سرخی اور گندمی رنگت دونوں کا راوی ابن عباسؓ ہی ہے۔ ایسا ہی گھونگر والے اور غیر گھونگر والے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ مسیح ابن مریم کی رنگت میں سرخی مائل سفیدی تھی۔ ایسا ہی بالوں میں جعودۃ غیر تامہ یعنی تھوڑے گھونگر والے ایسی صورت میں سرخ رنگ بھی کہنا درست ہے اور گندمی رنگ بھی۔ ایسا ہی گھونگر والے اور غیر گھونگر والے۔ بخاری میں جو عن مجاهد عن ابن عمرؓ قال قال رسول الله صلے الله علیه وسلم رأیت عیسٰی وموسٰی وابراهیم فاما عیسٰی فاحمر جعد عریض الصدر آیا ہے۔ خطا بخاری کی ہے۔ فی الواقع عن مجاهد عن ابن عباسؓ الخ ہے۔ دیکھو اخراجات محمد بن کثیر اور اسحاق بن منصور سلولی اور ابن ابی زائدہ اور یحیٰی بن آدم وغیرہ کے عینی بخاری اور مشکوٰۃ میں۔ وعن ابن عباس عن النبی صلی الله علیه وسلم قال رأیت لیلة اسری بی موسٰی رجلا آدم طوالا جعدا کانه من رجال شنوءة ورأیت عیسٰی رجلا مربوع الخلق الی الحمرة والبیاض سبط الرأس الخ متفق علیه۔ اس حدیث میں ابن عباسؓ ہی سرخی سفیدی سے ملے ہوتے اور غیر گھونگر والے بلحاظ نفی کمال کے بیان فرماتے ہیں۔ اب یہ احتمال (کہ عیسے احمر اور عیسے آدم یعنی گندم گوں اور) اس لیے نہیں ہو سکتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بحسب دونوں روایت کے من جملہ واقعہ اسرا یعنی معراج کا ذکر فرماتے ہیں جس کے پہلے بروایت مسلم عن جابر ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال عرض علی الانبیاء مذکور ہے۔ جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ یہ اسی عیسے کا ذکر ہے جو سلک انبیاء کرام علیٰ نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام میں مثل موسٰی و ابراہیم کے داخل ہے نہ ذکر خیر مثیل عیسے یعنی مرزا صاحب کا۔ ورنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے دیکھا میں نے عیسٰی اور مثیل ان کا (یعنی مرزا صاحب کو) اپنے اپنے حلیہ کے ساتھ۔ اس صورت میں ضروری تھا کہ بعد ذکر عیسے علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے مثیل عیسے کو بلفظ عیسے استعارہ کے طور پر ذکر نہ کیا جاتا۔ کیونکہ موجب خلط اور اشتباہ کا ہے بیان مقصود میں جو منافی ہے فصاحت اور بلاغت کے۔ باقی رہی روایت ابن عمرؓ ارانی اللیلة الخ اور انہیں کی دوسری روایت بلفظ بینا انا نائم الخ بخاری۔ تقریر مذکور سے وجہ بیان گندم گونی اور ایسے ہی حلف اٹھانے ابن عمر کی نفی حمرۃ پر یعنی حمرۃ کاملہ ناظرین کو معلوم ہو سکتی ہے۔ ابن عمر کا قول اس حدیث میں لا واللہ صاف دلالت کرتا ہے اوپر وحدہ ما نسب الیه الحمرة والادمة ورنہ نفی کی کوئی وجہ نہیں بلکہ واجب تھا کہ فرماتے وہ سرخ رنگت والا اور شخص ہے اور گندم گوں اور۔ اس تقریر سے ناظرین معلوم کر چکے ہوں گے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام بھی ایک ہی مسیح بن مریم کا ذکر فرماتے اور سنتے رہے ہیں۔ اور انہی عیسے کو بنص محکم بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ کے جیسا کہ بیان کر چکا ہوں مرفوع علی السماء اور انہی کو دوبارہ نازل من السماء مانتے رہے ہیں۔ پس وہم امروہی صاحب کا اعلام الناس میں مرزا صاحب کے حلیہ کے بارہ میں جو بخاری کی حدیث سے ثابت کرتے ہیں اس تطبیق سے دفع ہو گیا۔

سوال :- اور نسب مرزا صاحب کا صحیح مسلم وغیرہ میں لکھا ہوا فرماتے ہیں ص۵۴ لو کان العلم معلقا بالثریا لناله رجل من ابناء فارس۔

marfat.com

جواب۔ اوّلاً متفق علیہ شیخین کی حدیث میں اس طرح پر مذکور ہے۔ قال فوضع النبی صلی اللہ علیہ وسلم یدہ علی سلمان ثم قال لوکان العلم الخ یہ حدیث آپ نے سلمان فارسیؓ کے کندھے پر ہاتھ مبارک رکھ کر فرمائی جس سے سلمان فارسی کا مصداق ہونا اس حدیث کا ثابت ہوتا ہے۔ اور ثانیاً اگر بلحاظ جمعیۃ لفظ رجال اور ھٰؤلاء کی جنس مراد ہو تو بھی اہل فارس ہی کو شامل ہو گی جناب مرزا صاحب نے تو ایام الصلح میں اپنا سمرقندی الاصل ہونا ثابت کیا ہے۔ اور سمرقند خراسان سے ہے نہ کہ فارس سے۔ جن کو کچھ بھی مہارت جغرافیہ وغیرہ میں ہے ان پر ظاہر ہے۔ اور ثالثاً اگر مراد رجل میں ھٰؤلاء سے عجم لیے جائیں بلحاظ تقابل اُمیّین کے پھر بھی لَوْکَانَ الْعِلْمُ میں اَلْعِلْمُ معرّف باللام سے مراد علم مطابق بکتاب و سُنّت ہے نہ مخالف ان کے۔ اور رابعاً بعد فرض تسلیم تطابق مسئلہ مسیح میں حدیث مذکور سے فقط تحصیلِ علم۔ بہر صورت اُس شخص کے لیے ثابت ہوتی ہے نہ یہ کہ وُہ شخص مسیح موعود ہو۔

سوال۔ پھر امروہی صاحب صفحہ مذکور میں من جملہ علاماتِ مسیح موعود کے جو مرزا صاحب میں موجود ہیں ابطالِ دینِ نصرانیت اور اُس کے آثار کا مِٹا دینا ذکر کرتے ہیں۔

جواب۔ آج بتاریخ ۱۵ شعبان ۱۳۱۷ھ تک بالکلیہ دینِ نصرانیت کا مٹ جانا متحقق نہیں ہوا۔ اور مسیح موعود عرصہ سے آچکے ہیں۔

سوال۔ پھر امروہی صاحب موصوف ص۵۵ پر اس حدیث کے ٹکڑے یعنے لید عون الی المال فلا یقبلہ احد سے مراد مرزا صاحب کو ٹھہراتے ہیں کیونکہ مرزا صاحب نے بذریعہ اشتہارات کے روپیہ دینے کا وعدہ مخالفینِ اسلام کو فرمایا اور کسی نے قبول نہ کیا۔

جواب۔ حدیث میں تو فلا یقبلہ احد مذکور ہے۔ اُس کا مطلب یہ ہے کہ مسیح موعود کے زمانہ میں چونکہ سب لوگ اہلِ اسلام ہی ہوں گے اور سب کو رغبت عبادت کی بغایت درجہ ہو گی اور سب تارکِ دُنیا اور زاہد ہوں گے۔ چنانچہ اس پر فقرہ حتّٰی تکون السجدۃ الواحدۃ خیراً من الدنیا ومافیھا شاہد ہے اس لیے وُہ مسلمان زاہد عابد دُنیا کو قبول نہ کریں گے۔ نہ یہ کہ مخالفانِ اسلام بھی موجود ہوں گے اور ان کو بمقابلہ اظہارِ حقیقتِ اسلام بذریعہ اشتہارات روپیہ دینے کا وعدہ دیا جائے گا اور وُہ قبول نہ کریں گے۔ ناظرین کو یہ بھی خیال نہ رہے کہ اسلام فی نفسہٖ ایسا امر حق مطابق للواقع ہے کہ قیامت تک کوئی مخالف اس کی غیر حقیت کو ثابت نہیں کر سکتا۔ اس میں محتاج زید عمرو کی طرف نہیں جیسا کہ فقرہ حدیث مسلم کا (ظاھرین الی یوم القیامۃ) اس پر شاہد ہے۔ اب ہر ایک شخص بیان کنندہ حقیقتِ اسلام بالبراہین والحجج مسیح موعود نہیں ہو سکتا۔ اِلّا بعد از تحقق علامات جو احادیث میں مذکور ہیں۔

سوال۔ آیۃ سُبْحَانَ رَبِّیْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا۔ آسمان پر چڑھنے اور اُس سے اُترنے کی تکذیب کر رہی ہے۔

جواب۔ ہاں بے شک۔ مگر حسب استنباط آپ کے جنابِ عالی اسیاقِ آیت کا بھی خیال فرمائیں۔ وَقَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ يَنْۢبُوْعًا اَوْ تَكُوْنَ لَكَ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّعِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْاَنْهٰرَ خِلٰلَهَا تَفْجِيْرًا اَوْ تُسْقِطَ السَّمَآءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسَفًا اَوْ تَاْتِيَ بِاللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ قَبِيْلًا۔ اَوْ يَكُوْنَ لَكَ بَيْتٌ مِّنْ زُخْرُفٍ اَوْ تَرْقٰى فِي السَّمَآءِ وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتّٰى تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّیْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا۔ آیۃ سُبْحَانَ رَبِّیْ جو جواب میں کفار کے واقع ہوئی ہے۔ اگر دلالت کرتی ہے امتناعِ صعود اور نزولِ جسمی پر جیسا کہ جناب نے سمجھا ہے۔ تو چاہیے کہ جتنے امور قولِ کفار میں مذکور ہیں سب کے ممتنع ہونے پر دال ہو ماقبل میں جیسا صعود اور نزول کا ذکر ہے ایسا ہی چشموں کے جاری کرنے کا زمین میں اور ایسا ہی باغِ خرما اور انگور کا جو چشمہ دار ہو۔ اور ایسا ہی گر جانے آسمان کا۔ اور ایسا ہی اللہ جل شانہٗ اور ملائکہ کا سامنے ہونا۔ اور ایسا ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے گھر سونے کا ہونا۔ ہر ایک عاقل سونے کے گھر کو اور باغ خرما اور انگور کو جس میں چشمے بہتے ہوں مطلق فردِ بشری کے لیے ممتنع نہیں تصور کرتا چہ جائے کہ آپ کے لیے جو باعث ایجادِ عالم ہیں اور جاری کرنا چشموں کا انبیاء اور اولیاء سے بعد اجابت

marfat.com

دُعا محال نہیں خیال کیا جاتا۔ بلکہ اس کے وقوع پر آیۃ فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا دال ہے۔ اور آسمان کے گر جانے کے عدم امتناع پر آیۃ وَإِنْ يَرَوْا كِسْفًا الخ اور ایسے ہی وَلَوْ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا مِنَ السَّمَاءِ فَظَلُّوا فِيهِ يَعْرُجُونَ لَقَالُوا إِنَّمَا سُكِّرَتْ أَبْصَارُنَا بَلْ نَحْنُ قَوْمٌ مَسْحُورُونَ۔ اور ایسے ہی إِنْ نَشَأْ نَخْسِفْ بِهِمُ الْأَرْضَ أَوْ نُسْقِطْ عَلَيْهِمْ كِسَفًا مِنَ السَّمَاءِ دلالت کر رہی ہیں فقط عدم ایقاع ان امور کا بلحاظ اس کے ہے کہ کفار بعد ایقاع بھی بوجہ عناد اور مکابرہ کے ایمان نہ لاویں گے۔ جیسا کہ آیۃ وَلَوْ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ كِتَابًا فِي قِرْطَاسٍ فَلَمَسُوهُ بِأَيْدِيهِمْ لَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنْ هَذَا إِلَّا سِحْرٌ مُبِينٌ ○ اس مضمون کی شہادت دے رہی ہے اور بعد آنے حق سبحانہٗ و تعالیٰ کے سامنے اُن کے اتمام حجت ہو جائے گا۔ بعد ازاں ایمان لانا اُن کا اُن کو نفع نہ دے گا۔

الحاصل آیہ مذکورہ بشہادت باقی آیات جواب مذکور ہو چکی ہیں امتناع صعود اور نزول پر دال نہیں مقصود آیۃ سے یہ ہے کہ حق سبحانہٗ و تعالیٰ بزرگ اور برتر ہے اس سے کہ کوئی اُس کے امور سلطنت اور انتظام ملکی میں دخل دیوے۔ یا حق سبحانہٗ و تعالیٰ حسب اقتضاء کفار کے جس وقت وہ جیسا کہ چاہیں نشان ظاہر کرے خصوصاً وہ نشان جو متمم حجت ہونے کے لیے موجب ہلاک ہو۔ وہ فَعَّالٌ لِمَا يُرِيدُ ہے۔ اگر چاہے اجابت مسئول تمہارے کی فرمائے ورنہ کچھ محل جبر اور شکایت کا نہیں۔ میرا کام فقط تبلیغ اور رسالت ہے۔ مجھ کو اسی میں مشغول رہنا چاہیئے۔ اور مسئولہ کی طرف متوجہ ہونا اپنے منصب سے گویا باہر جانا ہے۔

ناظرین پر ظاہر ہو چکا ہو گا کہ مضمون ہذا جو مدلول آیت ہے یہ کہاں اور امتناع امور مذکورہ کہاں۔ بلکہ اسی آیت میں فقرہ وَلَنْ نُؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتَّى تُنَزِّلَ عَلَيْنَا الخ دلالت صراحۃً کر رہا ہے اس پر کہ کفار بھی آپ کے آسمان پر جانے کو ممتنع نہیں سمجھتے تھے لہٰذا اَوْ تَرْقَى فِي السَّمَاءِ پر اکتفا نہ کی بلکہ وَلَنْ نُؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ الخ کو بھی ساتھ منضم کیا۔ ہادی ہدایت کرے۔ (تفسیر ابن کثیر)

زمین پر نزولِ ملائکہ کا ثبوت اور ملائکہ کو ارواحِ کواکب ماننے کی تردید

سوال۔ آیۃ هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيَهُمُ اللّٰهُ فِيْ ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَقُضِيَ الْاَمْرُ ط اور ایسا ہی هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ يَاْتِيَ رَبُّكَ اَوْ يَاْتِيَ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ يَوْمَ يَاْتِيْ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ اَوْ كَسَبَتْ فِيْٓ اِيْمَانِهَا خَيْرًا صاف خبر دے رہی ہیں موضوع ہونے حدیث دمشقی کے اُوپر۔ کیونکہ بعد نزولِ ملائکہ کے اتمامِ حجت ہو جاتا ہے پھر کسی کا ایمان لانا مفید نہیں ہوتا۔ اور حدیث دمشقی میں نزولِ مسیح ملائکہ کے کندھے پر ہتھیلی رکھے ہوئے مذکور ہے۔ جس کو آیاتِ مذکورہ بالا تکذیب کر رہی ہیں۔ اور ایسا ہی آیۃ وَقَالُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ مَلَكٌ وَلَوْ اَنْزَلْنَا مَلَكًا لَّقُضِيَ الْاَمْرُ ثُمَّ لَا يُنْظَرُوْنَ۔ وَلَوْ جَعَلْنٰهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنٰهُ رَجُلًا وَّلَلَبَسْنَا عَلَيْهِمْ مَّا يَلْبِسُوْنَ دال ہے اُوپر اُس کے کہ نزول اور چلنا ملائکہ کا بنی آدم کی ہیئت پر عادتِ الٰہیہ سے نہیں۔ اور اگر فرشتہ زمین پر اُترے بھی اور زمین پر چلے پھرے اور مشہورِ خواص و عوام ہو تو بالضرور خواص اور لوازم آدمیوں کے اُس میں ہونے چاہئیں۔ جب ایسا ہو تو پھر وُہی لبس اور اشتباہ بحال خود باقی رہے گا۔ اور وُہ سوال اُن کا بے جواب۔ یہ ترجمہ ہے ایّام الصلح کی عبارت کا۔

جواب۔ هَلْ يَنْظُرُوْنَ سے اَوْ كَسَبَتْ فِيْٓ اِيْمَانِهَا خَيْرًا تک ذکر ہے یومِ حشر کا اور بعض اشراطِ ساعت کا۔ جس وقت ایمان لانا نافع نہ ہوگا یعنی نزولِ ملائکہ بعد پھٹ جانے آسمان کے اور حق سُبحانہٗ و تعالیٰ کا نزول بادلوں کے سایوں میں جو یوم الحشر میں متحقق ہوگا۔ بدلیل وَيَوْمَ تَشَقَّقُ السَّمَآءُ بِالْغَمَامِ وَنُزِّلَ الْمَلٰٓئِكَةُ تَنْزِيْلًا۔ اور بعض اشراطِ ساعت مثل طلوع الشمس من المغرب جو قبل از قیامت ظہور میں آئیں گے۔ کیا یہ کفار ان اُمور کے منتظر ہو رہے ہیں۔ یہ مضمون مفصّل تفسیر ابنِ کثیر میں بشہادتِ احادیثِ صحیحہ مذکور ہے وہاں ملاحظہ فرمائیں۔ باقی رہی آیۃ وَلَوْ اَنْزَلْنَا ثُمَّ لَا يُنْظَرُوْنَ تک یہ دلالت امتناعِ نزولِ ملائکہ پر دُنیا میں کسی خدمتِ خداوندی کے لیے نہیں کرتی۔ بلکہ مفاد اُس کا یہ ہے کہ اگر حسب اقتضاء کفار کے رسُول ملکی بھیجیں اور کفار کو بحالتِ کفر پائیں۔ تو فیصلہ ہو جائے گا۔ یعنی کفار کو ہلاک کر دیں گے۔ شاہد اس کی دُوسری آیت ہے۔ مَا نُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ اِلَّا بِالْحَقِّ وَمَا كَانُوْٓا اِذًا مُّنْظَرِيْنَ۔ ایسا ہی یہ آیت يَوْمَ يَرَوْنَ الْمَلٰٓئِكَةَ لَا بُشْرٰى يَوْمَئِذٍ لِّلْمُجْرِمِيْنَ و قوله تعالیٰ وَلَوْ جَعَلْنٰهُ مَلَكًا الخ مطلب اس سے یہ ہے کہ رسُول ملکی اگر بھیجیں تو بالضرور برعایت انتفاع اور استفادہ کے بصُورتِ بشری نازل ہوگا۔ اور اگر ایسا ہوا تو پھر بھی مقصود یعنی دفعِ اشتباہ حاصل نہ ہوگا۔ آپ کی اس تیز طبعی کے مطابق تو کتنی ہی آیات اور احادیثِ صحیحہ میں تناقض غیر مندفع پیدا ہوگا۔ آپ ازالہ اور ایام الصلح میں انہیں آیات سے استدلال پکڑ کر نزولِ ملائکہ سے زمین پر منکر ہیں۔ اور ملائکہ کو ارواحِ کواکب قرار دیا ہے۔ حضرت جی! سُنیئے!

فَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا۔ اور ایسا ہی هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ الْمُكْرَمِيْنَ اور ایسا ہی اِذْ تَقُوْلُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ اَلَنْ يَّكْفِيَكُمْ اَنْ يُّمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلٰثَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُنْزَلِيْنَ۔ بَلٰٓى اِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا وَيَاْتُوْكُمْ مِّنْ فَوْرِهِمْ هٰذَا يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُسَوِّمِيْنَ۔ اور ایسا ہی وَلَمَّا جَآءَتْ رُسُلُنَا لُوْطًا سِيْٓءَ بِهِمْ وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا وَّقَالَ هٰذَا يَوْمٌ عَصِيْبٌ۔ وَجَآءَهٗ قَوْمُهٗ يُهْرَعُوْنَ اِلَيْهِ وَمِنْ قَبْلُ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ قَالَ يٰقَوْمِ هٰٓؤُلَآءِ بَنَاتِيْ هُنَّ اَطْهَرُ لَكُمْ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُخْزُوْنِ فِيْ ضَيْفِيْ اَلَيْسَ مِنْكُمْ رَجُلٌ رَّشِيْدٌ۔ قَالُوْا لَقَدْ عَلِمْتَ مَا لَنَا فِيْ بَنٰتِكَ مِنْ حَقٍّ وَاِنَّكَ لَتَعْلَمُ مَا نُرِيْدُ۔ قَالَ لَوْ اَنَّ لِيْ بِكُمْ قُوَّةً اَوْ اٰوِيْٓ اِلٰى رُكْنٍ شَدِيْدٍ۔

ان سب آیاتِ قرآنی میں آپ کیا عقیدہ رکھتے ہیں۔ آیا یہ آیاتِ قرآنی ہیں یا نہیں؟ اور نزولِ ملائکہ اور چلنا پھرنا اُن کا زمین پر ثابت کر رہی ہیں یا نہیں؟ بزعم آپ کے یہ ارواحِ کواکب زمین پر اُتریں تو کواکب آسمان سے کیوں نہ گریں۔ یا متغیر نہ ہوں جسم بلا رُوح کیسے قائم

رہ سکتا ہے۔ آپ فرماویں یہ متمثل بصورتِ بشری مریم کے نزدیک آنے والا۔ اَور یہ جو تین ہزار اَور پانچ ہزار موٹے گھوڑوں پر سوار تھے۔ اَور یہ مہمان ابراہیم اَور لُوط علیہما السّلام کے۔ اَور وُہ خوش شکل جس پر اثر سفر کا معلوم نہیں ہوتا تھا۔ اَور سب حضّارِ مجلس نبوی علی صاحبہ الصّلوٰۃ والسّلام اُس سے ناواقف تھے جیساکہ بُخاری اَور مُسلم اَور ترمذی اَور ابی داؤد اَور نسائی اَور ابنِ ماجہ میں مذکور ہے کہ اُس کے بارہ میں آپ نے فرمایا فانہ جبرائیل علیہ السّلام اتاکم یعلمکم دینکم اَور بُخاری میں ابنِ عبّاس سے ہے کہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم بدر ھذا جبرائیل اخذ برأسِ فرسہ علیہ اداۃ الحرب یعنی آپ نے بدر کے روز فرمایا کہ یہ جبرائیل ہیں مسلح کھڑے ہُوتے اَور گھوڑے کو پکڑے ہُوتے۔ اَور وُہ معلّم جس نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو امام بن کر تعلیم کیفیت نماز کی اَور رمضان میں آپ کے ساتھ قرآن مجید کا دَور کرتا تھا۔ اَور وُہ گھوڑے کا سوار جس کو فرعون کے لشکر نے دیکھا اَور سامری نے خاک اُس کے گھوڑے کے قدموں کی اُٹھائی۔ اَور وُہ شخص جو صورت دحیہ صحابی میں آتا تھا۔ اَور ایک دفعہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ یا صدیقِ اکبر کو فرمایا کہ یہ جبرائیل ہے۔ اَور تم کو سلام دیتا ہے۔ اَور وُہ فرستادہ جو اہلِ طائف کے ایذا دینے کے وقت کہتا تھا کہ اَے محمّد صلی اللہ علیہ وسلم تیرا خُدا فرماتا ہے کہ اگر تو چاہے۔ تو مَیں اِس پہاڑ کو ان کے سر پر پھینکوں وغیرہ وغیرہ۔ کیا یہ سب اَرواح کو اکب تھے "خُدا را ترسے دمُصطفےٰ راحیاتے" قرآنِ کریم کو کسی سمجھ والے سے پڑھنا چاہیئے۔ تاکہ ایک آیت کو حسب زعم اپنے کے معنے مفید مطلب پر دال ٹھہرا کر آیات اَور احادیث میں تناقض پیدا نہ کریں۔

سوال۔ آیۃ وَمَنْ نُعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِي الْخَلْقِ دال ہے وفاتِ عیسےٰ پر۔ کیونکہ حسب مفاد اِس آیت کے جو شخص اسّی یا نوّے سال کو پہنچتا ہے اُس کو نکوس اَور واژگونی بہ نسبت پہلی حیاتی کے پَیدا ہوتی ہے۔ تو کیسا حال ہوگا اُس شخص کا جو دو ہزار سال تک زندہ رہے۔ (ایّام الصّلح)

جواب۔ اسّی یا نوّے سال کی قید جو آپ نے لگائی ہے یہ کون سے کلمہ قرآنی کا مدلُول ہے۔ برائے خدا تحریفِ کلامِ الٰہی سے باز آئیں۔ آپ نے آیۃ وَلَبِثُوا فِي كَهْفِهِمْ ثَلَاثَ مِائَةٍ سِنِينَ وَازْدَادُوا تِسْعًا قرآنِ کریم میں نہیں دیکھی۔ اگر وَمَنْ نُعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِي الْخَلْقِ کا مفہوم اسّی یا نوّے سال تک عُمر کے محدُود ہونے کا ہے تو پھر یہ آیۃ وَلَبِثُوا الخ تین سَو نو ۳۰۹ برس تک اصحاب کہف کو کس طرح سُلا رہی ہے۔ اَور نوح علیہ السّلام کی عُمر (۱۴۰۰) ایک ہزار چار سو سال اَور حضرت آدم علیہ السّلام کی ۹۳۰ سال اَور حضرت شیث علیہ السّلام کی ۹۱۲ سال۔ اَور حضرت ادریس علیہ السّلام کی ۳۵۶ سال۔ اَور حضرت موسٰی علیہ السّلام کی ۱۲۰ سال اَور حضرت ابراھیم علیہ السّلام کی ۲۲۳ سال۔ کیسے مدلُول آیت قرآنی وقوع میں آتے۔ یہ سب کمال تیزیٔ فہم اَور طلاقتِ لسانی کا ہے۔ ہادی ہدایت کرے۔

سوال۔ آیۃ وَمِنْكُمْ مَنْ يُتَوَفَّىٰ وَمِنْكُمْ مَنْ يُرَدُّ إِلَىٰ أَرْذَلِ الْعُمُرِ دال ہے وفاتِ عیسٰی پر۔ کیونکہ کسی جگہ میں ومنکم من صعد الی السّماء بجسدہ العنصری ثم یرجع فی اٰخر الزمان وارد نہیں ہُوا۔ فقط دونوں ہی امر کا ذِکر ہے۔ اَب اگر صعُود الی السّماء بھی مانا جائے تو حصر آیۃ باطل ہوتا ہے۔

جواب۔ مسیح بن مریم اِس آیت کے دو شق میں سے وَمِنْكُمْ مَنْ يُرَدُّ إِلَىٰ أَرْذَلِ الْعُمُرِ میں داخل ہے۔ اَور اَرذل العمر کے لیے حد معیّن نہیں نہ منصُوصی اَور نہ عقلی۔ تاکہ اِس سے متجاوز ہونا موجب موت کا ہو۔ علماء طبعیین نے جو تحدید کی ہے اُس کو شیخ اکبر اپنے کشفی طریق سے فتوحات میں ردّ فرماتے ہیں مضمُون اُن کے قول کا یہ ہے کہ اگر جو کچھ علمِ طبعی میں ہمارے اُوپر مکشوف ہوا ہے علماء طبعیین کو معلوم ہوتا تو ہرگز عُمرِ طبعی اِنسان کی محدُود بہ حد معیّن نہ کہتے۔ اُمید ہے کہ آپ کشفی دلیل کو تو مان ہی لیں گے۔ باقی رہا مسیح کا آسمان پر جانا سو یہ حالات متوسط بین الولادت اَور بین الوفات میں سے ہے۔ حالاتِ متوسطہ کا اگر ضروری سمجھا جائے تو چاہیئے کہ عدم ذِکر واقعہ صلیب بھی جیساکہ مزعوم جناب کا ہے یعنی مسیح کو صلیب پر دیا جانا مانتے ہیں مُوجب بطلان حصر آیت ہو۔ اَور اگر یہ عدم ذِکر موجب بطلان حصر نہیں تو ایسا ہی عدم ذِکر صعُود علی السماء (جو حالات متوسط میں سے ہے) بھی مُخل حصر آیۃ نہیں ہو سکتا۔ ہادی ہدایت کرے۔

marfat.com

تسبیح و تقدیس بھی اکل و شرب کی طرح باعثِ حیات ہو سکتی ہے

سوال۔ آیت وَمَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا لَّا يَأْكُلُوْنَ الطَّعَامَ اور ایسے ہی كَانَا يَأْكُلَانِ الطَّعَامَ نص صریح ہے موتِ عیسٰی پر کیونکہ صریح معلوم ہوتا ہے کہ مایۂ حیات انبیاء کا بھی مثل باقی افرادِ بشری کے طعام ہی ہے تو پھر آسمان پر زندہ رہنا مسیح کا اتنی مدت بغیر خورد و نوش کے کیسے ہو سکتا ہے؟

جواب۔ آیۃ مذکورہ سے مایۂ حیات طعام کا ہوتا ہے۔ طعام کے معنے مایطعم کے ہیں یعنی جو طعم اور غذا ہو کر مایۂ حیات بنے۔ طعام کا معنے گیہوں جو وغیرہ حبوب نہیں۔ بلکہ یہ بھی من جملہ افرادِ طعام میں سے ہیں۔ آپ نے حدیث وَاَيُّكُمْ مِثْلِيْ اِنِّيْ اَبِيْتُ يُطْعِمُنِيْ رَبِّيْ وَيَسْقِيْنِيْ متفق علیہ سُنی ہوگی۔ وُہ غذا کے ہاں بغیر گندم اور جو وغیرہ حبوبِ ارضی کے کسی اور چیز کی خورد و نوش سے خبر دے رہی ہے۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں کہ میں تمہاری طرح مرغِ آب و دانہ نہیں ہوں کہ ماکولات معتادہ ہی میری حیات کا ذریعہ ہوں۔ رات گذارتا ہوں۔ اور میرا رب مجھ کو کھلاتا ہے اور پلاتا ہے۔ اور ایسے ہی وُہ حدیث جس کو ابوداؤد اور احمد حنبل اور طیالسی نے روایت کیا ہے: فكيف بالمؤمنين يومئذ۔ فقال يجزيهم ما يجزي اهل السماء من التسبيح والتقديس۔ راوی حدیث آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھتا ہے کہ یا رسول اللہ کیسا حال ہوگا جس دن دجال کے ہاتھ میں طعام ہوگا۔ آپ نے فرمایا جس طرح آسمان پر رہنے والوں کا مایۂ حیات ذکرِ الٰہی تسبیح اور تقدیس ہے اسی طرح مومنین بھی سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ کا ذکر کریں گے اور یہی ذکر اُن کا طعام اور مایۂ حیات ہوگا۔ (انجیل متی اور لوقا۔ باب ۴ درس ۴ حضرت مسیح علیہ السلام نے لکھا ہے) اس لفظ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ صحفِ انبیاء گذشتہ میں بھی یہ مسئلہ اسی طرح پر مرقوم ہے کہ خاصانِ خُدا کے بدن میں کلامِ ربانی وُہی تاثیر پیدا کر دیتا ہے جو عوام کے جسموں میں طعام کی تاثیر مسلّم ہے انتہٰی۔ اصحابِ کہف کا قصہ زیرِ لحاظ رکھیں۔ اُن کو کس طرح حکیمِ مطلق نے بغیر طعام اور شرابِ مالوف اور بغیر تلطیف شعاعِ آفتابی اور ہوا کے اتنی مدت دراز تک زندہ رکھا۔ آپ اور قانونِ قدرت کے مُرید بھی انبیاء اور اولیاء کو اپنے پر قیاس فرماتے ہیں۔ اس اُمتِ مرحومہ میں اب بھی اور قیامت تک ایسے لوگ موجود ہیں اور ہوں گے جن کا مایۂ حیات ذکرِ الٰہی ہے اور ہوگا۔

سوال۔ بحکم آیت وَاَوْصٰنِيْ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ مَا دُمْتُ حَيًّا۔ چاہیئے کہ مسیح بن مریم آسمان پر صلوٰۃ اور زکوٰۃ ادا کرتے ہوں حالانکہ آسمان پر جیسے خورد و نوش سے فارغ ہیں ایسا ہی باقی لوازمِ جسمیت سے۔ علاوہ اس کے ادائے زکوٰۃ مال کو چاہتا ہے۔

جواب۔ حضرت عیسٰیؑ تو دُنیا میں بھی بباعثِ زُہد و فقر کے مالکِ نصاب نہیں ہوئے۔ ادائے زکوٰۃ میں تو نصاب کا ہونا شرط ہے۔ آپ زمین پر اُن کا ادائے زکوٰۃ ثابت کر دیں۔ بعد اس کے آسمان پر ہم ثابت کر دیں گے۔ یہ اعتراض تمسخر ہے ساتھ مسیح بن مریم کے۔ جیسا کہ ایام الصلح میں آپ نے لکھا ہے لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ ازالہ اوہام کے ص۳۰۹ میں باریک قلم سے آپ لکھتے ہیں کہ "احیاء موتی ایک مسمریزم کے طور پر کھیل تھی۔ اگر یہ عاجز اس عمل کو مکروہ اور قابلِ نفرت نہ سمجھتا" الخ۔ میں متعجب ہوں کہ اللہ جل شانہ نے اس کھیل اور لہو و لعب کو اُس نبی اولوالعزم کی نعمتوں موہوبہ سے قرآن کریم میں کیسے شمار کیا۔ وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ اذْكُرْ نِعْمَتِيْ عَلَيْكَ وَعَلٰى وَالِدَتِكَ اِذْ اَيَّدْتُّكَ بِرُوْحِ الْقُدُسِ تُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَاِذْ عَلَّمْتُكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَاِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّيْنِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ بِاِذْنِيْ فَتَنْفُخُ فِيْهَا فَتَكُوْنُ طَيْرًا بِاِذْنِيْ وَتُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ بِاِذْنِيْ وَاِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتٰى بِاِذْنِيْ یہ مُردوں کا قبر سے زندہ کر کے باذنِ خداوند نکالنا یہ

marfat.com

بھی مسمریزمی طلسم آپ کے نزدیک ہوگا۔ تو پھر باِذْنِیْ لگانے کی کیا حاجت تھی۔ یہ تو اسی لیے ہے کہ ایسے خارق کا ظہور بندہ کے ہاتھ پر مُوہِم اُلُوہیّت اس کا نہ ہو بلکہ فی الواقع زندہ کرنے والا میں ہُوں۔ اَور انبیاء کرام بظاہر محلِ ظہور ہوتے ہیں معجزہ تو نام اسی خارق کا ہے جو اسباب عادیہ میں سے نہ ہو۔ ورنہ دُوسرے لوگ اس کی مثل لانے سے کیسے عاجز ہوں گے۔ علاقہ مماثلت تو پیار کو چاہتا ہے۔ مرزا صاحب کو باوجود علاقہ مماثلت کے مسیح بن مریم علیہ السلام سے معلوم نہیں کیا رنج ہے اُن کے معجزاتِ منصُوصہ سے کیا بلکہ سب انبیاء کے معجزات سے منکر بلباس ماول ہو گئے ہیں۔ بالخصُوص اِنکارِ معجزاتِ عیسویہ کے تو البتہ وجہ ہے تاکہ لوگ ہم کو ایسے خوارق کے اظہار کی تکلیف نہ دیں۔ مگر اَور انبیاء کے معجزات میں کیونکر اِنکار ہوا۔ شاید تعلیم یافتگانِ لندن کا خیال ہے۔

سوال۔ آیۃ اِنَّکَ مَیِّتٌ وَّاِنَّھُمْ مَّیِّتُوْنَ ۝ صریح ہے وفاتِ عیسٰی بن مریم میں۔

جواب۔ یہ دونوں یعنی اِنَّکَ مَیِّتٌ اَور ایسا ہی وَاِنَّھُمْ مَّیِّتُوْنَ قضیۂ مطلقہ عامہ ہیں نہ دائمہ مطلقہ یعنی تحقیق تُو اَے حبیب صلی اللہ علیہ وسلّم فوت ہونے والا ہے اپنے وقت معیّن میں۔ اَور وُہ انبیاء سابقہ بھی اپنے اپنے اَوقاتِ معیّنہ میں مرنے والے ہیں۔ اَب فرمائیے کہ مسیح ابن مریم کو بعد نزُول سب اہلِ اسلام اِنَّھُمْ مَّیِّتُوْنَ میں داخل سمجھتے ہیں یا نہ۔ نزولِ آیت کے وقت اگر مرجانا اُن کا ضروری ہو تو چاہیئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلّم بھی وقتِ نزولِ آیت داخلِ اموات ہو گئے ہوں۔

سوال۔ میّت مشتق موت سے ہے اَور حمل مشتق کا قیام مبداء کو چاہتا ہے جو یہاں پر موت ہے تو بنا بر آں چاہیئے کہ وُہ سب مرچکے ہوں حتّٰی کہ مسیح بھی۔

جواب۔ قیام مبداء کا وقت تحقق مضمُون قضیہ ضرُوری ہوتا ہے نہ وقت صدق قضیہ۔

سوال۔ آیت وَالَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ لَا یَخْلُقُوْنَ شَیْئًا وَّھُمْ یُخْلَقُوْنَ اَمْوَاتٌ غَیْرُ اَحْیَآءٍ وَّمَا یَشْعُرُوْنَ اَیَّانَ یُبْعَثُوْنَ دلیل ہے وفاتِ مسیح پر۔

جواب۔ یہ آیت سُورہ نحل کی ہے جس کا نزُول مکّہ میں (زادھا اللہ شرفًا وتکریمًا) ہوا ہے۔ بنائً علیہ مُرادِ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ سے معبُودات مُشرکین مکّہ کے ہوں گے یعنی اصنام اَور بُت۔ نہ مسیح بن مریم جو معبُود اہلِ کتاب کا ہے۔ ابنِ عباسؓ اَمْوَاتٌ کی تفسیر میں اَصْنَامٌ اموات فرماتے ہیں۔

سوال۔ عموم لفظ کو اعتبار ہوا کرتا ہے نہ خصُوص مورد کو۔ بنابراں چاہیئے کہ مُرادِ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ سے مطلق معبُوداتِ باطلہ ہوں بغیر تخصیص بُتوں کے۔ تو پھر مسیح بن مریم بھی داخلِ اموات بحکم اِس آیت کے ہوگا۔

جواب۔ معبُوداتِ باطلہ میں فقط مسیح ہی اِس تقریر پر داخل نہ ہوگا بلکہ ملائکہ جو من جُملہ معبُوداتِ باطلہ سے ہیں وُہ بھی داخلِ اموات ہوں گے تو بحکمِ آیۃ مذکورہ رُوح القدس بھی مرگیا ہوگا۔ اَب یہ مُصیبت کس پر پڑی۔ آپ پر۔ کیونکہ سلسلۂ اِلہامی کا اوّل ہی سے اِنقطاع لازم ہوا۔ اَور اگر اموات سے وُہی معنی مطلقہ عامہ کی رنگ سمجھا جائے یعنی اپنے اپنے اَوقات میں جیسا کہ بیضاوی اَور ابنِ کثیر اَور تفسیر کبیر اَور کشاف اَور سب تفاسیر میں ہے تو مسیح بن مریم بھی قبل از وقتِ معیّن زندہ رہے گا۔

سوال۔ آیۃ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِہِ الرُّسُلُ صاف شہادت دے رہی ہے وفاتِ عیسٰے بن مریم پر۔

جواب۔ آپ نے معنے خَلَتْ کے تَوَفَّتْ کے سمجھے ہیں تب ہی خوش ہو رہے ہیں۔ اگر ایسا ہے تو آیت سُنَّۃَ اللّٰہِ الَّتِیْ قَدْ خَلَتْ اَور دُوسری آیت وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّۃِ اللّٰہِ تَبْدِیْلًا میں تناقض صریح ہوگا۔ کیونکہ پہلے کا مفاد یہ ہوا سُنّتِ خُداوندی مرچکی اَور معدُوم ہوگئی اَور دُوسری کا مفاد یہ کہ سُنّتِ اِلٰہیہ متغیر نہیں ہوتی یعنے ہمیشہ بحال خُود باقی رہتی ہے۔

marfat.com

حضرت من اُمُنِیَتِہٖ۔ خَلَتْ مشتق ہے خَلْوٌ سے جس کا معنے تنہا ہونا ہے جیسا کہ وَاِذَا خَلَوْا اِلٰی شَیٰطِیْنِھِمْ اور دُوسرا معنے گذرنا بھی ہے اور یہ معنے صفتِ زمانہ کی بالذات ہوتا ہے۔ کہتے ہیں سالِ گذشتہ اور قرونٌ خالیۃٌ اور زمانیات کی بالعرض یعنی جو اشیاء کہ زمانہ میں موجود ہیں ان کو بھی بعلاقہ ظرفیت اور مظروفیت کے موصُوف کیا جاتا ہے۔ اب معنی آیت کا یہ ہوا۔ گذر چکے ہیں قبل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رسُول اور دو طرح پر صادق ہوتا ہے جو مر گئے ہوں اُن کو بھی اور جو زندہ ہوں مگر رسالت سے فارغ ہیں جیسا کہ مسیح بن مریم۔ محاورہ۔ فلاں حاکم شہر میں تحصیلدار ہو گذرا ہے یہ ہر دو صُورت میں صادق ہے۔ اگر مر گیا ہو جب بھی اور اگر ملازمت صیغہ تحصیلداری سے علیحدہ ہو کر زندہ موجُود ہو جب بھی۔

سوال۔ مابعد اس کے اَفَاِنْ مَّاتَ قرینہ ہے ارادہ معنے موت پر قَدْ خَلَتْ سے۔

جواب۔ اَفَاِنْ مَّاتَ چُونکہ بمقابلہ اَوْ قُتِلَ کے واقع ہوا ہے۔ لہٰذا مَاتَ سے مُراد موت حتف انفہ ہو گی۔ یعنے اپنے آپ مرنا بغیر قتل کسی کے جب یہ خیال شریف میں متمکن (ہم سفتعل دفیہ ملافیہ من وجھین ۱۲ منہ) ہو چکا تو اب منصف ہو کر فرماویں کہ اگر اَفَاِنْ مَّاتَ کو قرینہ ارادہ معنی موت پر قَدْ خَلَتْ سے ٹھہرائیں گے تو ضرور قَدْ خَلَتْ سے بھی موت حتف انفہ مُراد ہو گی یعنی موت طبعی۔ تو لازم آئے گا قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِہِ الرُّسُلُ کا کاذب ہونا۔ کیونکہ سب انبیاء علیہم السّلام موت حتف انفہ سے تو نہیں مرے۔ بلکہ کوئی اپنی موت سے اور کوئی مقتول ہو کر شہید ہُوئے۔ اور اگر خَلَتْ سے معنے مطلق موت کا لیا بھی جائے تو آیت رفع مخصص ہو گی۔ عموم اس آیۃ اور اس کے نظائر کی جیسا کہ پیدائش آدم کا بیان آیۃ خَلَقَہٗ مِنْ تُرَابٍ اور نظائر جو اس کے ہیں ہو چکا (جواب تحقیقی یہی ہے ۱۲ منہ)۔ تو پھر عموم اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ اور ایسا ہی خُلِقَ مِنْ مَّآءٍ

ہ عیسیٰ بن مریم کا مستثنےٰ ہونا اثباتِ مدعا میں مُخل نہیں۔ کیونکہ واقعۂ اُحد اور حادثہ وفات شریف دونوں میں مزعُوم مخاطب کا برأت ہے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے! اور ظاہر ہے کہ دفع مزعوم مذکور میں جو سالبہ کُلیہ ہے یعنی لاشیٔ من الرسل بھالک۔ فقط ایجاب جزئی جو نقیض صریح ہے سلب کلی کے لیے کفایت کرتی ہے جس سے اظہار اس امر کا مقصُود ہے کہ رسالت منافی موت کی نہیں۔ صورت استدلال نزولِ آیت کے لحاظ سے یہ ہے۔ اَلْمَوْتُ لَیْسَ بِمُنَافٍ لِلرِّسَالَةِ لِاَنَّہٗ لَوْ کَانَ مُنَافِیًا لَمَا تُوُفِّیَ اَحَدٌ مِّنَ الرُّسُلِ لٰکِنَّہٗ الخ الغرض مقصُود کلام سے ابطال مزعُوم مخاطبین کا ہے باثبات نقیض مزعُوم کے۔ جنھوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بلحاظ رسالت کے موت سے بری خیال کیا ہوا تھا لہٰذا اس کی تردید میں وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ فرمایا۔ یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم موت سے بری نہیں۔ ہاں رسُول ہیں اور رسالت منافی موت کے لیے نہیں۔ اگر منافی ہوتی تو کوئی رسُول نہ مرتا لیکن آپ سے پہلے کئی رسُول مر چکے ہیں۔ لفظ کئی رسُول اس لیے کہتا ہُوں کہ آیۃ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ کی مخصص ہے۔ عمُوم اس کے لیے۔ استدلال صدیق الامۃ میں بھی اسی طرح سمجھیں۔ صرف اتنا ہی فرق ہے کہ یہاں مزعُوم مخاطبین کا عدم تحقق وفات شریف کا ہے۔ صدیق الامۃ کا مطلب یہ ہے کہ آپ کی وفات شریف سے بخیال رسالت کے کیوں انکار کرتے ہو۔ رسالت منافی موت کی نہیں۔ تم کو قرآن مجید کا مضمون بھول گیا کہ اگر رسالت منافی موت کی ہوتی تو پہلے آپ کے کوئی رسُول نہ مرتا لیکن قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِہِ الرُّسُلُ۔ اس تقریر سے ناظرین سمجھ چکے ہوں گے کہ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِہِ الرُّسُلُ مقدمہ استثنائیہ ہے۔ قیاس استثنائی کا نہ کبریٰ شکل اول کا جیسا کہ آج کل کے زعمی مولویوں نے سمجھ رکھا ہے کیونکہ قطع نظر قوام ہیئۃ شکل اول سے مضمون ہی صحیح نہیں ہو سکتا۔ اس تقریر پر بغرض صدیقی یہ ہو گی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم بالفعل وفات پا چکے ہیں۔ کیونکہ آپ رسُول ہیں اور جو رسُول پہلے گذرے، سب مر چکے ہیں۔ ظاہر ہے کہ سب رسُولوں کا مر جانا اس کا مقتضی نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بالفعل ہی وفات پا دیں کیونکہ یہ مقتضی تو ابتداء ولادت شریفہ سے موجود تھا۔ تو چاہیئے تھا کہ پہلے سے وفات شریف متحقق ہوتی۔ دفع استعجاب مخاطبین میں قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِہِ الرُّسُلُ کا کُلیہ ہونا بلحاظ قبلیت کے ضرور نہیں اور باعتبار تحقق وفات کے اپنے اپنے اوقات میں جیسا کہ بالخصُوص علیٰ نبینا وعلیہ السّلام کے لیے بعد النزُول قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِہِ الرُّسُلُ بطریق کُلی صادق ہو گا۔ کوئی مُسلمان مسیح بن مریم کو حی قیوم وغیرہا لک نہیں سمجھتا۔ صاحب القول الجمیل نے اُمّتِ مرحُومہ کو بعد انتساب اعتقاد بذا ناحق مُشرک ٹھہرایا۔ دیکھو صـ ۶۸ قول جمیل۔ بعد اظہار مقصُود اس آیۃ کے ناظرین اُس دھوکا سے جو مسلک العارف میں متعلق آیۃ ہذا کے مذکور ہے بچ سکتے ہیں۔ ۱۲ منہ

marfat.com

دَافِقٍ یَّخْرُجُ مِنْ بَیْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَآئِبِ مخصوص البعض ہے یعنی ان آیات میں جو ذکر انسان کی پیدائش کا مادہ منی سے ہے۔ آدم کو شامل نہیں۔ بلکہ آدم کے باقی افرادِ انسانی کا حکم ہے کیونکہ آدم کا ذکر علیحدہ ہو چکا۔ ایسا ہی آیۃ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ سے اَور اُس کے نظائر سے چُونکہ مسیح کا اَب تک زندہ رہنا ثابت ہو چکا تو پھر قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَور اُس کی نظائر سے مُراد غیر مسیح ہوگا۔ اِس آیت کی مفصل تشریح کُتبِ تفاسیر میں مُلاحظہ فرماویں۔ مؤلف ایام الصّلح اَور اُن کے اتباع کو جو دھوکا یہاں پر دعوے اَور دلیل میں ہوا ہے وہاں پر مفصل مذکور ہے۔

سوال۔ آیۃ فِیْهَا تَحْیَوْنَ وَفِیْهَا تَمُوْتُوْنَ بڑی دلیل ہے اِس بات کی کہ بغیر کرۂ زمین کے نوعِ اِنسانی کا مُستقر اَور مستودع یعنی قرارگاہ اَور نہیں تو پھر مسیح بن مریم آسمان پر کس طرح بقیۂ ایامِ حیوٰۃ بسر کر رہا ہے ؟

جواب۔ کرۂ ارضی کا مستقر اَور مستودع ہونا بطریقِ اصالت یہ منافی نہیں اِس کی کہ بعض افرادِ بشری کو عارضی طور پر کسی اَور کرہ میں رکھا جاوے جیساکہ ملائکہ کے لیے موطنِ اصلی اَور مقرِ طبعی افلاک ہیں۔ معہذا زمین پر بھی عارضی آمد و رفت رکھتے ہیں۔ بالجملہ حصر جو مستفاد ہے تقدیم ظرف سے وُہ اضافی ہے بہ نسبت اِستقرارِ اصلی کے۔ اَور اختصاص جو مستفاد ہے وَلَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ سے اثر ہے جعل تکوینی کا جس کا مجعول الیہ عارض غیر لازم ہے اَور اس صُورت میں اِنفکاک مابین مجعول اَور مجعول الیہ کے متصور ہو سکتا ہے۔ جیساکہ وَجَعَلَ الَّیْلَ لِبَاسًا وَّجَعَلَ النَّهَارَ مَعَاشًا جب کہ زید مثلاً ساری رات کسب وجہِ معاش میں گذارے اَور دِن نیند میں۔ دلیل عارضی ہونی مجعُول الیہ یعنی حیوٰۃ فی الارض کے قصۂ ہبوطِ ابلیس کا اَور بعد ازاں صعُود اس کا بدلیل فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّیْطٰنُ فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِیْهِ الخ ہے۔ جب ابلیس بعد امرِ ہبوط کے پھر آسمان پر جا کر وسوسہ انداز آدم علیہ السّلام کا ہوا تو بعض افرادِ نوعِ اِنسانی جن کا مادہ فطرتی نفخ رُوح القدس کا ہو اُس کا صعُود کس طرح ممتنع مانا جاتے۔

سوال۔ خاتم النبیین ہونا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دلیل ہے وفاتِ مسیح پر کیونکہ اگر مسیح بن مریم آسمان پر زندہ ہو، اَور آخر زمانہ میں نزُول فرماوے تو آپؐ کے بعد بھی اَور نبی آ گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین نہ رہے۔ اَور اگر در رنگِ احادِ اُمت آتے تو یہ بھی نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ علمِ ازلی میں جب وُہ نبی ہے تو پھر بغیر نبوت کے کیسا نزول کرے گا۔

جواب۔ بعد نزُول در رنگِ احادِ اُمت ہی اُتریں گے۔ علمِ ازلی کا مسئلہ سُنیئے۔ علم تابع معلوم کے ہوا کرتا ہے من حیث المطابقۃ۔ یعنی جس طرح معلومات یعنی اشیاء موجُود فی الواقع اپنے اپنے وقت میں موجُود ہیں اِسی طرح حق سبحانہٗ تعالیٰ ازل میں قبل از وجُود اُن کے اُن کو جانتا ہے۔ اگر معلوم کا اِتصاف کسی صفت کے ساتھ علیٰ سبیل الاستمرار ہے تو اِسی طرح اَور اگر علیٰ سبیل الانقطاع ہے تو اُسی طرح اُس کو جانتا ہے۔ مسیح بن مریم کی بلکہ کُل انبیاء کی نبوت اَور رسالت چُونکہ محدُود ہ بحدِ ظہُورِ نبی پچھلے کے ہوتی ہے لہٰذا علمِ ازلی میں بھی بوصف محدُودیت اَور انقطاع معلوم ہو گا ورنہ جہل لازم۔

سوال۔ قِصۂ عودِ ایلیاء بھی تاویل ہماری کا مثبت ہے یعنی ایلیاء کا دوبارہ دُنیا میں آنے کا ذکر جو صحیفۂ ملاکی باب ۴۔ اَور آیت ۵ میں واقعہ ہے عیسٰی علیہ السّلام فرماتے ہیں کہ مُراد ایلیاء کے آنے سے یہ تھی کہ اُس کا مثیل آتے گا سو وُہ آ گیا۔ یوحنا یعنی یحیٰی علیہ السّلام۔ باب ۱۱ انجیل متی۔ اِسی طرح مُراد نزولِ مسیح سے جو احادیث میں مذکور ہے مَیں ہُوں۔ یعنی مرزا صاحب۔

جواب۔ قِصۂ عودِ ایلیاء اگر صحیح بھی مانا جائے تو آخر کار نظیر ہی بنے گی علتِ مثبت تو نہ ٹھہرے گی۔ دیکھئے لاکھوں نظیریں پیدائش افرادِ انسانی ہمارے زیرِ نظر ہیں۔ اَور ہر روز دیکھنے میں آتا ہے کہ سب مادہ منی سے جو باپ کی اَور ماں کے سینہ سے نکلتی ہے پیدا ہوتے ہیں باوجُود اس کے کہ یہ نظائر مع کثرت اپنی کے قانون کُلی کو ثابت نہیں کرتیں۔ دیکھو آدم اَور حوّا اَور عیسٰی علیہ السّلام اِس حکم سے خارج ہیں ایسا

marfat.com

ہی ایلیا کا آنا در رنگِ ظہُور سمجھئے یہ ایک نظیر کس طرح پر نزُولِ مسیح کو در صُورتِ ظہُورِ مثیل ثابت کر سکتی ہے۔ یہاں تو جب آیت اَور حدیث نے بالخصُوص نزُولِ مسیح بن مریم کو ثابت کیا تو پھر ایک نظیر کیا اگر لاکھوں بھی ہوں اثباتِ نزُولِ مسیح در رنگِ صُورتِ مرزا صاحب نہیں کر سکتے۔ اِثباتِ احکام بشہادتِ نظائر یہ اُس صُورت میں ہوتا ہے کہ بالخصُوص نصُوص وارد نہ ہوئی ہوں۔ وُہ بھی حسب تخمین ظن نہ بر سبیلِ قطعیت جیسا کہ دلیلِ استقرائی کا شان ہے پھر میں کہتا ہُوں۔ اگر بالفرض نظیر کو مثبت حکم علی سبیل القطعیت مانا بھی جاوے تو یہ نظیر (یعنے ایلیا کا قصہ) جناب کے دعویٰ کو باطل کرے گی۔ اِس لیے کہ ایلیا کا آنا در رنگِ ظہُورِ مثیل یعنی یحیےٰ چُونکہ مماثل اَور مماثل لہٗ ہر دو نبی ہیں یہ نظیر اسی کو ثابت کرے گی کہ مثیلِ مسیح بھی نبیِ وقت ہو مثل یحییٰ علیہ السّلام کے۔ آپ گویا تو مثل یحییٰ علیہ السّلام سِلسلۂ انبیاء میں ثابت کریں یا دعویٰ مسیح موعُود کرنے سے باز آئیں۔ اگر آپ فرمائیں کہ مماثلت بین الامرین مشارکت فی جمیع الاوصاف کی مقتضی نہیں ہوتی تو ہم بھی یہ کہہ سکتے ہیں کہ حکم بھی چُونکہ من جُملہ اَوصاف ہے تو مشارکت فی الحکم کی کیا ضرُورت ہے۔ ایلیا بہ ظہُورِ مثیل اپنے یحییٰ کے نازل ہو۔ اَور مسیح بن مریم بنفسہٖ نازل ہو کیا ضرورت ہے کہ کیفیتِ نزُولِ ایلیا اَور نزُولِ مسیح بن مریم کی من جمیع الوجُوہ ایک ہی ہو۔ میں جانتا ہُوں کہ آپ یہاں پر عُلَمَآءُ اُمَّتِیْ کَاَنْبِیَآءِ بَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ کو ہاتھ ڈال کر اپنے میں نبوت ثابت کریں گے مگر پھر بھی چھُوٹنا مُشکل ہے۔ کیونکہ وُہی اشکال عود کرے گا یعنی اگر مشارکت فی جمیع الاوصاف من کُلّ الوجُوہ ضروری ہے تو اپنی ذات میں نبوت مثل یحییٰ کی پیدا کریں۔ والّا تو پھر اتحاد بھی ضرُوری نہیں۔ پھر اِس بارہ میں عرض کرتا ہُوں کہ انجیل متی کے گیارھویں باب میں موجُود ہے کہ عیسٰی علیہ السّلام یحیےٰ کے بارہ میں فرماتے ہیں کہ یہ وُہی ایلیا موعُود ہے۔ اَور پہلے باب انجیل یوحنا میں اِنکار یحییٰ کا مذکور ہے۔ تو اب مُناسب یہ ہے کہ یحییٰ کا قول معتبر سمجھا جائے۔ کیوں کہ ہر شخص اپنے حال سے اچھی طرح واقف اَور خبردار ہوتا ہے۔ بالخصُوص جب نبی اَور مُلہم من اللہ بھی ہو۔ اَور اگر زائد نہ سمجھا جائے تو کم از کم دونوں کو مساوی ٹھہرا کر اذا تعارضا فتساقطا کا حکم لگانا ہوگا یعنی کوئی قابلِ احتجاج نہ رہے گا۔

اِتنی تطویل اَور تضیعِ اَوقات محض آپ کے لحاظ سے کی جاتی ہے۔ ورنہ اہلِ اِسلام کو بعد ازاں کہ ایک بات قرآن مجید سے بشہادتِ سیاق و تفاسیرِ صحابہ کے اَور احادیثِ صحیحہ متواترہ المعنے سے معلوم ہو چکی ہو۔ اَور خصُوصاً وُہ مقام جو خود منصف اَور فیصلہ دہندہ اَور دافع شکوک پہلوں کا ہو تو پھر ہم کتاب اللہ اَور کتاب الرسول اَور اجماعِ اُمّت کو چھوڑ کر اِسرائیلیات کی طرف کیوں متوجہ ہوں۔ کیونکہ یہ توجہ مقید ہے اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ کے ساتھ۔ آپ اِختلافاتِ اناجیل سے بخوبی واقف ہیں۔ کیونکہ ہر وقت میں عرصہ دراز سے اِستعمال ہوتا رہتا ہے۔ پھر تعجب ہے کہ آپ ازالہ اَوہام اَور ایام الصلح میں آثارِ صحابہ کو جو مروی باسانیدِ صحیحہ ہیں چھوڑ کر روایاتِ اناجیل کی طرف متوجہ ہو کر اُلٹا سا تر اہلِ اِسلام کو فرماتے ہیں کہ باعث اعراض ان علماء کا روایاتِ اناجیل سے کیا ہے۔ بھلا واقعۂ صلیب میں تحریف کرنے کا اہلِ کتاب کو باعث کون ہے۔ میں عرض کرتا ہُوں کہ واقعۂ صلیب تو بجائے خود رہا نبوتِ عیسٰی علیہ السّلام کو جو واقعی اَور بغیر عناد مسلمہ جانبین ہے اگر انجیلوں سے ثابت کرنا چاہیں تو مشکل پڑے گی۔ بغیر از رجوع قرآن کریم کی طرف چارہ نہ ہوگا۔ آپ جانتے ہیں کہ یواقیم بن یوشیا نے جس وقت صحیفۂ ارمیا علیہ السّلام کو جلایا تھا ارمیا علیہ السّلام کے اُوپر وحی نازل ہُوئی کہ کہتا ہے رب یواقیم ملک یہُود کی ضد میں کہ اُس میں سے ہرگز کوئی داؤد کی کُرسی پر نہ بیٹھے گا) اَور عیسٰی علیہ السّلام چُونکہ اَولادِ یواقیم میں سے بے مُطابق نسب مذکُور کے انجیل متی میں تو چاہیئے کہ قابل جانشینی داؤد کے نہ ہو بحکم وحی ارمیا کے زندہ اُٹھنا مسیح کا قبر سے۔ اَور ایسا ہی واقعۂ صلیب اس میں جو اختلافات واقع ہیں آپ بخوبی جانتے ہوں گے۔ ایوب ساتویں باب درس ناویں[۹] میں اپنی کتاب کے کہتا ہے۔ ترجمہ فارسیہ ۱۸۴۵ء (ابر پراگندہ شدہ نابود می شود ہمیں طور کسے کہ بقبر مے رود بر نمے آید) درس دسواں[۱۰] (بخانہ اش دیگر بر نخواہد گردید و مکانش دیگر وے را نخواہد شناخت) اَور چودھویں[۱۴] باب کتاب اپنی میں درس تیسرے[۳] اَور چودھویں[۱۴] میں کہتا ہے۔ ترجمہ فارسیہ ۱۸۳۸ء (اِنسان می خواہد و نخواہد بر خاست مادامیکہ آسمان معدوم نشود بیدار نخواہد شد و از خواب بر نخواہد خواست۔ آدمی ہرگاہ بمیرد آیا زندہ می شود۔ الخ) اب یہ مسیح کے زندہ ہو کر اُٹھنے کا قبر سے اِنکار کر رہا ہے۔

marfat.com

دُوسرے عیسائی اس کو بعد تین دن کے زندہ ہوکر آسمان کی طرف چڑھنے کے قائل ہیں۔ ایسا ہی واقعہ صلیب کے اختلافات دُوسری جگہ ناظرین مُلاحظہ کرلیویں۔ اللہ جل شانہٗ نے اِس اُمّتِ مرحومہ کو بطفیلِ حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایسے اختلافات سے جو یہُود اور نصاریٰ میں چلے آتے تھے نجات بخشی جیسا کہ برأت مریم کی بیان فرمائی۔ ایسا ہی افتراء یہُود کا قتلِ مسیح کے بارہ میں لغو ٹھہرا کر بیان امرِ واقعی کا فرمایا۔ کہ مسیح کو تو ہم نے حسبِ وعدہ اُن کے ایذا سے بچالیا یعنی آسمان کی طرف اُٹھالیا۔ اُنہوں نے مسیح کی شبیہ کو صلیب پر چڑھا کر قتل کیا۔ بڑا افسوس ہے کہ آج تک اُمّتِ مرحومہ آیات بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ اور ایسا ہی وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ اور ایسا ہی وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ان سب کو صحابہ سے لے کر عُلماء زمان تک مکذب عقیدہ یہُود اور نصاریٰ ٹھہراتے رہے اور پھر آج اُنہیں آیات کو جناب مرزا صاحب یہُود اور نصاریٰ کے اقوال پر اُٹھا کرلے جاتے ہیں۔ اب ابنِ عباسؓ کا معنے اور قول قابلِ اعتبار نہیں رہا۔ چوتھی دفعہ پھر میں عرض کرتا ہُوں کہ قصّۂ عُود ایلیا کے دو ٹکڑے ہیں ایک صعود ایلیا بجسدہ العنصری آسمان پر۔ اور دُوسرا نزول اُس کا بمعنے ظہور مثیل اُس کے یعنی یحیٰی علیہ السلام۔ پہلا ٹکڑا نظیر کامل صعود مسیح کے لیے بجسدہٖ العنصری آسمان پر ہوسکتا ہے کیونکہ دونوں مماثل شریک فی النبوت ہیں۔ اور دُوسرا ٹکڑہ نظیر کامل نزول مسیح بمعنے ظہور مثیل یعنی مرزا صاحب نہیں ہوسکتا جیسا کہ پہلے بیان ہوچکا ہے۔ اب فرمایئے کہ قصّۂ عود ایلیا نے عقیدہ کا فہ اہلِ اسلام کو فائدہ بخشا یا آپ کو۔ بلکہ اُلٹا مُضر ہوا کیونکہ آپ صعودِ بشر بجسدہ العنصری کو محالاتِ عقلیہ لانظیر لہا سے جانتے ہیں۔ ازالہ اوہام کے صـ۲۶۹ میں آپ نزولِ مسیح کو فرع صعود بجسدہ العنصری کی بنا کر اس امر کا اقرار کرچکے ہیں کہ ہم کو بعد ثبوت صعود بجسدہ العنصری کے نزول بجسدہ میں کوئی انکار نہ ہوگا۔ اب قصّۂ عُود ایلیا اگر قابلِ تمسک ہے تو حسبِ اقرار اپنے کے نزولِ مسیح کے بجسدہ العنصری قائل ہوجائیں۔ ورنہ تو استشہاد آپ کا اُس قصّہ سے کیا معنے رکھتا ہے۔ ہاں یہ ہے کہ اپنے لیے میٹھا اور دُوسروں کے لیے کڑوا۔ اور قصّۂ صعود ایلیا بجسدہ العنصری میں ایلیا کی چادر کا گرجانا جو مذکور ہے آپ اُس کو چھوڑ جانا بدن کا خیال فرماتے ہیں اِس تاویل کو باطل کرتا ہے اس چادر کا پانی پر مارنا اور گذر جانا ندی سے جو اُسی قصّہ میں مذکور ہے۔ کتاب سلاطین باب ۲ درس ۸۔ اور ایلیا نے اپنی چادر کو لیا اور لپیٹ کے پانی پر مارا کہ پانی کے دو حصّے ہوکے اِدھر اُدھر ہوگیا اور وے دونوں خشک زمین پر ہوکے پار ہوگئے۔ ۹۔ اور ایسا ہوا کہ جب پار ہُوئے تب ایلیا نے الیسع کو کہا کہ اس سے آگے کہ مَیں تجھ سے جُدا کیا جاؤں مانگ کہ مَیں تجھے کیا دُوں۔ تب الیسع بولا مہربانی کرکے ایسا کیجئے کہ اُس رُوح کا جو تجھ پر ہے مجھ پر دوہرا حصّہ ہو۔ ۱۰۔ تب وُہ بولا تُو نے بھاری سوال کیا۔ سو اگر تُو مجھے آپ سے جُدا ہوتے ہوئے دیکھے گا تو تیرے لیے ایسا ہی ہوگا اور اگر نہیں تو ایسا نہ ہوگا۔ ۱۱۔ اور ایسا ہوا کہ جُونہی وے دونوں بڑھتے اور باتیں کرتے چلے جاتے تھے تو دیکھ کہ ایک آتشی رتھ اور آتشی گھوڑوں نے درمیان آکے اُن دونوں کو جُدا کردیا۔ اور ایلیا بگولے میں ہوکے آسمان پر جاتا رہا۔ ۱۲۔ اور الیسع نے یہ دیکھا اور چلایا۔ اے میرے باپ میرے باپ اسرائیل کی رتھ اور اُس کی سارتھی سو اُس نے اُسے پھر نہ دیکھا اور اُس نے اپنے کپڑوں پر ہاتھ مارا اور انہیں دو حصّے کیا۔ ۱۳۔ اور اُس نے ایلیا کی چادر کو بھی جو اُوپر سے گر پڑی تھی اُٹھالیا اور اُلٹا پھرا اور یردن کے کنارے پر کھڑا ہُوا۔ ۱۴۔ اور وہاں اُس نے ایلیا کی چادر کو جو اُس پر سے گر پڑی تھی لے کے پانی پر مارا اور کہا کہ خُداوند ایلیا کا خُدا کہاں ہے۔ اور اُس نے بھی اس چادر کو جب پانی پر مارا تو پانی اِدھر اُدھر ہوگیا اور الیسع پار ہُوا۔

ناظرین سمجھ چکے ہوں گے کہ جناب مرزا صاحب نے قصّۂ ایلیا کو جو دلیل اپنے مدعا کی یعنی نزولِ مسیح بن مریم بمعنے ظہورِ مثیل یعنی مرزا صاحب بنایا ہے۔ پہلا ٹکڑا اُس کا مُضر اُن کے پڑا۔ اور دُوسرا ٹکڑا نظیر کامل نہ بن سکا۔ یہ عادت آپ کی فقط قصّۂ ایلیا میں ہی نہیں بلکہ ہر جگہ نقل اور استشہاد میں ایسا ہی کرتے ہیں۔ ابنِ عباسؓ کی تفسیر کا ایک ٹکڑا کاٹ کرلے لیا اور باقی کو چھوڑ کر یہ غل مچادیا کہ ہمارے دعویٰ کی شہادت ابنِ عباسؓ کی تفسیر رہی ہے۔ مرزا صاحب ازالہ اوہام کے صـ۱۰ سے صـ۱۳۶ تک سُورۃ قدر اور سُورۃ بیّنہ اور سُورۃ زلزال کی تفسیر لکھتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ سُنّۃ اللہ اسی طرح پر جاری ہے کہ خُدائے تعالیٰ کا کلام لیلۃ القدر ہی میں نازل ہوتا ہے اور اس کا نبی لیلۃ القدر ہی میں دُنیا میں نزول فرماتا ہے

marfat.com

پھر بعد اس سُورت کے خُدائے تعالیٰ نے سُورۃ البینہ میں بطور نظیر کے بیان کیا کہ لَمۡ یَکُنِ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا مِنۡ اَہۡلِ الۡکِتٰبِ وَ الۡمُشۡرِکِیۡنَ مُنۡفَکِّیۡنَ حَتّٰی تَاۡتِیَہُمُ الۡبَیِّنَۃُ یعنی جن سخت بلاؤں میں اہلِ کتاب اور مُشرکین مُبتلا تھے اُن سے نجات پانے کی کوئی سبیل نہ تھی بجز اس کے کہ خُدائے تعالیٰ نے آپ پیدا کر دی کہ وُہ زبردست رسُول صلی اللہ علیہ وسلم بھیجا جس کے ساتھ زبردست تحریک دینے والے ملائک نازل کیے تھے۔ پھر بعد اس کے آنے والے زمانہ کے لیے خُدائے تعالیٰ سُورۃ الزلزال میں بشارت دیتا ہے اور اِذَا زُلۡزِلَتِ کے لفظ سے اس بات کی طرف اِشارہ کرتا ہے کہ جب تم یہ نشانیاں دیکھو تو سمجھ لو کہ وُہ لیلۃ القدر اپنے تمام زور کے ساتھ پھر ظاہر ہوئی ہے اور کوئی ربانی مُصلح خُدائے تعالےٰ کی طرف سے معہ ہدایت پھیلانے والے فرشتوں کے نازل ہو گیا ہے جیسا کہ فرماتا ہے۔ اِذَا زُلۡزِلَتِ الۡاَرۡضُ زِلۡزَالَہَا وَ اَخۡرَجَتِ الۡاَرۡضُ اَثۡقَالَہَا وَ قَالَ الۡاِنۡسَانُ مَا لَہَا یَوۡمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخۡبَارَہَا بِاَنَّ رَبَّکَ اَوۡحٰی لَہَا یَوۡمَئِذٍ یَّصۡدُرُ النَّاسُ اَشۡتَاتًا لِّیُرَوۡا اَعۡمَالَہُمۡ فَمَنۡ یَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّۃٍ خَیۡرًا یَّرَہٗ وَ مَنۡ یَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّۃٍ شَرًّا یَّرَہٗ یعنی اُن دِنوں کا جب آخری زمانہ میں خدائے تعالیٰ کی طرف سے کوئی عظیمُ الشان مُصلح آئے گا اور فرشتے نازل ہوں گے۔ یہ نشان ہے کہ زمین جہاں تک اس کا ہلانا ممکن ہے ہلائی جائے گی۔ یعنی طبیعتوں اور دلوں اور دماغوں کو غایت درجہ تک جُنبش دی جائے گی اور خیالاتِ عقلی اور فکری اور سبعی اور بہیمی پُورے پُورے جوش کے ساتھ حرکت میں آجائیں گے اور زمین اپنے تمام بوجھوں کو باہر نکال دے گی یعنی انسانوں کے دِل اپنی تمام اِستعداداتِ مخفیہ کو منصہ ظہور لائیں گے اور جو کچھ ان کے اندر علوم و فنُون کا ذخیرہ ہے یا جو کچھ عُمدہ عُمدہ دِلی و دماغی طاقتیں ولیاقتیں اُن میں مخفی ہیں سب کی سب ظاہر ہو جائیں گی۔ اور فرشتے جو اس لیلۃ القدر میں مردِ مصلح کے ساتھ آسمان سے اُتریں گے ہر ایک شخص پر اُس کی اِستعداد کے موافق خارق عادت اثر ڈالیں گے یعنی نیک لوگ اپنے نیک خیال میں ترقی کریں گے اور بُرے بُرے خیالوں میں۔ اور مردِ عارف متحیر ہو کر اپنے دل میں کہے گا کہ یہ عقلی اور فکری طاقتیں ان لوگوں کو کہاں سے ملیں۔ تب اُس روز ہر ایک اِستعدادِ انسانی بزبانِ حال باتیں کرے گی کہ یہ اعلیٰ درجہ کی طاقتیں میری طرف سے نہیں بلکہ خدائے تعالےٰ کی طرف سے یہ ایک وحی ہے جو ہر ایک اِستعداد پر بحسب اُس کی حالت کے اُتر رہی ہے۔ اور یہ ظہور و بروز کا دائرہ پُورا ہو جائے گا تب خدائے تعالیٰ کے فرشتے اُن تمام راست بازوں کو ایک گروہ کی طرح اکٹھا کر دیں گے اور دُنیا پرستوں کا بھی کُھلا کُھلا ایک گروہ نظر آئے گا تاکہ ہر ایک گروہ اپنی کوششوں کے ثمرات کو دیکھ لے۔ تب آخر ہو جائے گی۔ یہ آخری لیلۃ القدر کا نشان ہے جس کی بناء ابھی ڈالی گئی ہے جس کی تکمیل کے لیے خدائے تعالیٰ نے اِس عاجز کو بھیجا ہے اور مجھے مخاطب کر کے فرمایا انت اشد مناسبة بعیسٰی بن مریم واشبه الناس به خلقاً وخُلقاً و زماناً۔ ہمارے عُلماء نے جو ظاہری طور پر اس سورۃ الزلزال کی یہ تفسیر کی ہے کہ درحقیقت زمین کو آخری دنوں میں سخت زلزلہ آئے گا کہ تمام زمین اُس سے زیر و زبر ہو جائے گی۔ اور جو زمین کے اندر چیزیں ہیں وُہ سب باہر آجائیں گی اور انسان یعنی کافر لوگ زمین کو پُوچھیں گے کہ تجھے کیا ہوا تب اُس روز میں باتیں کرے گی اور اپنا حال بتائے گی۔ یہ سراسر غلط تفسیر ہے۔ انتہیٰ۔

ناظرین! ذرا اِس کی تفتیش فرما دیں کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جن پر یہ کلام پاک اُتری اُس کو کس طرح پر بیان فرمایا اور حاضرانِ مجلسِ نبوی علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام نے کیا سمجھا۔ ابنِ عباسؓ فرماتے ہیں۔ اِذَا زُلۡزِلَتِ الۡاَرۡضُ زِلۡزَالَہَا ای تحرکت من اسفلها وَ اَخۡرَجَتِ الۡاَرۡضُ اَثۡقَالَہَا یعنی القت ما فیها من الموتی یعنی یہی کرۂ ارض بعد نفخۂ ثانیہ قیامت برپا ہونے کے دن ہلایا جائے گا اور اپنے بوجھوں یعنی مُردوں کو باہر نکالے گا۔ قرآنِ کریم کی آیت یٰۤاَیُّہَا النَّاسُ اتَّقُوۡا رَبَّکُمۡ ۚ اِنَّ زَلۡزَلَۃَ السَّاعَۃِ شَیۡءٌ عَظِیۡمٌ ۝ اور ایسے ہی دُوسری آیۃ وَ اِذَا الۡاَرۡضُ مُدَّتۡ وَ اَلۡقَتۡ مَا فِیۡہَا وَ تَخَلَّتۡ اس معنے پر جو ابنِ عباسؓ نے بیان فرمایا ہے شہادت دے رہی ہے رسُولِ خُدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ زمین اپنے کلیجہ کے ٹکڑوں کو پھینک دے گی جو مثل ستونوں کے سونے اور چاندی سے ہوں گے۔ پھر قاتل اُس کو دیکھ کر کہے گا کہ اس کے لیے مَیں نے قتل کیا۔ اور قاطع الرحم کہے گا اس کے لیے میں نے قطع رحمی کی اور سارق آئے گا اور کہے گا اس کے لیے مَیں نے اپنا

marfat.com

ہاتھ کٹوایا ہے۔ پھر اُس کو چھوڑدیں گے اور اس سے کچھ نہ لیں گے۔

حدثنا واصل بن عبد الاعلیٰ حدثنا محمد بن فضیل عن ابیہ عن ابی حازم عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلعم تلقی الارض افلاذ کبدھا امثال الاسطوان من الذہب والفضۃ فیجیٔ القاتل فیقول فی ھذا قتلت ویجیٔ القاطع فیقول فی ھذا قطعت رحمی ویجیٔ السارق فیقول فی ھذا قطعت یدی ثم یدعونہ فلا یأخذون منہ شیئا (صحیح مسلم) وَقَالَ الۡاِنۡسَانُ مَا لَهَا ای استنکر امرھا بعد ما کانت قارۃ ساکنۃ ثابتۃ وھو مستقر علی ظہرھا ای تقلبت الحال فصارت متحرکۃ مضطربۃ قد جاءھا من امر اللہ تعالیٰ ما قد اعدہ لھا من الزلزال الذی لا محید لھا عنہ ثم القت ما فی بطنھا من الاموات من الاولین والاخرین وحینئذ استنکر الناس امرھا وتبدل الارض والسموٰت وبرزوا للہ الواحد القھار۔ یَوۡمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخۡبَارَهَا۔ ای تحدث بما عمل العاملون علی ظہرھا۔

یعنی قیامت کے دن زمین شہادت دے گی کہ میرے اوپر زندگی کی حالت میں فلانے نے یہ کام کیا فلانے نے یہ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ بعد پڑھنے اس آیۃ کے یَوۡمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخۡبَارَهَا۔ کیا جانتے ہو تم کیا ہے اخبار اس زمین کی صحابہ نے عرض کیا اللہ و رسول اعلم ہے۔ آپؐ نے فرمایا اخبار زمین کی یہ ہے جو شہادت دے گی ہر غلام اور لونڈی پر (یعنی ہر مرد و عورت پر جو غلام اور لونڈی ہیں خدائے تعالیٰ کی) متعلق اُن اعمال کے جو اُنھوں نے اس طبقۂ زمین کی پشت پر کیے تھے۔ کہے گی فلاں عمل فلاں عمل فلاں دن۔ یہ ہیں اخبار اس کے۔ قال الامام احمد حدثنا ابراھیم حدثنا ابن المبارک وقال الترمذی وابو عبد الرحمٰن النسائی واللفظ لہ حدثنا سوید بن نصر اخبرنا عبد اللہ ھو ابن المبارک عن سعید بن ابی ایوب عن یحیی بن ابی سلیمان عن سعید المقبری عن ابی ہریرۃ قال قرء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ھٰذِہِ الۡاٰیۃ یَوۡمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخۡبَارَهَا قال اتدرون ما اخبارھا قالوا اللہ ورسولہ اعلم قال فان اخبارھا ان تشھد علی کل عبد وامۃ بما عمل علی ظہرھا ان تقول عمل کذا وکذا یوم کذا وکذا فھذہ اخبارھا ثم قال الترمذی ھذا حدیث حسن صحیح غریب وفی معجم الطبرانی من حدیث ابن لھیعۃ حدثنی الحرث بن یزید سمع ربیعۃ الجرسی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال تحفظوا من الارض فانھا امکم وانہ لیس من احد عامل علیھا خیرا او شرا الا وھی مخبرۃ۔

حاصل یہ ہے کہ زمین کا خیال رکھو اس لیے کہ وہ تمہاری ماں ہے اور بالتحقیق کوئی نہیں اُس پر عمل اچھا یا بُرا کرتا مگر وہ زمین خبر دینے والی ہوگی۔ بِاَنَّ رَبَّكَ اَوۡحٰى لَهَا۔ قال البخاری اوحی لھا واوحی الیھا ووحی لھا ووحی الیھا واحد وکذا قال ابن عباسؓ اوحی لھا ای وحی الیھا۔ وقال شبیب بن بشر عن عکرمۃ عن ابن عباسؓ یَوۡمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخۡبَارَهَا قال قال لھا ربھا قولی فقالت ابن عباسؓ آیۃ یَوۡمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخۡبَارَهَا کے متعلق فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ زمین کو حکم کرے گا پھر وہ باتیں کرے گی۔ یَوۡمَئِذٍ یَّصۡدُرُ النَّاسُ اَشۡتَاتًا۔ ای انواعا واصنافا ما بین شقی وسعید ماموربہ الی الجنۃ وماموربہ الی النار لِّیُرَوۡا اَعۡمَالَهُمۡ ای لیعلموا ویجازوا بما عملوا فی الدنیا من خیر وشر ولھذا قال فَمَنۡ يَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّةٍ خَيۡرًا يَّرَهٗ وَمَنۡ يَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ یعنی سب لوگ موقف حساب سے قیامت کے دن لوٹیں گے تاکہ جزا اپنے اپنے اعمال کی جو دُنیا میں اُنھوں نے کیے تھے دکھائے جائیں۔ اسی لیے فرمایا جو کوئی مقدار ایک ذرہ کا نیکی یا بدی کرے گا دُنیا میں، دیکھ لے گا اُس کو قیامت کے دن (تفسیر ابن کثیر و دُر منثور مع الاختصار) بعد اس کے بخاری اور مُسلم اور مسند امام احمد اور ابن جریر کی احادیث متعلق اس آیۃ کے یعنی فَمَنۡ يَّعۡمَلۡ الخ اس تفسیر میں مذکور ہیں وہاں سے دیکھ لیں۔ سب کا خلاصہ ترغیب ہے عمل نیک پر تاکہ یوم الحساب کام آئے۔

ناظرین پر ظاہر ہو چکا ہوگا کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارض سے جو اس سُورۃ میں مذکور ہے یہی کرۂ زمین مراد رکھا ہے اور اسی زمین

marfat.com

کا متکلم ہونا باذنِ رب احادیثِ صحیحہ میں بیان فرمایا ہے۔ اور مُراد زلزلہ سے بھی جُنبش اِس کرہ کی متکلم یعنی حق سُبحانہٗ وتعالیٰ اور سامع یعنی آنحضرتؐ کے نزدیک ہے جیساکہ آیۃ اِنَّ زَلْزَلَۃَ السَّاعَۃِ الخ میں بھی اِس کا ذِکر ہے۔ یہ وُہ تفسیر ہے جس کو مرزا صاحب سراسر غلط قرار دے چکے ہیں اَب رہا اِنصاف ناظرین پر خواہ مرزا صاحب کی تصدیق اور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب (العیاذ باللہ) اختیار کریں یا بالعکس جیساکہ شایان اور واجب ہے ہر مومن کو۔ اَب یہ معلوم کرنا چاہیئے کہ مرزا صاحب نے اِس تفسیر سے کیا فائدہ لینا چاہا ہے۔ وُہ میں عرض کر دیتا ہُوں۔ سُورۃ قدر میں جو لیلۃ القدر ہے اُس کو حسب زعم اپنے کے قیامت تک اِمتداد دیا۔ تا آپ کا نزُول بھی انبیاء کی طرح لیلۃ القدر میں متحقق ہو۔ مگر یہ دونوں فقرے یعنی لیلۃ القدر کا اِمتداد قیامت تک اور ہر نبی کا ظہُور لیلۃ القدر ہی میں ہوتا ہے اُن کے اپنے خانہ زاد اسرار میں سے ہے۔ پھر سُورۃ البیّنہ سے یہ ثابت کرنا چاہا کہ سخت بلاؤں سے نجات پانے کی سبیل اللہ تعالیٰ نے پیدا کر دی۔ وُہ کیا۔ البیّنہ خُدا کے ہاں سے آگیا رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰہِ یَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَھَّرَۃً فِیْھَا کُتُبٌ قَیِّمَۃٌ ؕ یعنی مرزا صاحب۔ بعدازاں سُورۃ زلزال سے یہ ثابت کر دکھایا کہ سب کمالاتِ مودعہ نوعِ انسانی کے ظہُور میں آگئے۔ کسی کی حالت منتظرہ باقی نہیں رہ گئی تو پھر نزُولِ ملائکہ میں سرانجام دینے کے لیے اِس امرِ مہتم بالشان کے بذریعہ بندہ مصلح جس کا نزول لیلۃ القدر ممتدہ میں ہو گیا ہے کیوں توقف ہو۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ لیلۃ القدر میں رسُول آگیا اور دورہ کمالاتِ نوعِ انسانی بھی پُورا ہو چکا۔ فقط اِتنی ہی بات کہ فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ خَیْرًا یَّرَہٗ ؕ وَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ شَرًّا یَّرَہٗ ؕ بتمامہٖ ظہُور میں نہیں آئے مگر شرُوع ہی یعنی اہلِ سعادت اور نیک فطرت اُس رسُول نازل شدہ کے ساتھ اِیمان لاکر ایک جماعت اکٹھی ہو رہی ہے اور اہلِ شقاوت اور بدطینت اِنکار میں آکر دُوسرا گروہ حسب مضمون یَوْمَئِذٍ یَّصْدُرُ النَّاسُ اَشْتَاتًا لِّیُرَوْا اَعْمَالَھُمْ ؕ بن رہا ہے جس کی شان میں جناب مرزا صاحب ازالہ اَوہام کے صفحہ ۴۔ اکی پہلی سطر کے اِبتدا میں یُوں لکھتے ہیں (اور جو شرارت اور شیطان کی ذُرّیّت تھے وُہ اِس تحریک سے خوابِ غفلت سے جاگ تو اُٹھے الخ) آپ کو اللہ تعالیٰ ہماری جانب سے بمعاوضہ اِس فقرہ کے (شیطان کی ذُرّیّت) جزاء خیر عطا فرمائے۔

ناظرین کو سمجھنا چاہیئے کہ یہ تفسیر مرزا صاحب کی بطریق مُشتے نمونہ خروار ہے۔ باقی خود اِنصاف فرماویں کہ یہ تحریف ہے کتاب اللہ اور کتاب الرسُول صلی اللہ علیہ وسلم کی یا بیان ہے بطونِ قرآن کا۔ پہلے بھی اہلِ باطن اسرار اور اشارات کو بیان فرماتے رہے ہیں۔ اِقتباس الانوار کے صفحہ ۲۳۱ پر اِسی سورۃ کی تفسیر ملاحظہ فرماویں۔ مگر ظاہر قرآن کریم سے اِنکار کرنے والے کو مُلحد قرار دیتے رہے ہیں۔ بے شک وجوہ الفھم لاتنحصر فیما فھموہ وعلم اللہ لایتقید بما علموہ اِس کے ہم بھی قائل ہیں مگر قرآن کے ظہر اور بطن دونوں کے ساتھ اِیمان رکھتے ہیں نہ یہ کہ تفسیر ظہر قرآن کی سراسر غلط قرار دی جاتے۔ (العیاذ باللہ)

فی فتح البیان۔ یکون الضابط فی صحتہ ان لا یرفع ظاھر المعانی المنفھمۃ عن الالفاظ بالقوانین العربیۃ وان لا یخالف القواعد الشرعیۃ ولا یباین اعجاز القراٰن الی ان قال والا فھو بمعزل عن القبول۔ دُوسری جگہ فتح البیان میں وکذالک اذا ثبت تفسیر ذٰلک الرسول صلی اللہ علیہ وسلم فھو اقدم من کل شئ بل حجۃ متبعۃ لا یسوغ مخالفتھا لشئ اٰخر ثم تفاسیر علماء الصحابۃ المختصین برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فانہ یبعد کل البعد ان یفسر احد ھو کتاب اللہ ولم یسمع فی ذٰلک شیئًا عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وعلی فرض عدم السماع فھو احد العرب الذین عرفوا من اللغۃ دقھا وجلھا۔ انتھٰی۔

یعنی قبولیت معنی بطونِ قرآن کی شرط یہ ہے کہ مخالف ظاہر کی نہ ہو اور سب سے مقدم اور واجب القبول تفسیر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام کی بڑی تعجب کی بات ہے کہ سارے قرآن میں تفسیر اِبنِ عباسؓ کی سراسر غلط ٹھہری۔ اور لفظ مُتَوَفِّیْکَ کے متعلق جو مُمِیْتُکَ ہے منظور ہُوتی وُہ بھی آدھی۔ اور فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ کے متعلق جو اِبنِ عباسؓ سے باسنادِ صحیح تفسیر دُرِّ منثور میں مذکور ہے۔ اور ایسا ہی بَلْ رَّفَعَہُ اللّٰہُ اِلَیْہِ اور وَاِنْ مِّنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ الخ اور وَاِنَّہٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَۃِ اور احادیثِ نزُول جو اِبنِ عباسؓ سے مروی ہیں۔

marfat.com

اَور تفسیر سُورۃ قدر اَور سُورۃ بیّنہ اَور سُورۃ زلزال بلکہ جن جن مقامات میں آپ متفرد ہیں یہ سب متروک۔ اِسی وجہ سے کہ آپ کے مطلب کے برخلاف ہیں۔ اکثر اِعتراضات جناب مرزا صاحب کے جو باستشہاد آیات عقیدہ اجماعیہ پر اُنہوں نے کِیے تھے جواب اُن کا لکھ چکا ہُوں بقیہ اِعتراضات بہ نسبت اُن کے بہت ہی لغو ہیں۔ ناظرین ادنیٰ توجہ سے دھوکا اُن کا سمجھ لیں گے۔ لہٰذا اِسی قدر پر اِکتفا مناسب سمجھ کر اختتام ایک دو بات ضروری پر کیا جاتا ہے۔

ایک تو بہ نسبت احادیثِ نزُول اَور خرُوجِ دجّال کے جو مرزا صاحب نے منجُملہ مکاشفاتِ اجمالیہ کے ٹھہرا کر واجب التاویل قرار دی ہیں۔ کہتا ہُوں کہ اس کی تحقیق دُوسری جگہ مُلاحظہ فرمالیویں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ احادیثِ نزُول اَور خرُوجِ دجّال مکاشفاتِ تفصیلیہ میں سے ہیں جیسا کہ پہلے ثابت ہو چکا ہے مکاشفاتِ تفصیلہ میں آں حضرت صلعم نے جس جس شخص کو بقیدِ نام جس طرح فرمایا ہے اُسی طرح ظہُور میں آیا۔ سرِ مُو بھی تفاوت نہیں ہوا۔ پیشین گوئیاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس امر کی وضاحت کے متعلق دُوسرے مقام پر فرماویں۔ اِس دھوکا میں بھی ایک رُکن ایمان کا بلکہ سارا ایمان زائل ہوتا ہے۔ اَور احادیثِ نزُول اَور خرُوج کو مکاشفہ اجمالی پر در رنگ دیکھنے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وبا کو بصُورتِ عورت جو گرد اگرد مدینہ طیبہ (زادہا اللہ شرفاً) کے پھر رہی تھی خیال نہ کرنا مکاشفہ اجمالی تعبیر طلب ہوتا ہے بخلاف تفصیلی کے۔ اَور تعبیر میں اگرچہ وقوعِ خطا ممکن ہے مگر بقاء علی الخطاء نبی کی عصمت کو باطل کرتا ہے۔ بناءً علیٰ ہذا بالفرض اگر احادیثِ نزُول اَور خرُوج مکاشفہ اجمالی کے قبیل سے بھی ہوں تو ساری عُمر آپ کا باقی رہنا خطاء فی التعبیر پر (العیاذ باللہ) آپ کی عصمت میں ہارج ہوگا۔

دُوسرا بیاں پر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئیاں اَور اُن کے ظہُور کو زیرِ نظر رکھنا بہت کار آمد ہے بہ نسبت اِس کے کہ ابنِ مریم سے مثیل اُن کا مُراد لینے پر قصہ ایلیا شاہد لایا جاوے۔ کیونکہ اوّل تو وُہ بباعثِ تناقض قولِ یحییٰؑ اَور عیسٰیؑ کے قابلِ اِعتبار نہیں۔ دُوسرا اھم کو آپ کی پیشین گوئیوں سے نظائر کا ملاحظہ آپؐ ہی کے کلام سمجھنے کے واسطے ازبس ضرُوری ہے۔ اُمِّ حرامؓ جو ایک صحابیات میں سے ہے روایت کرتی ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم قیلولہ سے بیدار ہوئے بحالتِ تبسّم میں مَیں نے عرض کی کہ باعثِ تبسّم کیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا۔ میں متعجب ہُوں اپنی اُمّت کے ایک گروہ سے جو بادشاہوں کی طرح تختوں پر سوار ہوں گے۔ میں نے عرض کی یارسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے لیے خُدا سے دُعا مانگیں کہ مجھ کو بھی اُن میں سے کرے۔ آپؐ نے فرمایا تُو اُنہی میں سے ہے۔ (بُخاری عن انسؓ بن مالک) اِس پیشین گوئی کا ظہُور امیر المؤمنین عُثمانؓ کے عہد میں بوقت فتح ہونے جزیرہ قبرص کے واقع ہوا۔ اُن ایام میں اُمِّ حرامؓ عبادہؓ بن صامت کے نکاح میں تھیں۔ اُمِّ حرامؓ کہتی ہیں کہ مَیں نے سُنا رسُولِ خُدا صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتے تھے میری اُمّت میں سے ایک لشکر غزوہ دریا کا کریں گے اَور اُن سے عمل جنّت کا واجب کرنے والا صادر ہوگا۔ اُمِّ حرامؓ کہتی ہیں کہ میں نے عرض کی مَیں بھی اُن میں سے ہُوں یارسُولؐ اللہ۔ آپؐ نے فرمایا تُو اُن میں سے ہے۔ بعدہٗ آپؐ نے فرمایا میری اُمّت میں سے ایک لشکر غزوہ قیصر کے شہر کا کریں گے اَور اُن کو مغفرت دی جائے گی۔ مَیں نے عرض کی میں اُن میں سے ہُوں یارسُولؐ اللہ۔ فرمایا آپؐ نے نہ (بخاری عن عمیر بن الاسود العنسی) حضرت عثمانؓ کے حق میں آپؐ نے فرمایا افتح لہ یعنی اُس کے لیے دروازہ کھول دے اَور اُس کو جنّت کی بشارت دے ایک مُصیبت پر جو اُس کو پہنچے گی (بخاری و مسلم) ذِکر کیا آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک فتنہ کو۔ پھر حضرت عُثمانؓ کے حق میں فرمایا کہ یہ اُس فتنہ میں بحالتِ مظلومی قتل کیا جائے گا۔ (ترمذی) آپؐ نے حضرت عثمانؓ کو فرمایا کہ تو سُورہ بقرہ کے پڑھتے ہوئے قتل کیا جائے گا۔ اَور تیرے خون کا قطرہ اِس آیت پر پڑے گا۔ فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللَّهُ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ (حاکم) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عثمانؓ کے ساتھ بحالتِ تنہائی ایامِ مرض شریف میں گفتگو فرمائی حضرت عثمانؓ کا چہرہ متغیر ہوا (ابنِ ماجہ) علی کرم اللہ وجہہٗ فرماتے ہیں کہ میرے ساتھ عہد کیا آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نہ وفات پائے گا تُو جب تک امیر نہ کیا جائے گا۔ اَور پھر رنگین کی جائے گی یہ یعنی رِیش اس کے خُون سے یعنی سَر کے۔ (احمد) آپؐ نے اُمّہات المؤمنین میں سے ایک کے شان میں فرمایا۔ کیف احداکن

marfat.com

اذا نبحت علیہا کلاب الحؤب یعنی کس طرح پر ہوگا حال ایک کا تمہارے میں سے جب آواز کریں گے اس پر کُتّے پانی بنی عامر کے جس کا نام حؤب ہے۔ (ابُو بکر و ابُو یعلیٰ و احمد وغیرہم) اور یہ لفظ ابُو یعلیٰ کا ہے حضرت عائشہؓ کو جب حؤب کے کتوں کی آواز آئی تو پُوچھا کہ یہ کیا ہے۔ لوگوں نے کہا یہ پانی ہے بنی عامر کا حضرت عائشہؓ نے فرمایا۔ لوٹا دو مجھ کو۔ لوٹا دو مجھ کو سُنا میں نے رسُولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے الخ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ قائم ہوگی قیامت جب تک نہ لڑیں گے دو گروہ بھاری جن کے مابین قتلِ عظیم واقع ہوگا اور دعوےٰ دونوں کا ایک ہی ہوگا۔ (بخاری و مُسلم۔ ابُوہریرہؓ) یہ اشارہ ہے واقعہ صفین کی طرف اور (دعویٰ اُن کا ایک ہی ہوگا) اشارہ اس کی طرف کہ اہلِ شام نے قرآن کو اُٹھا کر کہا تھا کہ تمہارے اور ہمارے درمیان میں یہ قرآن ہے اور حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے فرمایا تھا۔ یہ قرآن صامت یعنی خاموش اور میں بولنے والا ہوں ایسا ہی آپؐ نے واقعہ نہروان سے خبر دی اور وُہ حدیثِ متواترہ ہے اور علیؓ اِس واقعہ میں بروقت معائنہ پیشین گوئی آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعینہٖ بغیر تفاوت سرِمُوئے کے فرماتے تھے۔ صدق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم۔ صدق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم (احمد عن عبید اللہ بن عیاض بن عمرو القاری) یہ وُہ واقعہ ہے جس میں آپؐ نے وقت بیان پیشین گوئی کے علامت اس کی ایک سیاہ کا ہونا ناقص ہاتھ والا جس کے ہاتھ میں کالے بال ہوں گے) ذکر کی علیٰ ہٰذا القیاس آپؐ نے امام حسنؓ سے اور ایسا ہی مقتول ہونے امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے۔ اور واقعہ حرّہ سے اور خروج عبداللہ بن زبیر سے۔ اور خروج بنی مروان سے۔ اور خلافتِ عبّاسیہ سے خبر دی۔ حذیفہ کہتا ہے کہ قسم کھاتا ہوں ساتھ اللہ جل شانہٗ کے کہ نہیں چھوڑا رسُولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو مفاسد کے پیشواؤں سے دُنیا کے تمام ہونے تک۔ اور پہنچتا ہے عدد اُن کا جو ساتھ اس کے ہوں گے تین سو سے اُوپر کو مگر یہ کہ خبر دی ہم کو اس کے نام اور اس کے باپ کے نام اور اس کے قبیلہ کے نام سے۔ (ابو داؤد) اور خبر دی آپؐ نے ترکوں کی بادشاہی سے (طبرانی و ابُونعیم۔ ابنِ مسعُود) اور ہلاکو خان کے واقعہ سے خبر فرمائی (خصائص) اور فرمایا آپؐ نے سراقہ بن مالک کو جو ایک اعرابی تھا اُس کے دونوں بازوؤں کو مُلاحظہ فرما کر۔ گویا دیکھ رہا ہُوں میں جو تُو نے کنگن کسریٰ کے اور کمربند اُس کا اور تاج اُس کا پہنے ہیں۔ امیرالمومنین عمرؓ کی خلافت میں ایسا ہی وقوع میں آیا۔ (ازالۃ الخفا) آپؐ نے مدینہ معظمہ زادہا اللہ شرفاً و تعظیماً کے ٹیلوں میں سے ایک ٹیلے پر فرمایا۔ ھل ترون ما اری مواقع الفتن خلال بیوتکم کمواقع القطر۔ کیا تم دیکھتے ہو جو کچھ میں دیکھ رہا ہُوں۔ محلِ وقوع فتنوں کے تمہارے گھروں کے درمیان مثل محل گرنے قطرات کے (بخاری۔ اسامہ بن زید) اور فرمایا آپؐ نے ایک یہودی کو بنی ابی الحُقیق میں سے کیسا حال ہوگا تیرا جس وقت نکالا جائے گا تُو خیبر سے اور اُونٹنی تیری بھگا لے جائے گی تجھ کو راتوں پے درپے آنے والیوں میں امیرالمومنین عمرؓ نے اسی پیشین گوئی کے صدق پر اعتماد فرما کر اُس کو خیبر سے خارج کیا۔ اس نے عُذر کیا کہ ابُوالقاسم نے ہم کو خیبر میں قائم رکھا اور آپ ہم کو نکالتے ہو۔ عمرؓ نے اِسی آپؐ کے فرمان کو بیان فرمایا کہ میں نہیں بھُولا آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کو جو اُوپر مذکور ہو چکا ہے۔ اُس نے کہا یہ آپؐ نے ہنسی کے طور پر کہہ دیا تھا۔ عمرؓ نے غصّہ میں آ کر فرمایا کذبت یا عدو اللہ یعنی جھُوٹ کہا ہے تُو نے اے دُشمن اللہ کے۔ ناظرین اس سے سمجھ سکتے ہیں کہ عمرؓ اور ایسے ہی اور اصحاب کرام آپؐ کی پیشین گوئیوں کو ظاہری معنوں پر حمل فرماتے تھے اور بے وجہ تاویل اُس یہُودی کی طرح مُوجب غضب صحابہ کرام تھی۔ اسی طرح پر اور بہتیری پیشین گوئیاں آپؐ کی ہیں جو بلا تکلف اور بلا تاویل ظہُور میں آئیں۔ اور وُہ دُوسرے مقام پر ملاحظہ فرمانے سے معلوم ہو سکتی ہیں۔

ناظرین پر ظاہر ہے کہ ان پیشین گوئیوں میں اُمِّ حرامؓ اور عثمانؓ اور حسنینؓ وغیرہ وغیرہ جو بقید اسامی مذکُور ہیں کوئی تاویل طلب نہیں۔ گو کہ بعض فقرات ماسوائے اسماء کے جو در رنگِ استعارہ ہیں۔ اور ارادہ معنی حقیقی وہاں پر متعذر ہے تعبیر طلب ہیں۔ وقوع تاویل بعض فقرات میں مُوجب تاویل کا سب کلمات میں نہیں ہو سکتا۔ بلکہ بنا اس کی تعذر ارادہ حقیقت پر ہے۔ الغرض پیشین گوئیاں مذکُورہ اور سب پیشین گوئیں جن کو مرزا صاحب معنی تاویلی پر شاہد لاتے ہیں کوئی ان میں سے شہادت اس کی نہیں دیتی کہ اسامی مذکُورہ فی الاحادیث میں تاویل بہ مثیل واقع ہے

marfat.com

بلکہ مُراد آپ کی وُہی اشخاص ہیں جن کے نام ذِکر کیے گئے۔ اَور بروقت ظہُور پیشین گوئی کے بھی اُنہیں کا حال ظاہر ہوا۔ خلافتِ عُثمانیہ اگرچہ عالمِ مثال میں برنگِ قمیص نظر آئی۔ مگر عثمانؓ وُہی عثمان ہیں نہ کوئی اَور مثیل اُن کا۔ نہایت ہی افسوس ہے کہ مجدّدِ وقت ازالہ اَوہام میں (جس کو ازادہ اَوہام کہنا مُناسب ہے) لکھتے ہیں کہ جب چالیس ہزار فٹ کی بلندی پر ایسی ہوا ہے کہ اس میں اِنسان زندہ نہیں رہ سکتا تو حضرتِ عیسیٰؑ کیوں کر اُٹھائے گئے۔ اَور اُتارے جائیں گے۔ متعجب ہوں کہ وُہ قادر قوی جس نے نصُوص میں اپنی قدرتِ شاملہ سے خبر دی ہے اَور کتنے ہی امُور کا وقوع جن تک ہمارے عقلِ ناقص کی رسائی ناممکن ہے بیان فرمائی آیا وُہ بھی دفع ایذاء ہوائی پر قدرت نہیں رکھتا۔ اصحابِ کہف کو کس طرح پر تین ۳۰۹ سَو نو سال تک سُلایا اَور قیامت تک اسی طرح رہیں گے۔ بائیبل کو ملاحظہ فرمائیے۔ نوُح علیہ السّلام کی کشتی ستر ہزار فٹ کی بلندی سے بھی زیادہ اُونچائی پر تھی۔ جس میں انواع حیوانات موجُود تھے۔ وُہ سب کے سب کس طرح زندہ رہے۔ ازالہ اَوہام کے صفحہ ۷۲۱ سے ۷۲۵ تک یہ بیان فرمایا ہے کہ اعدادِ آیت وَاِنَّا عَلٰى ذَهَابٍۭ بِهٖ لَقٰدِرُوْنَ کے ۱۲۷۴ ہوتے ہیں۔ اَور یہی زمانہ فِی الحقیقت ضعفِ اِسلام اَور خرُوجِ دجّال کا بھی ہے۔ خُدائے تعالیٰ فرماتا ہے جب وُہ زمانہ آئے گا تو قرآن زمین پر سے اُٹھایا جائے گا۔ چنانچہ اُس زمانہ سے قرآن اُٹھایا گیا اَب میں اُن حدیثوں کے مُطابق جن میں لکھا ہے کہ ایک مرد فارسی الاصل دوبارہ قرآن کو زمین پر لانے والا ہوگا۔ میں قرآن کو لے آیا ہُوں۔ آپ بجا فرماتے ہیں۔ مگر پہلے یہ تو فرمائیے کہ آیات کو آپ مُبیّن مُراد با عدادِ جفری ٹھہراتے ہیں یا بوضعِ لغتِ عربیہ۔ ظاہر ہے اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ دال ہے اِس پر کہ دلالتِ وضعیہ معتبر ہے بیان معتبر شارع میں نہ اعدادِ جفری۔ ہر ایک شخص ادنیٰ تامّل سے سمجھ سکتا ہے کہ مثلاً آیۃ ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ دلالت ظہُورِ فساد پر جنگل اَور دریا میں بحسب اعداد اس آیۃ کے نہیں کرتی۔ کیونکہ اعداد اس کے مُطابق حساب جمل ۱۸۴۶ ہیں تو چاہیئے کہ قبل از ۱۸۴۶ کے ظہورِ فساد نہ ہوا ہو۔ ایسا ہی اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ من حیث الاعداد فرضیّتِ نماز پر دلالت نہیں کرتی بایں معنے کہ فرضیّت نماز کی ۷۰۹ سال میں جو عدد ہیں اس آیۃ کے وقوع میں آئے اَور قبل اِس کے نماز فرض نہ ہو۔ علاوہ اس کے اعداد کی تمیز میں بھی کوئی برسوں کا ہونا ضرُوری نہیں یعنی اس پر کوئی دلیل نہیں کہ ۱۸۴۶ سال ہی ہوں نہ کوئی اَور چیز۔ ایسا ہی تقرر تاریخ ہجری کا منصُوص نہیں۔ اَور جس آیت کو مرزا صاحب نے ذکر فرمایا ہے یعنی وَاِنَّا عَلٰى ذَهَابٍۭ بِهٖ لَقٰدِرُوْنَ معنے اِس کا ماقبل اَور مابعد کے ملاحظہ سے بخوبی ناظرین پر ظاہر ہو جائے گا۔ وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءًۢ بِقَدَرٍ فَاَسْكَنّٰهُ فِي الْاَرْضِ وَاِنَّا عَلٰى ذَهَابٍۭ بِهٖ لَقٰدِرُوْنَ فَاَنْشَاْنَا لَكُمْ بِهٖ جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ لَكُمْ فِيْهَا فَوَاكِهُ كَثِيْرَةٌ وَّمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ○

ترجمہ۔ ہم نے آسمان سے پانی موافق اندازہ کے اُتارا اَور ہم اس کے دُور کر دینے پر قادر ہیں۔ پھر ہم نے پانی سے تمہارے لیے کھجُوروں اَور انگوُروں کے باغ بنائے۔ اُن باغوں میں بہت میوے ہیں جن کو تم کھاتے ہو۔

قرآن مجید کا تو آیت میں ذِکر ہی نہیں پانی مذکوُر ہے۔ جس کی طرف دونوں ضمیریں راجع ہیں بطوُنی طور پر اگر مُراد ماء سے قرآنِ کریم بھی لیا جاوے تو پھر بھی اُٹھایا جانا اُس کا آسمان کی طرف ۱۲۷۴ سنہ ہجری میں جب ثابت ہوگا کہ تمیز اعداد کی بالخصُوص سال ہی لیویں گے اَور لَقٰدِرُوْنَ سے جس کا معنے فقط قدُرت رکھنے کا ہے معنے یہ لیویں کہ سنہ مذکُورہ میں بالفعل متحقق کرنے والے ہیں۔ یہ دونوں امر بلا دلیل تسلیم نہیں کیے جاتے۔ بالفرض اگر اُٹھایا جانا قرآنِ کریم کا آیۃ مذکُورہ سے مانا جائے تو پھر دوبارہ لانا اُس کا زمین پر کسی آیت سے ثابت نہیں ہو سکتا۔ مرزا صاحب کو اِلزامی طور پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ قرآن کا اُٹھایا جانا آسمان کی طرف مسیحؑ کی طرح قرآن سے ثابت ہو گیا۔ بعد اُس کے اُترنا اُس کا دُنیا میں فقط حدیث سے بسبب نہ قطعی ہونے اُس کے ثابت نہیں ہو سکتا۔ جب احادیثِ متواترہ نے بقول آپ کے کام نہ دیا تو ایک حدیث کس طرح آسمان پر چڑھے ہُوئے قرآن کو اُتار سکتی ہے۔ پھر ہم کہتے ہیں کہ حدیث بھی کسی طرح آپ کے مدعا پر شاہد نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ حدیث لو کان الایمان معلقاً عند الثریا لنالہ رجل من فارس آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سر پر ہاتھ رکھ کر فرمائی

marfat.com

تھی۔ تو مطلب یہ ہوا کہ اگر ایمان ثریا پر بھی ہوتا تو میرے اصحاب میں سے ایک شخص ایسا موجود ہے کہ اس کی طلب وہاں تک کرتا۔ تو وہ شخص سلمانؓ فارسی ہیں۔ جن کی سوانح عمری دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بے شک وہ ایسے ہی شخص تھے جنہوں نے ابتداء جوانی سے پیری تک دینِ حق کی تلاش میں عمرِ عزیز کو صرف کیا آخر الامر بعد مشرف باسلام ہونے اُن کے آپؐ نے فرمایا اِسلام اور دینِ حق کو اللہ تعالیٰ نے دُنیا میں بھیج دیا۔ اگر آسمان پر بھی ہوتا تو یہ مرد فارسی الاصل کی تلاش ایسی ہے کہ ضرور کامیاب ہوتا۔ مرزا صاحب اپنی زندگی میں ہی قرآن کریم کا اُٹھایا جانا آسمان کی طرف فرماتے ہیں۔ حالانکہ حجج الکرامہ کے صفحہ ۴۴۲ پر یہ حدیث منقول ہے کہ حضرت عیسیٰؑ بن مریم نازل ہوں گے۔ دجال کو قتل کریں گے۔ اور چالیس۴۰ سال تک قیام کریں گے۔ کتاب اللہ اور میری سُنّت پر عمل کریں گے۔ پھر موت پائیں گے۔ مسلمان حضرت عیسےٰؑ کی جگہ ایک شخص کو قبیلہ بنی تمیم سے جس کا نام مقعد ہو گا خلیفہ بنائیں گے۔ جب وہ بھی مرجائے گا تو اس کی وفات کے بعد بیس سال نہ پورے ہوئے ہوں گے کہ لوگوں کے سینوں میں سے قرآن اُٹھایا جائے گا۔ رواہ ابُو الشیخ عن ابی ہریرۃ مرفوعا۔ اِس حدیث سے بھی صاف معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب مسیح موعود نہیں۔

---

marfat.com

احادیثِ خرُوجِ دجّال

عن المغیرۃ بن شعبۃ قال ماسال احد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن الدجال مما سألتہ وانہ قال لی ما یضرك . قلت انھم یقولون ان معہ جبل خبز ونھر ماء قال ھو اھون علی اللہ من ذٰلك (بُخاری مُسلم)

ترجمہ۔ مغیرہ بن شعبہ کہتے ہیں کہ کسی نے دجّال کے بارہ میں مجھ سے بڑھ کر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال نہیں کیا۔ اور آپؐ نے مجھ کو فرمایا۔ تجھے ضرر نہ دے گا۔ میں نے عرض کیا کہ لوگ کہتے ہیں اُس کے ساتھ روٹیوں کا پہاڑ اور پانی کی نہر ہوگی۔ فرمایا آپؐ نے وُہ خدا کے ہاں حقیر تر ہے اس سے یعنی وُہ خُدا کے ہاں اِتنی رفعت اور منزلت نہیں رکھتا جو اُس کے پاس فی الواقع روٹیوں کا پہاڑ اور پانی کی نہر موجُود ہو۔ بلکہ یہ چیزیں محض خیال ناظرین میں دِکھلائی دیں گی۔ اِس میں اِمتحان اور ابتلا ہوگا۔ مومن اپنے ایمان پر ثابت رہے گا اور کافر لغزش کھائے گا۔ اِس کا یہ معنےٰ نہیں کہ اس کے پاس یہ چیزیں نہ ہوں گی۔ (مُلّا علی قاری) اِس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ ذِکر دجّال کا چرچا صحابہ میں بہت تھا جیساکہ انھم یقولون سے معلوم ہوتا ہے۔

دُوسرا۔ دجّال کا ایک شخص معیّن ہونا۔ نہ یہ کہ کسی جماعت کا نام ہو۔ ورنہ آپؐ باوجُود کثرتِ سوال مغیرہؓ کے جس سے مقصُود اس کا غایت توضیح ہے اِس امر کی تشریح سے اعراض نہ فرماتے۔ عن عبد اللہ بن عمر ان عمر بن الخطاب انطلق مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الخ عبداللہ بن عُمر کہتے ہیں کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جماعتِ صحابہ کے ساتھ جس میں عمر بن الخطاب بھی تھے ابنِ صیّاد کی طرف تشریف لے گئے۔ وُہ اُس وقت بنی مغالۃ کے محلّوں کے پاس لڑکوں میں کھیل رہا تھا اور اُن ایام میں بلُوغت کے قریب تھا۔ اُس کھیل کی حالت میں آپؐ کے تشریف لے جانے سے غافل تھا۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ مُبارک اُس کی پیٹھ پر مارا۔ اور فرمایا۔ کیا تُو اِس بات کی شہادت دیتا ہے کہ میں خُدا کا رسُول ہُوں۔ اُس نے دیکھ کر کہا۔ مَیں اِس امر کی شہادت دیتا ہُوں کہ آپؐ امیّین کے رسُول ہیں (یعنی عرب کے) پھر ابنِ صیّاد نے کہا۔ کیا تم شہادت میری رسالت پر دیتے ہو۔ پھر آپؐ نے اُس سے قطع کلام کیا۔ اور فرمایا اٰمنتُ باللہِ وبرسُولِہٖ۔ پھر ابنِ صیّاد سے پُوچھا کیا معلوم ہوتا ہے تجھ کو۔ اُس نے کہا کہ مُجھ کو خبر دینے والا کبھی سچ بولتا ہے کبھی جھُوٹ۔ آپؐ نے فرمایا تجھ پر سچ اور جھُوٹ مِل گیا ہے۔ فرمایا آپؐ نے میں نے تم سے کوئی چیز پوشیدہ کر رکھی ہے۔ آپؐ نے یہ آیت چھپا رکھی تھی۔ یَوۡمَ تَاۡتِی السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِیۡنٍ ۔ اُس نے کہا دُخ ہے۔ آپؐ نے فرمایا اِخسأ۔ دُور ہو تُو (یہ کلمہ عرب زجر اور کسی کو ڈانٹنے کے وقت بولتے ہیں) ہرگز نہ بڑھے گا تو اپنے قدر سے عُمرؓ نے عرض کی کہ یا رسُولؐ اللہ آپؐ مجھ کو اذن اِس کی گردن مارنے کا فرماتے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا یہ لڑکا اگر وُہ ہے تو تُو اس پر مسلط نہیں ہو سکتا۔ اور اگر وُہ نہیں تو اس کے قتل میں تجھ کو کچھ فائدہ نہیں۔

راوی حدیث کا ابنِ عُمر کہتا ہے بعد اس کے تشریف لے گئے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم و ابی بن کعب الصاری باغ خرما میں جس میں ابنِ صیّاد تھا۔ آپؐ خرما کے درخت کے پیچھے چھپتے تھے اور چاہتے تھے کہ اِبنِ صیّاد سے کچھ سُنیں قبل اس کے کہ وُہ آپؐ کو دیکھے۔ اور وُہ اپنے بستر پر کپڑے میں لیٹا ہوا تھا اور خفی سی آواز کر رہا تھا۔ ابنِ صیّاد کی والدہ نے آپؐ کو خرُما کے درخت کے پیچھے چھُپے ہُوئے دیکھ لیا اور ابنِ صیّاد کو کہا کہ اَے صاف (یہ اُس کا نام تھا) یہ مُحمّدؐ ہیں۔ پھر رُک گیا۔ یعنی اپنی گنگناہٹ سے۔ آپؐ نے فرمایا۔ کاش کہ اگر چھوڑ دیتی تو اُس کو

marfat.com

تا کہ کچھ بیان کرتا۔ عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں میں کھڑے ہو کر باری تعالیٰ کی ثناء کہی پھر ذکر کیا دجال کو اور فرمایا سب انبیاء نے اپنی اپنی قوم کو دجال سے ڈرایا ہے۔ نوح علیہ السلام نے بھی اپنی قوم کو خوف دلایا۔ ولکن میں تم کو اس کے بارہ میں ایسی بات کہوں گا جو کسی نبی نے نہیں کی۔ جان لو کہ وُہ دجال کانا ہوگا۔ اور اللہ تعالیٰ اس سے منزہ ہے۔ (بخاری مسلم)

جاننا چاہیئے کہ پہلے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض علامات دجال کے جن کا آپؐ کو علم تھا اصحاب کرام کے سامنے بیان فرمائیں جو منطبق ہوتی تھیں ابن صیاد پر یعنی آپؐ نے فرمایا تھا کہ دجال کے ماں باپ کے گھر تیس برس تک اولاد نہ ہوگی۔ بعد ازاں ایک لڑکا کانا بڑی بڑی داڑھوں کچلیوں والا پیدا ہوگا کم منفعت۔ اُس کی آنکھیں سویا کریں گی اور دل جاگتا ہوگا۔ اس کا باپ قد کا لمبا خشک ہوگا چونچ جیسی اس کی ناک ہوگی۔ اس کی والدہ موٹی چوڑی لمبی ہوگی (رواہ فی شرح السنۃ) ابو بکرہ صحابی کہتے ہیں ہم نے سُنا کہ مدینہ کے یہود میں ایسا ہی لڑکا پیدا ہوا ہے۔ مَیں اور زبیر بن العوام مل کر گئے۔ سب علامات اس میں اور اُس کی والدہ میں ویسی ہی پائیں جیسی کہ آپؐ نے فرمائی تھیں۔ یہ حُلیہ دجال جس سے آپؐ نے پہلے خبر دی تھی جب صحابہ نے ابن صیاد پر معہ والدین اُس کے منطبق پایا تو یقین کر لیا کہ ابن صیاد ہی دجال ہے اس لیے عمرؓ نے اُس کے قتل کرنے کی اجازت مانگی مگر آپؐ نے اجازت نہ دی۔ اور فرمایا ان یکن ھو فلست صاحبہ وانما صاحبہ عیسےٰ بن مریم والا یکن ھو فلیس لك ان تقتل رجلا من اھل العھد۔ یعنی اگر یہ دجال ہے تب تو تُو اس کا قاتل نہیں بغیر عیسےٰ ابن مریم کے قاتل اس کا اور کوئی نہیں اور اگر یہ ابن صیاد دجال نہیں تو اہل ذمہ میں سے ایک شخص کا قتل کر دینا تم کو سزاوار نہیں۔

اس حدیث سے ایک تو دجال کا شخص معین ہونا بخوبی ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تشریف لے جانا ابن صیاد کی طرف یہ دلیل ہے دجال کے شخص معین ہونے کی۔ اگر دجال عبارت قوم دغاباز وغیرہ سے ہوتا جیسا کہ مرزا صاحب فرماتے ہیں تو آپؐ ابن صیاد کی طرف بخیال اس کے کہ شاید دجال ہو کیوں جاتے۔ دُوسرا یہ بھی ظاہر ہوا کہ دجال کا قاتل بغیر عیسےٰ بن مریم کے اور کوئی نہیں۔ مرزا صاحب ابن صیاد کو دجال معہود ٹھہرا کر مدینہ منورہ (زادہا اللہ شرفاً) میں مار کر مدفون سمجھ رہے ہیں۔ جیسا کہ ازالہ میں اسی امر کو حضرت عمرؓ کے حلفی بیان سے اور ابن عمرؓ کے اس قول سے کہ ما اشك ان المسیح الدجال ابن صیاد ثابت کیا ہے۔

نتیجہ یہ نکلا کہ مرزا صاحب مسیح موعود نہیں۔ کیونکہ مسیح کو دجال شخصی کا قاتل ہونا چاہیئے اور دجال باعتقاد مرزا صاحب تیرہ سو ۱۳۰۰ سال پہلے آپ یعنی مرزا صاحب سے فوت ہو چکا ہے۔ تیسرا اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مُراد قتل دجال سے یہی معنے ظاہری قتل کا ہے یعنی ظاہری سبب سے مار دینا نہ دلائل کے ذریعہ سے مغلوب کر لینا۔ شاہد اس کا اذن طلبی ہے عمرؓ کی ابن صیاد کے قتل کے بارہ میں اور آپؐ کا بیان کہ قاتل اس کا عیسےٰ بن مریم ہوگا تُو اس کو قتل نہیں کر سکتا۔ اگر قتل سے مُراد مزعوم مرزا صاحب ہوتا تو آپؐ یُوں فرماتے کہ اَے عمرؓ دجال کو تو دلائل اور بینات سے ساکت کرنا چاہیئے نہ یہ کہ اُس کو جان سے مارا جائے۔

ناظرین سمجھ چکے ہوں گے کہ بیان حلفی عمرؓ کا ابن صیاد کے دجال ہونے میں اور ایسا ہی عبداللہ بن عمرؓ کا مقولہ کہ ما اشك الخ یعنی میں شک نہیں کرتا ہوں ابن صیاد کے دجال ہونے میں۔ یہ دونوں اُسی بنا پر تھے جو اُوپر بیان کی گئی یعنی منطبق ہونا علامات مبینہ کا ابن صیاد پر۔ بعد ازاں جب ان کو اور علامات بھی بہ تعلیم ربانی بتلائے گئے مثلاً اس کا زمین مشرق وارض خراسان سے نکلنا۔ مکہ و مدینہ زادہما اللہ شرفاً میں داخل نہ ہو سکنا۔ ك۔ ف۔ ر۔ پیشانی پر لکھا ہوا ہونا اور مقتول ہونا اُس کا مسیح ابن مریم کے ہاتھ سے۔ تو عمرؓ اس پہلے عقیدہ سے باز آ گئے۔ مرزا صاحب ازالہ میں بیان حلفی عمرؓ سے جس کی بنا ان کے زعم پر تھی استدلال ابن صیاد ہی کے دجال ہونے پر پکڑتے ہیں تعجب ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک فرمان کا یعنی وانما صاحبہ عیسےٰ بن مریم کا کچھ خیال نہیں فرماتے۔ ابن صیاد ہی کے دجال ہونے پر زور لگانا مرزا صاحب کا اسی لیے ہے کہ کوئی یہ سوال نہ کرے کہ قبل از ظہور مسیح بن مریم دجال کا وجود چاہیئے بتائیں وُہ کہاں ہے۔ مگر خیال یہ نہ فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیا

marfat.com

فرماتے ہیں اور مزعومی قولِ عمرؓ کو جس سے عمرؓ بھی بعد استماع قول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے باز آگئے تھے محکم پکڑ لینا اور بحکم و انما صاحبہ عیسٰے بن مریم کے مرے ہوئے دجال کو زندہ ماننا اور پھر اس کے لیے ان امور کا جائز رکھنا جو عیسیٰؑ بن مریمؑ کے لیے ناجائز قرار دیئے گئے تھے یعنی اتنی مدت تک زندہ رہنا باوجود عدم تغیراتِ جسمانیہ کے یا اپنے مسیح موعود سے ہاتھ دھونا یہ اتنے بڑے مفاسد کس کو اٹھانے پڑے۔ عمرؓ کا ابن صیاد ہی کے دجال ہونے سے بعد بیان آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے باز آنا اس حدیث سے بھی ثابت ہے جو ابن عباس سے مروی ہے۔ قال خطب عمر بن الخطاب وکان من خطبته وانه سیکون من بعدکم قوم یکذبون بالرجوو بالدجال وبالشفاعة وبعذاب القبر الخ حضرت عمرؓ کا خطبہ میں یہ فرمانا کہ تمہارے پیچھے پیدا ہوگا ایک گروہ جو رجم اور دجال اور شفاعت اور عذاب قبر کا منکر ہوگا۔ عہدِ خلافت اپنی میں اور احادیثِ دجال کی صحت میں تاکید فرمانی دلیل ہے ابنِ صیاد کے دجال نہ ہونے پر (اخرجہ احمد) یہ بھی ایک پیشین گوئی ہے عمرؓ سے دربارہ پیدا ہونے معتزلہ اور نیچریہ اور مرزائیہ کے۔ عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں حضرت عمرؓ جس شے کی نسبت کہتے کہ میں اُسے ایسا خیال کرتا ہوں وُہ ویسی ہی نکلتی قیس بن خارق کہتا ہے کہ ہم آپس میں باتیں کیا کرتے کہ عمرؓ کی زبان پر فرشتہ بول رہا ہے۔ ابن صیاد نے خود بھی ابُوسعید خدریؓ کو کہ مکّہ معظمہ زادہا اللہ شرفاً کے راستہ میں انہیں دلائل اور علامات سے مغلوب کیا تھا یعنی ابوسعید خدریؓ کو کہا۔ مَیں بڑا متعجب ہُوں لوگوں سے جو مجھے دجال سمجھ رہے ہیں۔ کیا تم نے نہیں سُنا رسُولِ خُدا صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ دجال لاولد ہوگا اور میری اولاد ہے۔ اور دجال کافر ہوگا اور مَیں مُسلم ہُوں۔ اور دجال مکّہ مدینہ میں داخل نہ ہوسکے گا۔ اور میں اب مدینہ سے آرہا ہُوں اور مکّہ کو جاتا ہُوں۔ بعد اس کے ابُوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ مجھ سے کہنے لگا قسمیہ کہتا ہوں کچھ شک نہیں اس مَیں کہ مَیں جانتا ہُوں مَولد یعنی محلِ پیدائش اُس کی کو اور مکان اُس کے کو۔ اور کہاں ہے وُہ۔ یعنی فلانی جگہ۔ اور اُس کے ماں باپ کو بھی جانتا ہُوں۔ ابُوسعید خدری فرماتے ہیں کہ اُس نے مجھ کو اشتباہ میں ڈال دیا۔ الخ (مسلم)

اور ایسا ہی جابر بن عبداللہؓ کو جب محمد بن منکدر نے کہا کہ تم حلفاً ابنِ صیاد کو دجال کیوں کہتے ہو۔ تو جابر بن عبداللہ نے بجواب اُس کے کہا۔ میں نے سُنا ہے عمرؓ کو حلف اُٹھاتا آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس۔ اور آپؐ نے حلف سے اُسے روکا نہیں۔ (بخاری مسلم) اِس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت جابرؓ کا حلفی طور پر ابنِ صیاد کو دجال کہنے کی بنا حضرت عمرؓ کے حلف پر تھی اور اُن کی حلف اپنے زعم پر۔ کیونکہ قبل از سُننے علامات کے ان کو بباعثِ انطباق اکثر علامات کے ابنِ صیاد پر پختہ یقین تھا۔ اور آپؐ کا عمرؓ کو نہ روکنا حلف سے اِس لیے ہوا کہ اُنہوں نے اپنے غالب ظن کے مطابق حلف اُٹھائی تھی۔

اور یہ بھی جاننا چاہیئے کہ باقی علامات میں سے اکثر کا وجود ابن صیاد میں بروقت دعویٰ الُوہیت کے محتمل تھا۔ یعنی آپؐ اور صحابہؓ کو یہ اِحتمال بھی ہوا کہ شاید ک۔ ف۔ ر کا پیشانی پر ظاہر ہونا یا اُس کے پاس روٹیوں کا پہاڑ اور پانی کی نہر وغیرہ وغیرہ کا ہونا اُس وقت ہوں گے جب اُس نے دعویٰ خُدائی کا کیا۔ یہ اِحتمال اُس کے مرنے تک چُونکہ باقی تھا لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام بھی اُس کے بارہ میں متردد رہے۔ الحاصل ابنِ صیاد میں اور اُس کے ماں باپ میں چُونکہ وجُود اکثر علامات کا مشاہدہ کیا گیا۔ اور جو موجُود نہیں تھے اُن کا وجُود بھی اُس کی حینِ حیات تک محتمل رہا۔ لہٰذا اُس کے بارہ میں متردد رہے۔ قطع اِحتمال جب ہوا کہ وُہ مرگیا۔ ناظرین یہی ہے وجہ تردّد کی ابنِ صیاد کے بارہ میں۔ ازالۂ اوہام کو اِس مقام پر دیکھنے سے ہرگز دھوکا نہ کھانا اور احادیثِ صحیحہ کو اپنی نافہمی کے باعث سے غلط نہ کہنا۔ مرزا صاحب کو تو اپنا مطلب زیرِ نظر ہے۔ تم کو آیات اور احادیث کے اُلٹ پلٹ کرنے سے بجُز از نقصان کون سے فائدے کی اُمید ہے۔ اور یہ بھی آپ معلوم کر چکے ہوں گے کہ دجال کے پاس روٹیوں کا پہاڑ اور پانی کی نہر کا ہونا اور مُردہ کو زندہ کرنا وغیرہ وغیرہ علامات یہ سب از قبیلِ تخیل اور امتحانِ خُداوندی ہوں گے نہ یہ کہ فی الواقع اور بغیر اِبتلاء۔ دجال موصُوف بصفاتِ مذکُورہ ہوناکہ شریک حق جلّ شانہٗ کا سمجھا جاتے۔ یہ امُور محض اِمتحاناً بدبختوں کے خیال میں ایسے نظر آئیں گے۔ مرزا صاحب نے اُن کو واقعی سمجھ کر احادیثِ دجال کے معتقدین کو مُشرک ٹھہرایا۔ اور اُردُو خوانوں

marfat.com

کم علموں کو ایسا دھوکا دیا کہ آیات اور احادیثِ صحیحہ کے منکر ہو گئے کسی میں تحریف اور کسی کی تغلیط۔ وہ خواب جس کی تعبیر مرزا صاحب نے مولوی عبداللہ غزنوی مرحوم سے نیند کی حالت میں استفسار فرمائی تھی (یعنی میں دیکھتا ہوں کہ میرے ہاتھ میں تلوار ہے جب دائیں طرف چلاتا ہوں ہزاروں مخالف اس سے قتل ہو جاتے ہیں اور جب بائیں طرف چلاتا ہوں ہزاروں دشمن اس سے مارے جاتے ہیں) شاید اس کی تعبیر یہ نہ ہو کہ تلوار آپ کے ہاتھ میں مراد اس سے قوتِ ذاکہ جو تیز ہے جیسی تلوار کی دھار تیز ہوتی ہے۔ دائیں جانب آیاتِ قرآنیہ اور بائیں جانب احادیثِ صحیحہ۔ قوتِ ذاکہ کی تیغ جب آیات کی طرف چلتی ہے ہزاروں مضمون جو مراد شارع تھی قتل کیے جاتے ہیں اور جب بائیں طرف چلتی ہے تو ہزاروں مضامین احادیثِ نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام مارے جاتے ہیں تعجب ہے کہ مرزا صاحب بمقابلہ آیات اور احادیثِ صحیحہ کے جن سے آپ کا مسیح موعود نہ ہونا واضح ہو چکا ہے لا مھدی الا عیسٰی کو لاتے ہیں جس کی نقادانِ حدیث نے تضعیف کی ہے مثل محقق ابن جزری وغیرہم۔

ایام الصلح کے صفحہ ۱۱۸ پر کتاب اقتباس الانوار کا حوالہ دے کر ذکر بروز فرماتے ہیں جو عبارت ہے تصرف کرنے سے روح کسی کامل کی صاحب ریاضت اور مجاہدہ پر۔ اور نزولِ مسیح عبارت اسی بروز سے ہے مطابق حدیث لا مھدی الا عیسٰی بن مریم کے یعنی روحِ عیسوی مہدی آخر الزمان میں جو ئیں موں متصرف ہو گی۔ انتہٰی بعرضہ۔

میں کہتا ہوں آپ مصنف کتاب مذکور کو جو شیخ محمد اکرم صابری ہیں اسی صفحہ میں اس طور پر موصوف کرتے ہیں کہ از اکابر صوفیہ متاخرین بودہ می فرمایند" اگر فی الواقع آپ کے اعتقاد میں حضرت موصوف ایسے ہی ہیں تو اقتباس الانوار کے اسی صفحہ یعنی ۵۲ پر تیسری سطر میں ملاحظہ فرمائیے کہ حضرت شیخ محمد اکرم صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بعد نقل اس قول کے بایں لفظ فرماتے ہیں: "دایں مقدمہ بغایت ضعیف است" اور صفحہ ۴۴ اسی کتاب کے اوپر سطر دسویں میں فرماتے ہیں: "دایں رد است مرقول کسے راکہ می گوید مہدی ہمیں عیسٰی علیہ السلام است و تمسک مے کند بایں حدیث کہ لا مھدی الا عیسٰی بن مریم و جواب ایں حدیث حمل است برحذف لا مھدی بعد المھدی المشھود الذی ھو من اولادِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم و علی علیہ السلام الا عیسٰی علیہ السلام" انتھٰی۔ اور نیز قصیدہ نعمت اللہ ولی جس کا نام آپ نے نشانِ آسمانی رکھا ہے۔ مہدیٔ وقت اور عیسٰی کے ایک ہی شخص ہونے کی دلیل بنایا ہے۔ مزید برآں موجب تعجب یہ ہے کہ مہدیٔ وقت و عیسیٰ دوراں ہر دو را شہسوارے بینم۔" واؤ جو مہدیٔ وقت اور عیسٰی کے درمیان ہے اس کو واو تفسیر ٹھہرایا۔ اور یہ خیال نہیں فرمایا کہ دوسرے مصرعہ میں لفظ ہر دو را جو واقع ہوا ہے وہ کیا کہہ رہا ہے۔ لا مھدی الا عیسٰی کو اگر صحیح بھی مانا جائے تو بھی مرزا صاحب کو مفید نہیں کیونکہ جب ارادہ مثیل کا ابنِ مریم سے بشہادتِ آیاتِ قرآنیہ ممتنع ہوا تو پھر وہی عیسٰی بن مریم جو نبی وقت تھا مہدی بنا مرزا صاحب کو کیا فائدہ؟

احادیثِ نزول اور ظہورِ دجال اور مہدی متواترۃ المعنٰے ہیں مسلمانوں کو ایمان رکھنا ان کے ساتھ ضروری ہے۔ ہرگز ہرگز کسی کے دھوکا میں نہ آنا چاہیے۔ فَاللّٰهُ خَيْرٌ حَافِظًا وَّهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ اور دلیل ان کے مسیح موعود نہ ہونے پر الہامی کلام حضرت عیسٰی علی نبینا و علیہ السلام کی ہے (۲۲) "تب اگر کوئی تمہیں کہے کہ دیکھو مسیح یہاں ہے یا وہاں تو یقین مت لاؤ۔" (۲۴) کیونکہ جھوٹے مسیح اور جھوٹے نبی اٹھیں گے اور بڑے نشان اور کرامتیں دکھائیں گے یہاں تک کہ اگر ممکن ہوتا تو برگزیدوں کو بھی گمراہ کرتے۔" (۲۵) دیکھو میں پہلے سے ہی کہہ چکا ہوں۔" (۲۶) "پس اگر وے تمہیں کہیں۔ دیکھو وہ جنگل میں ہے تو باہر مت جاؤ۔ دیکھو وہ کوٹھڑی میں ہے تو باور مت کرو۔" (۲۷) کیونکہ جیسے بجلی پورب سے کوندتی ہے اور پچھم تک چمکتی ہے ویسا ہی انسان کے بیٹے کا آنا بھی ہوگا۔" اس میں مرزا صاحب کا جواب کہ جھوٹے مسیح پادری لوگ ہیں نہایت ہی سست اور نکما ہے۔ کیونکہ جھوٹا مسیح وہ ہے جو مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کرے اور علاماتِ لازمہ موجود نہ ہوں خواہ پادری ہو یا مسلمان۔

ناظرین کو بخوبی واضح ہو چکا ہو گا کہ سب احادیثِ صحیحہ متواترہ اسی مسیح بن مریم کے آنے سے خبر دے رہی ہیں جو نبیٔ وقت تھا اور

marfat.com

اُس کے زمانۂ نزول کے علامات متذکرہ بالا ابھی موجود نہیں۔ مرزا صاحب ازالہ میں لکھتے ہیں کہ مسلمان کم از کم میرے قول کو حسنِ ظن کے طریق پر ہی مان لیتے۔ جناب ہم کو مان لینے میں کوئی عذر نہ تھا۔ اگر کتاب اللہ اور کتاب الرسول اور اجماعِ اُمت برخلاف آپ کے شہادت نہ دیتے۔ آپ منانے کا انتظار نہ کیجیے۔ تقصیر تحریف آیات و احادیث بارگاہِ الٰہی سے معاف کرانے کا فکر فرمائیں ابھی وقت ہے۔ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِیْنَا اَوْ اَخْطَاْنَا۔ میں سچ کہتا ہوں آپ نے معتقدوں کے لیے ایسا راستہ بتایا ہے اور اصول قائم کیے ہیں کہ ضرور ہی وجود حشر وغیرہ مواعید ربانیہ کے منکر ہو جائیں گے۔ ازالہ میں آپ یہ قول اپنے معتقدین کے بارہ میں لکھ کر اقرب ترباامن اور نزدیک تر بسعادت کون لوگ ہیں۔ کیا وہ لوگ جنہوں نے اِس عاجز کا مسیح موعود ہونا مان لیا ہے یا وہ لوگ جو منکر ہو گئے؟ اُن کو خوش تو فرمایا ہے مگر آپ نے اُن کے لیے یہ خیر و برکت تجویز کر دی ہے کہ قبل از وقوع شئے اُس کے ساتھ ایمان نہ رکھنا گو کہ مخبرِ صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے جن کے ہزاروں نظائر پیشین گوئیوں کے بعینہٖ اُسی طرح ظہور میں آئے بشہادتِ حلفی بیان فرمائیں۔ بنائً علیہ عذابِ قبر و سوالِ منکر نکیر و حشر وغیرہ امورِ واجبۃ الایمان میں اُن کو مذبذب کر دینے کے انوار و برکات سے افادہ بخشا ہے۔ رسولوں علیہم السلام کے بارہ میں آپ فرماتے ہیں مسیح کا مکاشفہ کچھ بہت صاف نہیں تھا۔ ازالہ صہ ۶۹۔ یہ دخل شیطانی کلمہ کا کبھی انبیاء اور رسولوں کو وحی میں بھی ہو جاتا ہے۔ ازالہ صہ ۶۲۸ کچھ تعجب نہیں کہ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر ابن مریم۔ دجال۔ یاجوج ماجوج۔ دابۃ الارض۔ دجال کے گدھے کی حقیقتِ کاملہ اور اصلی معلوم نہ ہوئی ہو۔ ازالہ صہ ۶۹۱ میں کہتا ہوں انبیاء علیہم السلام کو دھوکا لگ جاتا ہے (العیاذ باللہ) مگر آپ (مرزا صاحب) کا الہام بالکل محفوظ اور قطعی ہے جن کو غیب کے مطلع کرنے پر اتنا اہتمام کیا جائے فَاِنَّهٗ يَسْلُكُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا۔ یعنی کلام ربانی چوکیوں پہروں سے بحفظ تام انہیں تک پہنچائی جائے۔ اُن کا مکاشفہ ناقص اور پُر اشتباہ۔ اور جن کے یہ نشان نہیں اُن کا مکاشفہ کامل اور واضح تر۔ آپ ازالہ کے صہ ۱۸۱ میں فرماتے ہیں۔ چوتھی یہ کہ وہ خدائے تعالیٰ کے بھیجے ہوئے بندہ پر ایمان لا کر اُس سختی اور غضبِ الٰہی سے بچ گئے جو ان نافرمانوں کے حصّہ میں ہوتا ہے جن کے حصّہ میں بجز تکذیب اور انکار کے اور کچھ نہیں۔ میں کہتا ہوں خدائے تعالیٰ کا بھیجا ہوا بندہ ترجمہ ہے عبدہٗ و رسولہٗ کا۔ ہم بصدقِ دل پڑھتے ہیں اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ وَمَلٰٓئِکَتِہٖ وَکُتُبِہٖ وَرُسُلِہٖ الخ اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو چونکہ خاتم النبیین جانتے ہیں لہٰذا آپ کو عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ موصوف بہ مجموعِ ہر دو صفت نہیں ملتے۔

ازالہ کے صہ ۱۵۵ میں آپ فرماتے ہیں۔ اور میرے دعویٰ کا ٹوٹنا صرف اِسی صورت میں متصور ہے کہ اب وہ آسمان سے اُتر ہی آوے۔ تا میں ملزم ٹھہر سکوں۔ آپ لوگ اگر سچ پر ہیں تو سب مل کر دعا کریں کہ مسیح ابنِ مریم آسمان سے اُترتے دکھائی دیں۔ اگر کوئی کہے کہ اہلِ حق کی دعا اہل باطل کے مقابل پر قبول ہونی ضروری نہیں۔ ورنہ لازم آتا ہے کہ ہندوؤں کے مقابل مسلمانوں کی دعا قیامت کے بارہ میں قبول ہو کر ابھی قیامت آجائے۔ اِس کا جواب یہ ہے کہ یہ مقرر ہو چکا ہے کہ قیامت سات ہزار برس گذرنے سے پہلے واقع نہیں ہو سکتی۔ اور ضرور ہے کہ خدا اُسے رو کے رہے جب تک وہ ساری علامتیں کامل طور پر ظاہر نہ ہو جائیں جو حدیثوں میں لکھی گئی ہیں لیکن مسیح کے ظہور کا وقت تو یہی ہے۔ اور وہ تمام علامتیں بھی پیدا ہو گئیں جن کا مسیح کے وقت پیدا ہونا ضروری تھا۔ ازالہ صہ ۴۶۳۔ ناظرین پر واضح ہو کہ یہ قول مرزا صاحب کا کہ مسیح کو بذریعہ دعا جلد آسمان سے اُتار لو اگر سچے ہو؟ اُسی قبیل سے ہے جو منکرینِ قیامت کہتے تھے کہ اگر تم سچے ہو تو بتاؤ یہ وعدہ کب متحقق ہو گا۔ وَیَقُوْلُوْنَ مَتٰی ھٰذَا الْوَعْدُ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ۝ ہم کہتے ہیں کہ اس کا علم بجز خدا جل شانہٗ کے اور کسی کو نہیں۔ منکرین جب معائنہ کریں گے اُن کے منہ بُرے ہو جائیں گے اور اُن کو کہا جائے گا یہ ہے وہ جس کو تم مانگتے تھے۔ قُلْ اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰہِ وَاِنَّمَآ اَنَا نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ ۝ فَلَمَّا رَاَوْہُ زُلْفَۃً سِیْٓـئَتْ وُجُوْہُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَقِیْلَ ھٰذَا الَّذِیْ کُنْتُمْ بِہٖ تَدَّعُوْنَ ۝ اور مرزا صاحب کا یہ کہنا کہ نزولِ مسیح کا وجود قیامت پر قیاس نہ کیا جائے کیونکہ مسیح موعود آ چکا اور علامات بھی موجود ہو چکے۔

marfat.com

میں کہتا ہوں ناظرین کو ماقبل سے واضح ہوگیا کہ علاماتِ مبیّنہ فی الاحادیث ظہور میں نہیں آتے۔ اور مسیح بن مریم جو نبی وقت ہوا ہے اور جس کا وعدہ نزول کا احادیث میں مذکور ہے وہ کہاں آیا؟ مثیل کا مراد لینا احادیث سے پہلے معلوم کر چکے ہیں کہ ہرگز نہیں ہو سکتا اور یہ جو لکھا ہے کہ "قیامت سات ہزار سال سے پہلے نہیں آسکتی" میں کہتا ہوں کہ یہ سات ہزار سال کی تحدید جو آپ نے لگادی یہ منافی ہے۔ لَا یُجَلِّیْهَا لِوَقْتِهَا اِلَّا هُوَ کے اور اُن احادیث کے جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لاعلمی بیان فرمائی اور اُس حدیثِ معراج کے جس میں عیسٰی علیہ السلام نے ذکر معاہدہ رب کا کیا۔ بخاری میں عمرؓ سے روایت ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم میں کھڑے ہو کر ذکر ابتدا پیدائش سے لے کر انتہا تک فرمایا حتیٰ کہ اہلِ جنّت کو جنّت میں اور اہلِ نار کو نار میں داخل کر دیا۔ بایں مکاشفہ آپؐ قیامت کے بارہ میں اس طرح مامور ہیں۔ قُلْ اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ اور بجواب سوال جبرائیل یوں فرماتے ہیں۔ مَا الْمَسْئُوْلُ عَنْهَا بِاَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ۔ کسی جگہ آپ نے اس علم کا افادہ نہیں فرمایا کہ سات ہزار سال تک تو بے غمی ہے بعد ازاں وقوع اس کا ہوگا مگر وقت معین معلوم نہیں۔ اردو خوانوں سادہ لوحوں کو کیا کیا دھوکے، کیا کیا مضامین اُلٹ پلٹ کیسے موتے سناتے ہیں۔ اللہ حافظ ہو۔ اور حدیث اَلدُّنْيَا سَبْعَةُ اٰلَافِ سَنَةٍ وَّاَنَا فِیْ اٰخِرِهَا اَلْفًا بر تقدیر صحت کے مراد آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث سے یہ ہے کہ آدم علیہ السلام سے آج تک چھ ہزار سال پورے ہو چکے ہیں اور ساتواں ہزار شروع ہے کہ میں ساتویں ہزار میں ہوں۔ (مولانا رفیع الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ) اور استشہاد مرزا صاحب کا ساتھ حدیث اَقُوْلُ كَمَا قَالَ الْعَبْدُ الصَّالِحُ کے موقوف ہے اس امر کے اثبات پر کہ مابعد لفظ کَمَا اور ماقبل اس کا مشارک فی جمیع الاوصاف والاحکام ہوتے ہیں۔ ودونہ خرط القتاد۔ یہ ہرگز نہیں ہو سکتا۔ دیکھو آیۃ كَمَا بَدَاْنَا اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ جو اسی حدیث میں مذکور ہے۔ اعادہ اور بدء الخلق مغائر فی الکیفیت ہیں بہ سبب اشتراک دونوں کے حیز قدرت میں کلمہ کَمَا اطلاق کیا گیا۔ ایسا ہی حدیث شریف میں بیان اشتراک فی وصف البراۃ منظور ہے نہ فی جمیع الخصوصیات۔ اور باقی استشہادات کے اجوبہ دوسری جگہ ملاحظہ کیے جائیں۔ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا۔ وَصَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ط

تمّت

يقول مصحّحه الحافظ **الغازى** عفى عنه حمدًا لمن انعم علينا باظهار الحق فى معنٰى بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ علٰى وجه ما جاء به احد ونجانا من شبهات مرزا صاحب قاديانى على لسان العلامة الفاضل والولى الكامل معدن العلوم الظاهرية ومنبع الفيوض الباطنية حاج الحرمين الشريفين السيد الجيلانى سيدنا ومرشدنا سيد پیر **مهر على شاه** ساكن گولڑا شريف افاض الله علينا من بركاتهم وصلوة وسلامًا على من قال يَدُ اللّٰهِ عَلَى الْجَمَاعَةِ مَنْ شَذَّ شُذَّ فِى النَّارِ۔ اَمَّا بَعْدُ فَقَدْ تَمَّ بحمده تعالى طبع الكتاب المستطاب المسمّى **بشمس الهداية** طبع اولى فى شهر رمضان المبارك ۱۳۱۷ھ من الهجرة النبوية على صاحبها الوف من الصلوة والاف من التحية

اعلانِ طبع اوّل

اکثر علمائے عظام نے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے عقائدِ شنیعہ کی تردید میں بہت عُمدہ عُمدہ کتابیں تصنیف فرمائیں۔ بلکہ کئی اَور ذریعوں سے بھی اپنے سچّے دینِ محمّدیہ کی حمایت کرکے مُسلمانوں کو قادیانی صاحب کے مصنوعی الہاموں وغیرہ دھوکوں سے بچاکر مستفید فرمایا مگر بخیالِ بندہ آیتِ کریمہ وَمَا قَتَلُوْہُ یَقِیْنًا بَلْ رَّفَعَہُ اللّٰہُ اِلَیْہِ اَور ایسے ہی بعض دیگر مقامات کی پُورے طور سے مفصّل کسی صاحب نے تشریح نہیں فرمائی تھی۔ جس کے لیے مَیں نے اَور میرے چند احباب نے عالی جناب مولٰینا و مُرشدنا جناب سیّد حضرت خواجہ پیر مہر علی شاہ صاحب دام فیوضہم کی خدمتِ بابرکت میں اِس پر کچھ لکھنے کے واسطے عرض کی۔ چنانچہ حضرت صاحب موصُوف نے نہایت مہربانی سے بہ نظر فائدہ اسلام قبول فرماکر اُردُو میں مطابق قرآنِ کریم و حدیثِ رسُولِ مقبُول صلی اللہ علیہ وسلّم یہ رسالہ تحریر فرمایا۔ جس کا نام شمسُ الہدایۃ فی اثباتِ حیاتِ المسیح رکھا گیا۔ پس اہلِ انصاف و اسلامی ہمدردوں سے اُمید کی جاتی ہے کہ وُہ ضرُور اِسے مُلاحظہ کرنے کے بعد اپنے سچّے عقیدہ محمّدیہ پر اپنی محبّت و حمایت کو قائم رکھیں گے۔ مگر مرزا صاحب قادیانی کا راہِ راست پر آنا بوجہ اُن کے اپنے عجُوبہ الہامات کے مشکل معلوم ہوتا ہے۔ وُہ بیچارے اَب اپنی ہٹ دھرمی سے بھی مجبُور ہیں۔ خُداوند کریم اُن پر رحم فرمادے۔

مرزا صاحب یا ان کا کوئی رفیق رسالہ ہذا کا جواب لکھنا چاہے تو بے شک لکھے۔ مگر تہذیب اَور قرآن کریم و حدیث شریف کی پابندی اس پر ضرُوری اَور لازم ہوگی۔

خادمِ اسلام

مولوی محمّد غازی عفی عنہ حال وارد لاہور

marfat.com

تصنیفات

علّامۂ دوراں، قطبِ زماں حضرت قبلۂ عالم سیّدنا خواجہ پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی قدس سرّہٗ

تحقیق الحق فی کلمۃ الحق } یہ کتاب کلمۂ طیبہ کی تشریح اور مسئلہ وحدت الوجود کے بیان میں ہے۔ جو کہ حضرات صوفیائے کرام کے مکشوفات میں سے ہے۔ اور ساتھ ہی لکھنؤ کے مشہور صوفی مولانا سید عبدالرحمٰن صاحب مرحوم کی کتاب کلمۃ الحق کا جواب بھی ہے جس میں شاہ صاحب موصوف نے مسئلہ وحدت الوجود کو کلمۂ طیبہ کا مدلول ثابت فرما کر تمام اُمّت کو اِس کشفی مسئلہ کے ساتھ مکلّف ہونے پر کافی دلائل پیش فرمائے تھے۔ آں جنابؒ نے اپنے خُداداد علمی و عرفانی کمالات سے ایک طرف شاہ صاحب مرحوم کے اِس خطرناک نظریہ کی تردید فرمائی جس سے اُمّتِ مسلمہ کے اکثر افراد کا کلمۂ طیبہ پر ایمان سے محروم ہونا لازم آتا ہے۔ اور دُوسری طرف صُوفیائے کرام کے مسلک کے مُطابق مسئلہ مذکورہ کی ایسی تشریح فرمائی جو اربابِ علم و ذوق کے لیے خضرِ راہ ہے۔ آخر میں صُوفیائے وجودیہ کے سلوک اور توجّہ کے طریقہ کو نہایت ہی عُمدہ انداز میں بیان فرما کر بطور تبرّک حضُور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مختصر سیرت طیبہ اور نہایت ہی مُفید اور کار آمد وصیتوں پر کتاب کو ختم فرمایا ہے۔ پہلا ایڈیشن جو ۱۳۱۵ھ میں طبع ہوا تھا، کافی عرصہ سے ختم ہو چکا تھا۔ اب دُوسرا ایڈیشن بمعہ اردو ترجمہ اور مختصر حالاتِ مصنف رحمۃ اللہ علیہ طبع ہو چکا ہے جو اُردو خوان حضرات کے لیے بھی کافی مفید ہے۔ ضخامت ۲۸۸ صفحات، قیمت فی جلد ۱۵ روپے

شمس الہدایہ } یہ کتاب حضرت مسیح ابنِ مریم علیہ السلام کے زندہ آسمان پر تشریف لے جانے اور قیامت کے قریب واپس زمین پر نزول فرمانے کے موضوع پر کتاب و سُنّت کی روشنی میں ایک لاجواب تحفہ ہے جس کے پڑھنے سے موجُودہ دور کے بعض غلط خیالات کی پُوری تردید سامنے آجاتی ہے جن کی وجہ سے ختمِ نبوّت جیسے متفقہ اور اجماعی عقیدہ میں شکوک و شبہات پیدا کرنے کی کافی کوشش کی گئی تھی۔ کتاب اُردو میں ہے جس سے اکثر طبقہ فائدہ حاصل کر سکتا ہے۔ پانچواں ایڈیشن ختم ہو چکا ہے۔ چھٹا زیرِ طبع ہے صفحات ۱۰۴۔ قیمت ۱۵ روپے

سیفِ چشتیائی } یہ کتاب حیاتِ مسیح علیہ السلام اور ختمِ نبوّت کے منکرین کے رد میں لکھی گئی ہے۔ اور بلاشبہ اس موضوع پر قوتِ استدلال اور طرزِ بیان کے لحاظ سے بے نظیر ہے اور ہر طبقہ کے علماء میں مقبول ہے۔ سابق ایڈیشن ختم ہے اور نیا ایڈیشن سفید کاغذ پر عُمدہ کتابت و طباعت کے ساتھ منظرِ عام پر آچکا ہے۔ ضخامت ۲۵۸ صفحات۔ قیمت فی جلد ۲۵ رُوپے

فتاویٰ مہریہ (حصّہ اوّل) } یہ کتاب آنجناب کے قلمی فتاویٰ کا مجموعہ ہے جس میں بغرضِ سہولت آپ کے دیگر تصنیفات میں مختلف مقامات پر بیان کردہ بعض دیگر مسائل بھی ساتھ شامل کر دیئے گئے ہیں جو کہ اہلِ علم و عقیدت حضرات کے لیے نہایت ہی مُفید ہے۔ ضخامت ۱۵۴ صفحات۔ قیمت فی جلد ۱۵ رُوپے

اعلاءِ کلمۃ اللہ فی بیان وما اُھلّ بہٖ لغیر اللہ } یہ کتاب وَمَا اُھِلَّ بِہٖ لِغَیْرِ اللہِ کی تفسیر ہے۔ جس میں مسائل نذر و نیاز، سماعِ موتیٰ، استمدادِ اولیاء کرام کو نہایت ہی شستہ انداز میں بیان فرمایا گیا ہے۔ اور ان مسائل میں مدت سے اہلِ اسلام میں جو اختلاف چلا آرہا تھا اُسے نہایت ہی اعتدال و انصاف کے ساتھ ختم کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ تین ایڈیشن ختم ہو چکے ہیں۔ اب چوتھا ایڈیشن زیرِ طبع ہے۔ قیمت ۱۵ رُوپے

مکتوباتِ طیّبات } یہ کتاب آنجناب کے خطوط اور تحریرات کا مجموعہ ہے جو وقتاً فوقتاً آپ نے احباب اور متعلقین کو لکھے ہیں اور اکثر اُردو میں ہیں جن کے مطالعہ سے شریعت و طریقت کے بہت سے مسائل حل ہو جاتے ہیں۔ تیسرا ایڈیشن طبع ہو چکا ہے۔ ۴۰۰ صفحات۔ رعایتی قیمت ۵۰ روپے

پنج گنجِ عرفان } نعتیہ کلام حضُور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ بمعہ قصیدہ مضریہ مع اسناد پنجابی۔ دُعائے حزب البحر و چہل کاف و قصیدہ مدحیہ در شان حضُور قبلۂ عالم قدس سرّہٗ۔ قیمت ۱۰ رُوپے

مجموعۂ وظائف (مترجم) **چشتیہ** از حضُور قبلۂ عالم قدس سرّہٗ۔ نفیس ٹائٹل۔ عُمدہ کتابت و طباعت۔ کاغذ سفید۔ صفحات ۳۲۰۔ قیمت صرف ۱۵ رُوپے

ملفوظاتِ طیّبات ترجمہ اُردو طبع ہو کر قارئین کی خدمت میں پیش ہو چکا ہے۔ بارِ سوم۔ نیا ایڈیشن، قیمت ۱۵ رُوپے

الفتوحات الصمدیہ۔ قیمت ۱۰ رُوپے

عجالہ بر دو سالہ۔ قیمت ۱۰ رُوپے

ملنے کا پتہ:۔ **آستانۂ عالیہ گولڑہ شریف۔ ضلع راولپنڈی**

marfat.com